

مِنْ أَظْلَمَاتِ إِلَى نُورٍ

بِسلسلہ ادارہ تحقیقات اسلامیہ (العالمیہ)

قادیانیوں کا کفر کے انبیاء سے اسلام کی روشنیوں تک

سابقہ قادیانیوں و سرزائچوں اور ہندوؤں کی قبول اسلام کے دل چھوٹا

دیے والی ایمان افروز واقعات اور حیرت انگیز انکشافات

www.KitaboSunnat.com



رئیس: ادارہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ عظیمہ المدارس العربیہ

حیدر منجیل بنوں، خیبر پختونخواہ پاکستان

0311-6471010 / 0333-3509970

muftisadee@yahoo.com / Fb: Haseeb Khan

ب
مولانا عظمت اللہ سیّدی

معزز قارئین توجہ فرمائیں

■ کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔

■ مَجْلِسُ التَّحْقِيقِ الْإِسْلَامِيِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔

■ دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس
پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

ادارہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ عظیمۃ المدارس العربیہ بنوں پاکستان

ایک نظر میں

بنوں پاکستان کا دور اُفتادہ اور پسماندہ علاقہ ہے۔ تاریخی حیثیت سے موزخین کے ہاں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اکثر موزخین اس بات پر متفق ہیں کہ قرب قیامت میں حضرت امام مہدیؑ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معاوٰنین یہی سے پیدا ہونگے۔ مگر حالانکہ علاقہ زندگی کی بنیادی سہولیات مثلاً دینی و عصری تعلیم، پینے کا صاف پانی، روڈ، علاج و معالجے و دیگر حاجاتِ اصلیہ سے بالکل محروم ہیں۔ بنیادی تعلیم نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ان مسائل ضروریہ کے پیش نظر ضلع بنوں کے چیدہ چیدہ اہل علم و مشائخ حضرات کی مشاورت سے 17 رمضان المبارک 2004ء میں ایک مذہبی ادارے کی داغ بیل ڈالی گئی۔ جس کی بنیاد کیلئے حشبت اول پر شیخ المشائخ، مخدوم العلماء خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ نے دم کر کے برکت کی دعا فرمائی۔ (جبکہ حضرت بوجہ علالت خود تشریف نہ لاسکے)۔ حضرت قبلہ جب تک حیات رہے اس جامعہ کے سرپرست اول رہے۔ اس کثیر المقاصد مذہبی ادارے کو جامعہ عظیمۃ المدارس العربیہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ جو استاد العلماء، منظور نظر حضرت علامہ سید بنوری رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمن صاحب، ناظم تعلیمات جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کی طرف سے تجویز کردہ ہیں۔

جامعہ کے شعبہ جات

جامعہ عظیمۃ المدارس العربیہ ایک کثیر المقاصد ادارہ ہے جس کے تحت درج ذیل شعبہ جات کام کر رہی ہیں۔

دراسات علوم اسلامیہ (درس نظامی تا دورہ حدیث)

1- تجوید و تحفیظ القرآن	2- شعبہ مجالس الفقہیہ	3- مجالس تزکیۃ النفس
4- شعبہ لائبریری مجلس علمی	5- ادارۃ التصنیفات والتالیفات	6- ختم نبوت اکیڈمی
7- مجالس دعوت و تبلیغ	8- پرائمری تعلیم	9- سہ ماہی مجلہ تحقیقات اسلامیہ
10- کمپیوٹر و فنی کورسز	11- دالافتاء والارشاد	12- روزگار سکیم

جامعہ کی طرف سے دیگر سہولیات کی فراہمی

1- مفت تعلیم	2- مفت علاج	3- مفت طعام و قیام
4- مفت کپڑے و جوتے	5- مفت کتابیں	6- مفت دستکاری تعلیم

مِنْ لُظُلُمَاتِ الْحَالِ نُورٌ

بلسلہ ادارہ تحقیقات اسلامیہ (العالمیہ)

قادیانیوں کا کُفْر کے اندھیرے اسلام کی روشنیوں تک

سابقہ قادیانیوں، مرزائیوں اور ہندوؤں کی
قبول اسلام کے دل چونکا دینے والی ایمان افروز واقعات
اور حیرت انگیز انکشافات

www.kitabosunnat.com

رئیس **مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی**

رئیس ادارہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ عظمیٰ المدارس العربیہ

0300-9061816

0333-3509970

0300-9060101

Fb: Haseeb Khan

muftisadee@yahoo.com

ادارہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ عظمیٰ المدارس العربیہ
چیدہ نیکول میں شہرہ منورہ (پاکستان)

فاشر

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

266-4

ع'ط'م-9

نام کتاب: قادیانیت اور مرزائیت کی اندھیروں سے اسلام کی روشنیوں تک

مؤلف: مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی

تصحیح و تبویب: مولانا عبدالحسیب (ناظم دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بنوں)

صفحات: 112 صفحات

تاریخ اشاعت: 2015ء

کمپوزر اینڈ ڈیزائننگ: محمد ذہیب خان عمر

ناشر: ادارہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ عظمۃ المدارس العربیہ ہنجل بنوں

رابطہ نمبر: 0333-3509970-0300-9060101

ای میل: moulana.haseeb@gmail.com

ملنے کے پتے

- (1)۔۔۔ دفتر ختم نبوت ضلع بنوں
- (2)۔۔۔ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی
- (3)۔۔۔ نور سلیمان البلاغ موبائل زون ڈومیل
- (4)۔۔۔ مکتبہ عمر فاروق محلہ جنگلی پشاور
- (5)۔۔۔ مکتبہ انوار مدینہ منورہ
- (6)۔۔۔ مکتبہ احسان چوک بازار بنوں
- (7)۔۔۔ مکتبہ کمریا میلاد پارک بنوں
- (8)۔۔۔ مکتبہ فیض فقیر اپنی نورنگ
- (9)۔۔۔ دفتر ختم نبوت جامعہ جعفر قاسم علی خان پشاور
- (10)۔۔۔ دفتر ختم نبوت چارسدہ

25580

فقہِ اسلامی

حصہ اول

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
-----------	-----	-----------

- 1- انتساب ----- 4
- 2- حرفِ اولیں ----- 5
- 3- من الظلمت الى النور ----- 9
- 4- دوزخ کی آگ سے کنارہ کشی ----- 20
- 5- ندامت کے آنسو ----- 24
- 6- میں نے حق کو پالیا ----- 29
- 7- مولانا لال حسین اختر کا مرزائیت سے تائب ہونے کا واقعہ ----- 35
- 8- سابقہ قادیانی مربی کا قبول اسلام اور حیرت انگیز انکشافات ----- 38
- 9- مرزا مسرور کارضاعی بھتیجا، ختم نبوت کا مبلغ جناب شمس الدین صاحب کا بیان ----- 62
- 10- سراب کا سحر ٹوٹتا ہے ----- 82

حصہ دوم

- 11- اسلام قبول کرنے کی پاداش میں ”حراء“ کو اس کے باپ اور چچا نے زندہ جلادیا۔۔۔۔۔ 86
- 12- جناب سیٹھ محمد عمر (رام جی لال گپتا) سے ایک ملاقات ----- 98
- 13- محترمہ شہناز صاحبہ (نومسلمہ) سے ایک ملاقات ----- 103

انتساب

ان قائدین، کارکنان اور

مجاہدین ختم نبوت کے نام

جنہوں نے قادیانیت کا تعاقب کیا، اس کو لکارا، چیلنج کیا اور ہر محاذ پر قادیانیت سے لڑے، قادیانیت کے ہر وار کا دندان شکن جواب دیا، ہر میدان میں دلائل سے اس کو زیر کیا۔ جنہوں نے رات دن محنت شائقہ کر کے قادیانیوں اور مرزائیوں کو 1974ء میں پاکستان کی آئین سے غیر مسلم اقلیت قرار دے کر امت مرحومہ کو فتنہ قادیانیت اور مرزائیت سے بچالیا۔

ان اسیران اور شہداء ختم نبوت کے نام

جنہوں نے ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنے تن، من، دھن کی قربانی دی، سولیوں پر لٹکائے گئے، آگ کے شعلوں میں ڈالے گئے، خنزیر کی کھالوں میں بند کر کے گولیوں سے چھلنی کر دیئے گئے، جائیدادیں ضبط کر دی گئی، ملک بدر کر دیئے گئے، پاک و ہند کے زندانوں میں پس دیوار زنداں دھکیل دیئے گئے، ظلم و ستم کے ہر نئے حربے کے ذریعے تحقّہ مشق بنائے گئے اور انہوں نے ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے قادیانیوں اور قادیانی نواز لوگوں سے زبان حال سے یہ کہہ کر عشق نبی کی اصلی مثال قائم کر دی کہ۔

ادھر آ سنگر ہنر آزمائیں

تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی

(امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنوں)

حرفِ اولیٰ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قرآن کریم اور احادیث متواترہ کی بناء پر امت مسلمہ کا قطعی اور متواتر عقیدہ چلا آرہا ہے کہ حضرت محمد عربی ﷺ خاتم النبیین (آخری نبی) ہے آپ ﷺ کے بعد کسی بھی شخص کو منصب نبوت پر فائز نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی کیا جائے گا اور یہ کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی بھی شخص نبوت کا دعویٰ کرے یا دعویٰ نبوت والوں کی پیروی کرے تو وہ کافر مرتد اور زندیق ہے۔ تاریخ انسانی میں بہت سے طالع آزمائوں نے نبوت و رسالت اور مسیحیت و مہدیت کے دعویٰ کر کے خلق خدا کو اپنے دامِ تزویر کا شکار کیا۔ مگر تاریخ اس پر شاہد ہے کہ ایسے بد بختوں کو کبھی بھی امت مسلمہ نے معاف نہیں کیا چنانچہ ایسے بد نصیب اور بد بخت لوگوں کے خلاف سب پہلا مجاہد اور محافظ ختم نبوت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے وہ جہاں پہلے صحابی رسول اور پہلے خلیفہ رسول کے عہدہ پر فائز تھے وہاں آپ پہلے محافظین ختم نبوت کے سپہ سالار شہر کرانہوں ہر سطح پر جھوٹے مدعیان نبوت کا مقابلہ کر کے عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کیں۔ مجاہدین ختم نبوت کے جانبازوں میں سے ابو مسلم خولانی بھی تھے کہ انہوں نے جھوٹے مدعی نبوت اسود غسی ملعون کو چیلنج کر کے آتشِ نمرود کو جذبہ ناموس رسالت سے گلزار کیا اور اسود غسی کی تمام تر پالیسیوں پر پانی پھیر دیا۔ ختم نبوت کا پہلا غازی صحابی رسول حضرت فیروز دلیمی بن کرا قانے نامدار ﷺ کے اس ایوارڈ (فَازَ فَيُؤَوِّزُ، فیروز کا میاب ہوا) کا مستحق شہر اور گستاخ رسول ﷺ کو جہنمی لباس پہنا کر اس کو ٹھکانے لگا دیا اسی طرح حضرت خبیب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قافلہ ختم نبوت کے سب سے پہلے شہید ختم نبوت شہرے کہ انکو مسلمہ کذاب کے پیروکاروں نے پکڑ کر مسلمہ کذاب کے پاس لے گئے جب مسلمہ کذاب نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ حضور پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر مانتے ہیں؟ جواب دیا! (ہاں مانتا ہوں) مسلمہ کی جھوٹی نبوت کا انکار کرنے پر اس نے حضرت خبیب کو انتہائی بے دردی سے شہید کیا اور ایک ایک عضو کو کاٹتے اور پوچھتے کہ مجھ کو نبی ماننے سے انکار کرتے ہو یا مجھ پر ایمان لے آتے ہو؟ ہر مرتبہ وہ فرماتے کہ تو جھوٹا نبی ہے میں کیسے تجھ پر ایمان لے آؤں چنانچہ تمام اعضاء کاٹ دیئے گئے مگر ناموس رسالت کے خلاف حرفِ غلط تک برداشت نہ کیا، اس اعتبار سے سب پہلے شہید ختم نبوت ہونے کا اعزاز ان کو حاصل ہوا۔

ای سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بنشد خدائے بخشناہ

(عہد صدیقی) حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں ختم نبوت کے محاذ پر پہلی جنگ عظیم ”جنگ یمامہ“ جو کہ مسلمہ کذاب (جھوٹے مدعی نبوت) کے خلاف لڑی گئی تھی اس لڑائی میں سب سے پہلے حضرت عکرمہؓ، پھر حضرت شریک بن حبیل بن حسنہؓ اور آخر میں پختون قوم کے جد امجد سیفؓ و سیوف اللہؓ حضرت خالد بن ولیدؓ نے مسلمانوں کی لشکر کی کمانڈ فرمائی۔

اس لڑائی میں بارہ سو صحابہ کرامؓ تابعینؓ سمیت شہید ہوئے جن میں سات سو قرآن مجید کے حافظ، قاری اور ستر بدری صحابہؓ تھے ادھر مسلمہ بد بخت کا لشکر چالیس ہزار پر مشتمل جن میں سے بائیس ہزار ہمیشہ کے لئے ذلیل و خوار ہو کر جہنمی ایندھن بنے اور مسلمی لشکر کا سرغنہ مسلمہ کذاب کو حضرت وحشیؓ نے قتل کر کے واصل جہنم کر دیا۔

ختم نبوت کے مسئلہ کی اہمیت کا اس لڑائی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عہد نبی ﷺ میں تمام غزوات اور سرایا میں ٹوٹل دوسواں سٹھ صحابہؓ شہید ہوئے مگر ختم نبوت کی محاذ پر لڑی جانے والی جنگ میں بارہ سو صحابہؓ شہید ہوئے جن میں صرف سات سو قرآن حافظ قرآن اور ستر اکابر بدری صحابہؓ شامل تھے اور یہ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم کیا تھا کہ ان کے بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور فصلوں کو بھی تبا کر ڈالوان بد بختوں کی لاشوں کو جلا ڈالو تاکہ کل پھر کوئی جھوٹے نبوت کا دعویٰ یا انکا پیروکار نہ بنے۔ (بحوالہ تبری تاریخ الامم و الملوک، البدایہ والنہایہ)

جھوٹے مدعیان نبوت اور گستاخان نبی کا سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ گزشتہ صدی میں ایک نئے عظیم فتنہ نے جنم لیا اور مرزا غلام قادیانی نے بھی بہت سارے دعوؤں کے بعد جھوٹے نبوت کا دعویٰ کیا، فرنگ اور اسرائیل نے مشترکہ طور پر اس کی سرپرستی کر کے زن و زر کی زور پر امت مسلمہ پر ظلمتوں کا جھال بچھایا چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی جماعت سازی کے غرض سے ۱۳۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں لدھیانہ آیا اور اس نے وہاں اپنی جماعتی سرگرمیاں شروع کی تو علمائے حق نے ہر قسم کی سزائے اور جیلیں سب کراں کا مقابلہ کیا اور امت مسلمہ کے سامنے اس کے دجل و فریب کو آشکارا کر کے اس بنیادی عقیدے کا تحفظ کیا مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبداللہ لدھیانوی اور مولانا محمد اسماعیل لدھیانوی نے اس کے خلاف فتویٰ صادر فرمایا، ۱۸۹۰ء میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا، ۱۲ صفر ۱۳۳۱ھ کو دارالعلوم دیوبند کے مدرس مولانا محمد سہولؒ نے پانچ شقوں پر مشتمل ایک فتویٰ مرتب کیا جس پر تمام علماء کرام نے دستخط کئے، ۱۲ صفر ۱۳۳۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے ایک فتویٰ جاری ہوا جس کو مولانا مفتی عزیز الرحمنؒ نے مرتب کیا تھا اس فتویٰ کا نام ”تکفیر قادیان“ ہے اس پر سینکڑوں علماء کرام کے

دستخط ہیں جب یہ فتاوے شائع ہوئے تو پوری امت مسلمہ پر قادیانیوں کا کفر آشکارا ہوا اور عدالتوں تک مقدمات پہنچنے لگے مختلف عدالتوں میں بہت سارے مقدمات قادیانیوں کے خلاف دائر کئے گئے ان میں شہرہ آفاق مقدمہ ”مقدمہ بہاولپور“ ہے جو ہر عام و خاص کی توجہ کا مرکز بن گیا جس کی کارروائی ۱۹۲۶ء سے لیکر ۱۹۳۵ء تک چلتی رہی اور آخر میں جج نے قادیانیوں، مرزائیوں کے کفر پر عدالتی مہر لگا دی۔ قادیانیوں کا منظم احتساب کرنے لئے مناظر اسلام حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو امیر شریعت کا خطاب دیکر قادیانیت کے محاذ کی ان پر ذمہ داری ڈالی، ۱۹۴۹ء میں باقاعدہ طور پر ملتان میں ”مجلس تحفظ ختم نبوت“ کی بنیاد رکھی گئی۔ الحمد للہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین کی مسلسل خاموش اور پُر امن جد جہد کی برکت سے اپریل ۱۹۷۴ء میں پہلے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے قادیانیوں پر بالاتفاق کفر کا فتویٰ لگایا اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء میں پاکستان کے پارلیمنٹ نے قادیانی جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اس کے بعد تقریباً تیس ممالک اسلامی نے قادیانیوں کو کافر قرار دیا۔

ختم نبوت کا یہ کارواں چلتا گیا اور آگے بڑھتا گیا پوری دنیا پر قادیانیوں کے کفر کو آشکارا کرتا گیا یہاں تک کہ دنیا کے بعید ترین ممالک کے مسلمانوں نے بھی قادیانیوں کو بدترین کافر قرار دیا۔ الحمد للہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی برکت سے ایسے بے شمار لوگ جو قادیانیوں کے دامِ ہمرنگز میں کے شکار ہو کر مرتد ہو گئے تھے قادیانیت کا کفران پر واضح ہو گیا اور قادیانیت پر لعنت بھیج کر دوبارہ دامنِ اسلام سے وابستہ ہوئے یہ کتاب ایسے ہی سابق قادیانیوں کی آپ بیتیوں پر مشتمل ہے۔ قادیانی ملعون مسلمانوں کو کیسے قادیانی کرتے ہیں، کیا کیا حربے استعمال کرتے ہیں، کونسی جھالیں بچاتے ہیں اور جو قادیانی مسلمان ہونا چاہتے ہیں ان پر کیا کیا ظلم ڈھاتے ہیں یہ سب آپ کو اس کتاب میں ملیں گے۔ آئیے اس کتاب کا مطالعہ کریں اور قادیانیوں کی ہر چال سے واقف ہو جائیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے قبول فرمائے۔ آمین

نوٹ! کتاب کے آخر میں بطور استفادہ چند دوسرے سابق غیر مسلموں کے واقعات و حالات بھی ذکر کئے گئے

ہیں۔

مولانا مفتی عظیم اللہ سحرری

امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بنوں

من الخلمات الى النور

بے شمار حمد و ثنا اس خالق حقیقی کیلئے جس نے تمام جہانوں کو نیست سے ہست کیا۔ لاکھ لاکھ ستائش اس ذات باری کیلئے جس نے جنس خاکی کو اشرف المخلوقات بنایا اور اس کی تکمیل پر احسن تقویم کی الہامی مہر تو شیعہ ثبوت کی۔ ہزار ہا درود اس مقدس وجود کیلئے جسے اللہ تعالیٰ نے سارے جہان کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔ جن کی متبرک بعثت نے مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک کفر و شرک کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو توحید کے چھینٹوں سے ٹھنڈا کیا اور ساری دنیا میں ایک نور کا عالم پیدا کر دیا اور جن کی پاک و مقدس نظر نے جہالت و وحشت اور فسق و فجور کی ان تمام آلائشوں کو، جو عوارض کی صورت اختیار کئے ہوئے اشرف المخلوقات کو چھٹی ہوئی تھیں، نہ صرف دور کیا بلکہ ہمیشہ کیلئے ان کا قلع قمع کر دیا۔ یہ ہادی کامل، یہ راہبر حقیقی، یہ ناصح اکبر، یہ شافع اکبر، یہ شافع محشر وہ ہستی ہے، جس پر ”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ کا قول اطلاق پذیر ہوتا ہے۔ جس کا نام نامی اور اسم گرامی حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ گذریوں کو شہنشاہ بنانے والے، گمراہان عالم کو راہ راست دکھانے والے، گناہ گار انسانوں کو پاک کر کے خدائے قدوس کی بارگاہ معلیٰ تک پہنچانے والے حضور ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت نبی کریم ﷺ کے مقدس قدموں کے طفیل ایک عاصی بندہ، ایک گناہ گار انسان، جو آٹھ سال تک تاریکی کے گڑھے اور ضلالت کے اندھیرے غار میں لکریں مارتا رہا، آج ایک پر نور عالم اور روشنی کی دنیا میں داخل ہوتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

میری مذہبی زندگی کا آغاز تحریک خلافت کا مرہون منت ہے۔ میں اور نیشنل کالج لاہور میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ انہیں ایام میں تحریک خلافت شروع ہوئی۔ علمائے کرام نے نص قرآنی کی رو سے حکومت کی درسگاہوں کے بائیکاٹ کا فتویٰ دے دیا تھا۔ اس لئے میں نے اس فتویٰ کی تکمیل میں کالج کو خیر باد کہا اور اپنے وطن مالوف دھرم کوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور کو چل دیا۔ مجھے اپنی بے مائیگی اور پست ہمتی کا پورا پورا احساس تھا۔ میری ناقابلیت بھی میرے علم میں تھی لیکن ایک خواہش تھی جو دل میں چٹکیاں لے رہی تھی۔ ایک آرزو تھی جو نچلا نہیں بیٹھنے، جی تھی۔ ایک ارمان تھا کہ جس نے معمورہ دل کو زیر و زبر کر رکھا تھا۔ حسرت تھی تو یہی، تمنا تھی تو یہی کہ جس طرح ہو، اپنے دین کی، ہاں پیارے اسلام کی، خدمت کروں۔ عقل نے لاکھ سمجھایا، دوستوں اور رشتہ داروں نے قید و بند کا خوف دلایا لیکن میں نے کسی کی ایک نہ مانی اور کسی شاعر کے مشہور و معروف شعر۔

دل اب تو عشق کے دریا میں ڈالا
تو کلت علی اللہ تعالیٰ

کا ورد کرتے ہوئے خلافت کمیٹی میں اپنا نام درج کروادیا۔ آٹھ نو ماہ ضلع گورداسپور میں خلافت کمیٹی بٹالہ کے زیر ہدایات آنریری کام کرتا رہا۔ سارے ضلع کا دورہ کیا اور پورے زور سے خلافت کے اغراض و مقاصد کی تبلیغ کی۔ میری سرگرمی اور جمہور کی بیداری نے حکام کی طبع انتقام گیر کو مشتعل کر دیا۔ آخر مجھ پر گورداسپور میں حکومت کے خلاف منافرت پھیلانے کا الزام عائد کر کے میری تین تقریروں کی بنا پر مقدمہ چلا دیا گیا۔ عدالت نے چند سرسری پیشیوں کے بعد مجھے ایک سال قید کا حکم سنایا۔ ایک سال اور بیس دن کی طویل مدت گورداسپور جیل میں گزاری۔ رہائی سے کچھ عرصہ پہلے جیل میں ہی مجھے اخبارات کے ذریعے معلوم ہوا کہ سوامی شردھانند اور آریہ سماج نے فتنہ ارتداد کا علم بلند کر دیا ہے اور شدھی کی تحریک بڑے زور و شور سے جاری کی گئی ہے۔ جیل سے رہا ہوتے ہی گرد و پیش کے حالات کا اندازہ کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے آریہ سماج اور شدھی کی تحریک کے مقابلہ پر تبلیغ اسلام کا کام کرنا چاہئے۔ انہیں ایام میں مجھے لاہوری مرزائیوں کے چند مبلغ ملے۔ انہوں نے میرے سامنے اپنی جماعت کے تبلیغی کارناموں کو نہایت ہی مبالغہ سے بیان کیا اور مرزا صاحب آنجنمانی کی خدمات اسلامی کے بڑھ چڑھ کر افسانے سنائے اور کہا کہ ہماری جماعت کے وہی عقائد ہیں جو اہل سنت والجماعت کے ہیں۔ مرزا صاحب مدعی نبوت نہیں تھے۔ جن لوگوں نے مرزا صاحب کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کیا ہے، انہوں نے مرزا صاحب کے متعلق جھوٹ بولا ہے اور بہتان طرازی و افتراء پردازی سے کام لیا ہے۔ اپنے اس بیان کو درست ثابت کرنے کیلئے مرزا صاحب کی ابتدائی کتابوں سے چند حوالے بھی پڑھ کر سنائے جن میں مرزا صاحب نے مدعی نبوت کو کافر، دجال اور دائرہ اسلام سے خارج لکھا ہے۔ چونکہ مرزائی مذہب کے متعلق میرا مطالعہ صفر کے برابر تھا، اس لئے میں تبلیغ اسلام کے نام پر ان کے دام تزویر میں پھنس گیا اور مرزا صاحب کی مجددیت و مہمدیت کا پھندا اپنے گلے میں ڈال لیا۔ بیعت کرنے کے بعد انجمن کے تبلیغی کالج میں داخل ہوا۔ سنسکرت پڑھی اور ویدوں وغیرہ کا مطالعہ کیا۔ مدت معینہ میں کورس ختم کرنے کے بعد بحیثیت ایک کامیاب مبلغ کے مجھے تبلیغ و اشاعت کے کام پر لگا دیا گیا۔ اس دوران میں نہ صرف مبلغ اور مناظر ہی کے فرائض سرانجام دیتا رہا بلکہ سیکرٹری احمدیہ ایسوسی ایشن، ایڈیٹر اخبار ”پیغام صلح“ اور ”محصل“ وغیرہ کے ذمہ دارانہ عہدوں پر بھی فائز رہا اور آٹھ سال تک پوری جانفشانی و سرگرمی کے ساتھ مرزائی عقائد کی تبلیغ و اشاعت کرتا رہا۔

1931ء کے وسط میں، میں نے یکے بعد دیگرے متعدد خواب دیکھے جن میں مرزا قادیانی کی نہایت گھناؤنی شکل دکھائی دی اور اسے بری حالت میں دیکھا۔ میں یہ خواب مرزائیوں سے بیان نہ کر سکتا تھا کیونکہ اگر انہیں یہ خواب سنائے جاتے تو مجھے کہتے کہ یہ شیطانی خواب ہیں۔ نہ ہی کسی مسلمان کو یہ خواب بتا سکتا تھا کیونکہ اگر انہیں یہ خواب سنائے جاتے تو وہ کہتے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے تمام دعاوی میں جھوٹا ہے مرزائیت سے توبہ کر

لیجئے۔ میری حالت یہ تھی۔

دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را

بلائے فرقت لیلیٰ و صحبت لیلیٰ

خواب: اگرچہ پہلے بھی مرزا غلام احمد کے بعض ”الہامات“ اور اس کی چند ”پیشگوئیاں“ میرے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھیں، لیکن حسن عقیدت اور غلو محبت کی طاقتیں ان خیالات کو فوراً دبا دیتی تھیں اور دل کو تسلی دے دیتا تھا کہ مرزا نبی تو نہیں کہ جس کے تمام ارشادات صحیح ہوں۔

ان خوابوں کی کثرت سے متاثر ہو کر میں نے غور و فکر کیا کہ گو ہماری خوابوں پر دین کا مدار نہیں اور نہ ہی یہ حجت شرعی ہیں لیکن ان سے صداقت کی طرف راہنمائی تو ہو سکتی ہے۔ آخر میں نے فیصلہ کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی محبت اور عداوت دونوں کو بالائے طاق رکھ کر اور ان سے صرف نظر کرتے ہوئے مرزائیت کے صدق و کذب کو تحقیقات کی کسوٹی پر رکھنا چاہئے۔

خدائے واحد و قدوس کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے یہ اعلان کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں نے مرزا غلام احمد کی محبت اور عداوت کو چھوڑ کر اور خالی الذہن ہو کر مرزا کی اپنی مشہور تصنیفات اور قادیانی ولاہوری ہر دو فریق کی چیدہ چیدہ کتابوں کو جو مرزا کے دعاوی کی تائید میں لکھی گئی تھیں، چھ ماہ کے عرصہ میں نظر غائر سے بطور ایک محقق پڑھا اور علماء اسلام کی تردید مرزائیت کے سلسلہ میں چند کتابیں مطالعہ کیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جتنا زیادہ میں نے مطالعہ کیا، اتنا ہی مرزائیت کا کذب مجھ پر واضح ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ مجھے یقین کامل ہو گیا کہ مرزا قادیانی اپنے دعویٰ الہام، مجددیت، مسیحیت، نبوت وغیرہ میں مفتری تھا۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضور رسالت مآب ﷺ آخری نبی ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔ وہ قیامت سے پہلے ہماری دنیا میں واپس تشریف لائیں گے۔

تیرے رندوں پہ سارے کھل گئے اسرار دین ساقی

ہوا علم الیقین عین الیقین حق الیقین ساقی

اب میرے لئے ایک نہایت مشکل کا سامنا تھا۔ ایک طرف ملازمت تھی۔ جماعت مرزائیہ کے ارکان اور افراد جماعت سے آٹھ سال کے دیرینہ اور خوشگوار تعلقات تھے۔ بحیثیت ایک کامیاب مبلغ و مناظر جماعت میں رسوخ حاصل تھا۔ لیکن جب دوسری طرف مرزا غلام احمد کے عقائد قرآن مجید اور احادیث صحیحہ۔ کہ بالکل الٹ دیکھتا تھا، ان کے الہامات اور پیشگوئیوں کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑتی ہوئی نظر آتی تھیں اور قیامت کے دن ان

عقائد باطلہ کی باز پرس کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا تو میں لرزہ بر اندام ہو جاتا تھا۔ ایک طرف حق تھا اور دوسری طرف باطل۔ ایک طرف تاریکی تھی اور دوسری طرف مشعل نور۔ ایک طرف معقول تنخواہ کی ملازمت اور آٹھ سال کے دوستانہ تعلقات تھے اور دوسری طرف دولت ایمان لیکن ساتھ دنیوی مشکلات اور مصائب کا سامنا۔ آخر میں نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ چاہے ہزار ہا تکالیف اٹھانی پڑیں، انہیں بخوشی برداشت کروں گا کیونکہ حق کے اختیار کرنے والوں کو ہمیشہ تکالیف و مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا ہے۔

صداقت کے لئے گر جان جاتی ہے تو جانے دو
مصیبت پر مصیبت سر پہ آتی ہے تو آنے دو
چنانچہ میں اشکبار آنکھوں اور کفر ارتداد سے پشیمان اور لرزتے ہوئے دل سے اپنے رحیم و کریم خداوند
قدوس کے حضور کفر مرزائیت سے تائب ہو گیا۔ توبہ کے بعد دل کی دنیا ہی بدل چکی تھی۔

عصیان ما و رحمت پروردگار ما
ایں را نہایتے است نہ آں را نہایتے

میرے غفور و رحیم مالک!

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارہ نہ کیا
پر تو نے دل آزرہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر
لیکن تری رحمت نے گوارا نہ کیا

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیْ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ۔ (الاعراف: 43)

اللہ تعالیٰ کا لانا انتہا احسان و شکر ہے جس نے ہم کو یہاں تک پہنچایا اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں
ہدایت نہ کرتا تو ہم ہر گز راہ راست پانے والے نہ تھے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔
میں نے یکم جنوری 1932ء کو ”احمدیہ انجمن“ لاہور کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا جو 26 جنوری کو
منظور کر لیا گیا۔

ترک مرزائیت کا اعلان

1932ء کے ابتداء میں انگریز اور ڈوگرہ حکومت کے خلاف تحریک کشمیر راہپائی عروج تک پہنچ چکی تھی۔

مجلس احرار اسام۔ کے ایک درجن سے زائد مجاہدین شہید ہو چکے تھے۔ مجلس کے تمام راہنما اور چالیس ہزار سرفروش

رضا کار جیل خانوں میں محبوس تھے۔ برطانوی حکومت نے عام اجتماعات پر پابندی عائد کر رکھی تھی۔ حالات کچھ سازگار ہوئے اور پابندیاں ختم ہوئیں تو احباب کی طرف سے ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا گیا۔ قد آدم اشتہار شائع کئے گئے کہ ”7 مئی 1932ء بعد نماز عشاء باغ بیرون موچی دروازہ لاہور جلسہ عام منعقد ہوگا جس میں مولانا لال حسین اختر، جن کی تعلیم پر مرزائیوں نے پچاس ہزار سے زائد روپیہ خرچ کیا تھا، اور وہ جماعت مرزائیہ لاہوریہ کے مشہور مبلغ مناظر تھے، ترک مرزائیت کا اعلان کریں گے اور ترک مرزائیت کے وجوہ اور ناقابل تردید دلائل بیان کریں گے۔ ان کی تقریر کے بعد مرزائیوں کے نمائندہ کو سوال و جواب کیلئے وقت دیا جائے گا۔“

اندرون شہر اور بیرون شہر منادی کی گئی۔ بعد نماز عشاء کم از کم تیس ہزار کے مجمع میں، میں نے ”ترک مرزائیت“ کے موضوع پر تین گھنٹے تقریر کی۔ سٹیج کے بالمقابل مرزائی مبلغین و مناظرین کیلئے میز اور کرسیاں رکھی گئی تھیں۔ میری تقریر کے بعد صاحب صدر نے اعلان کیا کہ حسب وعدہ مرزائی صاحبان کو مولانا لال حسین اختر صاحب کی تقریر پر سوال و جواب کیلئے وقت دیا جاتا ہے تاکہ حاضرین، مرزائیت کے صدق و کذب کا اندازہ لگا سکیں۔ لاہوری اور قادیانی مرزائیوں کے مبلغ و مناظر موجود تھے لیکن کسی کو ہمت و جرأت نہ ہوئی کہ وہ میرے مقابلہ میں آسکیں۔ صاحب صدر کی دعا کے بعد اجلاس برخواست ہوا۔

لاچ اور قاتلانہ حملے

اس عظیم الشان جلسے اور مرزائیت کی شکست کی روداد اخبارات میں شائع ہوئی تو ملک کے طول و عرض سے مجھے تقریر کیلئے دعوتوں کا لگا تار سلسلہ شروع ہو گیا۔ مختلف شہروں اور قصبات میں میری بیسیوں تقریریں اور مرزائیوں سے پانچ چھ نہایت کامیاب مناظرے ہوئے۔ ان ایام میں اونچی مسجد اندرون بھائی دروازہ لاہور کے بالمقابل میرا قیام تھا۔ میری تقریروں اور مناظروں کی کامیابی سے متاثر ہو کر مرزائیوں کے ایک وفد نے مجھ سے میرے مکان پر ملاقات کی اور مجھے کہا کہ آپ نے اپنی تحقیق کی بناء پر ”احمدیت“ ترک کر دی ہے۔ آپ کے موجودہ عقائد کے متعلق ہم آپ سے کچھ نہیں کہتے۔ ہم یہ کہنے آئے ہیں کہ آپ کی تقریریں اور مناظرے ہمارے لئے ناقابل برداشت ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ سوائے تقریروں اور مناظروں کے، آپ کی مالی آمدن کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ جماعت احمدیہ آپ کو پندرہ ہزار روپے کی پیشکش کرتی ہے۔ آپ ہم سے یہ رقم لے لیں۔ اس سے جنرل مرچنٹ یا کپڑے کا کاروبار شروع کر لیں اور ہمیں ایشام لکھ دیں کہ میں پندرہ سال تک احمدیت کے خلاف نہ کوئی تقریر کروں گا اور نہ ہی کوئی تحریر یا بیان شائع کروں گا۔ اگر اس معاہدہ کی خلاف ورزی کروں تو جماعت احمدیہ کو تیس ہزار روپیہ ہرجانہ ادا کروں گا۔ یہ بھی کہا کہ احمدیت کی تردید کوئی ایسا فرض نہیں جس کے بغیر آپ مسلمان نہیں رہ سکتے۔ خفیوں، اہل حدیثوں اور میں ہزاروں علماء ایسے ہیں جو احمدیت کی تردید نہیں کرتے۔ اگر وہ تردید احمدیت کے بغیر

مسلمان رہ سکتے ہیں تو آپ بھی مسلمان رہ سکتے ہیں۔ میں نے جواباً کہا کہ آپ صاحبان کو یہ ہمت کیسے ہوئی کہ مجھے لالچ کے فتنے میں پھانسنے کی جرأت کریں۔ میں ان علماء کرام کے طریقہ کار کا ذمہ دار نہیں جو تردید مرزائیت سے اجتناب کرتے ہیں۔ میرے لئے تو استیصال مرزائیت کی جدوجہد فرض عین ہے کیونکہ میں نے مدت مدید تک اس کی نشر و اشاعت کی ہے۔ مجھے تو اس کا کفارہ ادا کرنا ہے۔ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا لالچ مجھے تردید مرزائیت سے منحرف نہیں کر سکتا۔ قریباً ایک گھنٹے کی گفتگو کے بعد مجھ سے مایوس ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور جاتے جاتے کہہ گئے کہ آپ نے ہمارے متعلق نہایت خطرناک طرز عمل اختیار کر رکھا ہے۔ اس کا نتیجہ تباہ کن ہوگا۔ میں نے ان کے اس جارحانہ چیلنج کی پرواہ نہ کی۔ حسب سابق اپنے تبلیغی سفروں، تقریروں اور مناظروں میں منہک رہا۔ مرزائیوں نے اپنی سوچی سمجھی سکیم کے مطابق یکے بعد دیگرے ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور کے مناظرہ میں اور بیلوں ڈلہوزی کے جلسے کے ایام میں مجھ پر دوبارہ قاتلانہ حملے کئے۔ ڈیرہ بابا نانک کے حملہ میں مجھے زخم آیا۔ ایک مرزائی نے صاف الفاظ میں مجھے کہا کہ یاد رکھو، ہم تمہیں قتل کر ادیں گے۔ خواہ ہمارا پچاس ہزار روپیہ خرچ ہو۔ میں نے اسے جواب دیا کہ میرا عقیدہ ہے کہ شہادت سے بہتر کوئی موت نہیں۔ قبر کی رات کبھی گھر میں نہیں آسکتی۔

بعد نماز عشاء بیلوں ڈلہوزی کی مسجد میں تردید مرزائیت پر میری تقریر ہو رہی تھی۔ ایک مرزائی جس نے کبل اوڑھا ہوا تھا، ممبر کے نزدیک آیا۔ ایک مسلمان نے اسے پکڑ لیا۔ مرزائی نے کبل میں چھرا چھپا رکھا تھا۔ سب انسپکٹر پولیس جلسہ میں موجود تھا۔ اس نے اسی وقت مرزائی کو گرفتار کر کے چھرا اپنے قبضہ میں لے لیا اور اسے تھانے کی حوالات میں بند کر دیا۔ دوسرے دن علاقہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش کر دیا۔

مجسٹریٹ نے ملزم سے چھ ماہ کیلئے نیک چلنی کی ضمانت لے لی۔ لاہور کے اخبارات میں مجھ پر ڈیرہ بابا نانک کے حملہ کی خبر شائع ہوئی۔ حضرت مولانا ظفر علی خان رحمہ اللہ نے ”زمیندار“ میں ایک شذرہ سپرد قلم فرمایا۔

مجلس احرار اسلام کے زعماء کو مجھ پر مرزائیوں کے حملہ کا علم ہوا تو قائد حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی نے ناظم دفتر سے فرمایا کہ مرزائیوں کی جارحیت کا جواب دینے کیلئے جلسہ کا انتظام کیجئے۔ چنانچہ کثیر التعداد پوسٹر چسپاں کئے گئے۔ اخبارات میں اعلان ہوا۔ شہر کے ہر قصبے میں منادی ہوئی کہ باغ بیرون دہلی دروازہ بعد نماز عشاء زیر صدارت چودھری افضل حق صاحب عظیم الشان جلسہ منعقد ہوگا۔ جس میں حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی مرزائیوں کی جارحیت کے چیلنج کا جواب دیں گے۔

بعد نماز عشاء چالیس ہزار سے زائد مجمع میں حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی نے مجھے سٹیج پر کھڑا کر کے میرا تعارف کرایا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے اس نوجوان نو مسلم عالم نے مناظروں میں مرزائیوں کو ذلیل ترین شکستیں دی ہیں۔ مرزائی ان کے دلائل کا جواب نہ دے سکے تو ڈیرہ بابا نانک اور ڈلہوزی میں ان پر قاتلانہ

حملے کئے گئے۔ میں مرزائیوں سے نہیں، ان کے خلیفہ مرزا محمود سے کہتا ہوں کہ اگر تم یہ کھیل کھیلنا چاہتے ہو تو میں تمہیں چیلنج دیتا ہوں کہ مرد میدان بنو۔ اب لال حسین اختر پر حملہ کراؤ پھر احرار کے فداکاروں کی یورش اور قربانیوں کا اندازہ لگانا۔ ایک کی جگہ ایک ہزار سے انتقام لیا جائے گا۔ ہم خون کو رائیگاں نہیں جانے دیں گے۔ ہماری تاریخ تمہارے سامنے ہے۔ ہم محلاتی سازشوں کے قائل نہیں۔ ہم میدان میں ڈٹ کر مقابلہ کرنے والے ہیں۔ ہمیں جو عمل کرنا ہوتا ہے، اس کا واٹرگٹاف الفاظ میں اعلان کر دیتے ہیں۔ حضرت مولانا کی تقریر کیا تھی، شجاعت و ایثار اور حقائق کا ٹھٹھٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ بار بار نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوتے تھے۔ فرمایا ہم وہی ہیں، جن کے 2 درجن سے زائد رضا کار، اسلام اور مسلمانوں کی عزت بچانے کیلئے سینوں پر ڈوگرہ حکومت کی گولیاں کھا کر شہید ہوئے ہیں اور چالیس ہزار نے قید و بند کی مصیبتیں بخوشی برداشت کیں۔

www.kitabosunnat.com

خواب

ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک چٹیل میدان میں ہزاروں لوگ حیران و پریشان کھڑے ہیں۔ میں بھی ان میں موجود ہوں۔ ان کے چاروں طرف لوہے کے بلند و بالا ستون ہیں اور ان پر زمین سے لے کر قد آدم تک خاردار تار لپٹا ہوا ہے۔ تار کے اس حلقے سے باہر نکلنے کا کوئی دروازہ یا راستہ نہیں۔ ہزاروں اشخاص کو اس میں قید کر دیا گیا ہے۔ ان میں چند میری شناسا صورتیں بھی ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ ہمیں اس مصیبت میں گرفتار کیوں کیا گیا ہے؟ انہوں نے مجھے جواباً کہا کہ ہمیں احمدیت کی وجہ سے مخالفین نے یہاں بند کر دیا ہے۔ یہاں سے کچھ فاصلہ پر ”مسج موعود“ پلنگ پر سوئے ہوئے ہیں۔ انہیں ہماری خبر نہیں کہ وہ ہماری رہائی کیلئے کوشش کر سکیں۔ ہم میں سے کسی کے پاس کوئی اوزار نہیں کہ جس سے خاردار تار کو کاٹ کر باہر نکلنے کا راستہ بنایا جاسکے۔ میں نے خاردار تار کے چاروں طرف گھومنا شروع کیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک جگہ سے زمین کی سطح کے قریب کا تار ڈھیلا ہے۔ میں زمین پر بیٹھ گیا اور اس تار کو اپنے دائیں پاؤں سے نیچے دبایا تو وہ تار زمین کے ساتھ جا لگا۔ سر کے قریبی تار کو ڈرا سا اور اوپر کودھکا دیا تو دونوں تاروں میں اس قدر فاصلہ ہو گیا کہ میں تار سے باہر نکل آیا۔

مجھے کافی فاصلہ پر پلنگ نظر آیا جس پر مرزا غلام احمد قادیانی چادر اوڑھے لیٹا ہوا تھا۔ میں نہایت ادب و احترام سے پلنگ کے قریب پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس نے اپنے چہرہ سے چار سر کائی تو اس کا منہ قریباً دو فٹ لمبا اور شکل خنزیر کی ہے۔ ایک آنکھ بالکل بے نور اور بند تھی۔ دوسری آنکھ ماش کے دانے کے برابر تھی۔ اس نے کہا میری بہت بری حالت ہے۔ اس کی آواز کے ساتھ شدید قسم کی بدبو پیدا ہوئی۔ اس کی شکل اور بدبو سے میں کانپ گیا اور میری نیند اچاٹ ہو گئی (اور میری نیند جاتی رہی اور میری آنکھ کھل گئی)

دوسرا خواب

ایک رات خواب دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے قریب آدو سو گز آگے جا رہا ہے۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چل رہا ہوں۔ تانت (جس سے روئی دھنی جاتی ہے) کا ایک سرا اس کی کمر میں بندھا ہوا ہے اور دوسرا سرا میری گردن میں۔ ہمارا سفر مغرب سے مشرق کی طرف ہے۔ دوران سفر راستہ پر دائیں طرف ایک نہایت وجیہ شخص نظر آئے۔ سفید رنگ، درمیانہ قد، روشن آنکھیں، سفید پگڑی، سفید لمبا کرتہ، سفید شلوار، مسکراتے ہوئے مجھے فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ جہاں میرے آگے جانے والے مجھے لے جا رہے ہیں۔ کہنے لگے جانتے ہو یہ کون ہے؟ اور تمہیں کہاں لے جا رہا ہے؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ یہ کون ہیں اور مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔ فرمانے لگے یہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ خود جہنم کو جا رہا ہے اور تمہیں بھی وہیں لیے جا رہا ہے۔ میں نے کہا کہ دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں جو جان بوجھ کر جہنم میں جائے اور دوسروں کو بھی جہنم میں لے جائے۔

انہوں نے کہا کہ مسلمان کذاب کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے عدا جہنم کا راستہ اختیار نہ کیا تھا؟ میں ان کی اس دلیل کو جواب نہ دے سکا تو فرمانے لگے غور سے سامنے دیکھو۔ میں نے سامنے نگاہ کی تو مجھے دور حدنگاہ پر زمین سے آسمان تک سرخی دکھائی دی۔ انہوں نے پوچھا جانتے ہو، یہ سرخ رنگ کیا ہے؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ کہنے لگے یہی تو جہنم کے شعلے ہیں۔ میں حسب سابق چل رہا تھا۔ وہ بھی میرے ساتھ ساتھ قدم اٹھائے جا رہے تھے۔ وہ غائب ہو گئے۔ میں بدستور اس شخص (غلام احمد قادیانی) کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ ہم سرخی (جہنم کے شعلوں) کے قریب ہو رہے تھے۔ اب تو مجھے حرارت بھی محسوس ہونے لگی۔ وہ وجیہ شخصیت پھر نمودار ہوئی۔ انہوں نے تانت پر ضرب لگائی۔ تانت ٹوٹ گئی اور میں نیند سے بیدار ہو گیا۔

مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ

اسلام اور مرزا قادیانی کے عقائد میں بعدالمشرقین ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے معجون مرکب عقائد کی تائید کے لئے خواہشات نفسانی سے ایسے خلاف شریعت الہام گھڑ لئے تھے جنہیں اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ انہیں خلاف قرآن و حدیث الہامات کے صدقے میں محدثیت، مہدویت، مسیحیت، محمدیت، کرشنیت، جے سنگھیت، ظلیت، بروزیت، نبوت وغیرہ کے دعاوی کر بیٹھے۔ اس پر بھی بس نہ کی اور صبر نہ آیا تو غضب یہ ڈھا دیا کہ خدا کا بیٹا بنے۔ مسئلہ ارتقاء کے ماتحت ترقی کی تو خود خدا ہونے کا اعلان کر کے نئے زمین و آسمان پیدا کرنے کے بعد تخلیق بنی نوع انسان کا دعویٰ کر دیا۔ آخری میدان یہ مارا کہ اپنے پیدا ہونے والے بیٹے کی مثال اللہ تعالیٰ سے دی اور لکھ دیا۔

فرزند دلہند گرامی وارجمند مظهر الاول والاخر مظهر الحق والعلاء کان اللہ نور من السماء یعنی میرا پیدا ہونے والا بیٹا گرامی ارجمند ہوگا، اول و آخر کا مظهر ہوگا اور وہ حق اور غلبہ کا مظهر ہوگا۔ گویا خدا آسمان سے اترے گا۔“ (ازالہ اوہام صفحہ 151 مندرجہ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 180 از مرزا قادیانی)

مرزا صاحب کے اسی قسم کے عقائد باطلہ تھے جن کی بنا پر علمائے اسلام نے مرزا پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ اس وقت ہم اپنی طرف سے ان اقوال پر زیادہ جرح اور تنقید نہیں کرنا چاہتے بلکہ مرزا صاحب کے دعادی اور عقائد انہیں کے الفاظ میں ناظرین تک پہنچا دیتے ہیں۔ مرزا صاحب اپنی نسبت لکھتے ہیں:

”میں محدث ہوں۔“ (حماۃ البشریٰ صفحہ 79 مندرجہ روحانی خزائن جلد 7 ص 292 از مرزا قادیانی)
ان الفاظ میں مجددیت کا دعویٰ کا ہے:-

رسید مژدہ ز غیم کہ من ہاں مروم
کہ او مجدد ایں دین و راہنما باشد

(ترجمہ): ”مجھے غیب سے خوشخبری ملی کہ میں وہ مرد ہوں کہ اس دین کا مجدد اور راہنما ہوں۔“

(درمبین فارسی صفحہ 136، تریاق القلوب صفحہ 4 مندرجہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 132 از مرزا قادیانی)

اپنی مہدویت کا اعلان کرتے ہیں:

”میں مہدی ہوں۔“ (معیار الاخبار صفحہ 11، مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 278 از مرزا قادیانی)

آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے، وہ بھی اس مثل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمدؐ

جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی طرف اشارہ ہے مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں۔ یعنی جامع جلال و جمال ہیں لیکن آخری زمانہ میں بر طبق پیشگوئی مجرد احمد، جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے، بھیجا گیا۔“

(”ازالہ اوہام“ صفحہ 673، مندرجہ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 463 از مرزا قادیانی)

اگرچہ اس عبارت میں مرزا صاحب نے لکھ دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی

جامع جلال و جمال ہیں۔ ان الفاظ کے لکھنے سے صرف یہ مقصد نظر آتا ہے کہ اگر ابتداء میں ہی صاف طور پر لکھ دیا کہ آنحضرت ﷺ احمد نہیں تو عامۃ المسلمین متفرق ہو جائیں گے۔ لیکن آیت کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیا ہے، جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی مندرجہ سورہ صف حضرت سیدنا و مولانا مصطفیٰ ﷺ کیلئے

نہ تھی بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کیلئے تھی۔

”تزیاق القلوب“ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

منم مسیح زماں منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(ترجمہ) ”میں مسیح زمان ہوں۔ میں کلیم خدا یعنی موسیٰ ہوں۔ میں محمد ہوں۔ میں احمد مجتبیٰ ہوں۔“

(تزیاق القلوب صفحہ 3 مندرجہ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 134 از مرزا قادیانی)

دوسری جگہ اس کی مزید تشریح کرتے ہیں:

”خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر شہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب

کیے ہیں۔ میں آدم ہوں۔ میں شیث ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں۔ میں اسحاق ہوں۔ میں اسماعیل ہوں۔ میں یعقوب ہوں۔ میں یوسف ہوں۔ میں موسیٰ ہوں۔ میں داؤد ہوں۔ میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔“

(حاشیہ ”حقیقت الوحی“ صفحہ 72 مندرجہ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 76 مرزا قادیانی)

اپنی اسی کتاب میں پھر لکھا ہے:

”دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ ”براہین احمدیہ“ میں خدا نے فرمایا

ہے کہ میں آدم ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں، یعنی بروزی طور پر، جیسا کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیے اور میری نسبت جوری اللہ فی حلل الانبیاء فرمایا۔ یعنی خدا کا رسول نبیوں کے پیرایوں میں۔ سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جائے اور ہر ایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعہ ظہور ہو۔“

(تتمہ ”حقیقت الوحی“ صفحہ 84-85 مندرجہ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 521 از مرزا قادیانی)

اپنی مجددیت اور مہدویت کی شان کو دوبالا کرنے کیلئے یوں گویا ہوئے ہیں:

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں

نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(”براہین احمدیہ“ حصہ پنجم، صفحہ 103 مندرجہ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 133 از مرزا قادیانی)

ناظرین کرام! حوالہ جات بالا سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا ہے کہ مرزا صاحب نے کس دیدہ

دلیری سے تمام انبیاء علیہم السلام کے نام اپنی طرف منسوب کئے ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ ہر نبی کی شان مجھ میں پائی

آدم نیز احمد مختار
در برم جامعہ ہمہ ابرار
آنچه داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام

(درئین فارسی صفحہ 171، نزول المسح صفحہ 99 مندرجہ ذیل روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 477 از مرزا قادیانی)

(ترجمہ) ”میں آدم ہوں، نیز احمد مختار ہوں۔ میں تمام نیکوں کے لباس میں ہوں۔ خدا نے ہر پیالے ہر نبی کو دیئے ہیں، ان تمام پیالوں کا مجموعہ مجھے دے دیا ہے۔“

لاہوری احمد یو! خدا کیلئے انصاف سے جواب دو کہ کیا مرزا صاحب کے ان اشعار کا یہ مفہوم نہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات کا مجموعہ کہہ رہے ہیں؟ اور اپنے آپ کو کسی نبی سے درجہ میں کم نہیں سمجھتے۔ اسی ادعا ناروا کو اس شعر میں دہرایا ہے۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بے
من بعرفان نہ کمتر ز کسے

(درئین فارسی صفحہ 172، نزول المسح صفحہ 100، مندرجہ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 478 از مرزا قادیانی)

(ترجمہ) ”اگرچہ دنیا میں بہت سے نبی ہوئے ہیں، میں عرفان میں ان نبیوں میں سے کسی سے کم نہیں ہوں۔“ حیرت ہے کہ مرزا صاحب نے صرف اتنا ہی نہیں کہا کہ میں نبوت کی ایسی معجون ہوں جو تمام نبیوں کے کمالات سے مرکب ہوں بلکہ اس سے اوپر بھی ایک اور چھلانگ لگا کر دنیا کو اطلاع دی ہے کہ میں وہ تھیلا ہوں کہ جس میں تمام نبی بھرے پڑے ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

زندہ شد ہر نبی باندنم
ہر رسولے نہاں بہ پیرا ہنم

(درئین فارسی صفحہ 173، مندرجہ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 478 از مرزا قادیانی)

(ترجمہ) ”میری آمد کی وجہ سے ہر نبی زندہ ہو گیا۔ ہر رسول میرے پیرا ہن میں چھپا ہوا ہے“ ایک جگہ پر بڑائی کا ظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

(”براہین احمدیہ“ حصہ پنجم، صفحہ 90 روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 117، 118 از مرزا قادیانی)

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کر
مرزا صاحب فرماتے ہیں:

روضہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

(در تئیسین اردو صفحہ 84، براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 113 مندرجہ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 144 از مرزا قادیانی)

معزز ناظرین! اس شعر میں مرزا صاحب کس بلند آہنگی سے اعلان کر رہے ہیں کہ تہذیب، شرافت، تمدن اور معاشرت انسانی کا جو باغ حضرت آدم علیہ السلام نے لگایا تھا، وہ ایک تلک ادھورا اور نامکمل تھا۔ اب میرے آنے کی وجہ سے وہ انسانیت کا باغ پھولوں اور پھلوں سے بھر گیا ہے۔ یعنی میرے آنے سے دنیا کا کارخانہ مکمل ہوا ہے اور جب تک میں نہیں آیا تھا، دنیا نامکمل تھی۔ اگر میں پیدا نہ ہووتا تو یہ تمام جہان بھی عالم وجود میں نہ آتا۔ نہ چاند، سورج اور سیارے ہوتے، نہ زمین بنتی، نہ نسل انسانی کا نام و نشان ہوتا۔ نہ انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث ہوتے، نہ قرآن مجید نازل ہوتا۔ غرض یہ کہ زمین و آسمان کا ہر ذرہ غلام احمد قادیانی کی وجہ سے ہی پیدا کیا گیا۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے اپنا الہام بیان کیا ہے:

لولاک لما خلقت الافلاک

(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات طبع چہارم صفحہ 556 از مرزا قادیانی)

(ترجمہ) اے مرزا! ”اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔“
.....☆.....☆.....☆.....☆.....
بقیہ صفحہ نمبر 35 پر

اپنے موبائل سے ختم نبوت، مستند اسلامی مسائل باحوالہ احادیث اور اصلاحی و معلوماتی SMS بالکل مفت حاصل کرنے کیلئے
HAQ4YAR1 لکھ کر 9900 پر Send کریں۔ **FOLLOW HAQ4YAR313** لکھ کر 40404 پر بھیج دیں۔
 رابطہ نمبر: 0301-3005313 مولانا محمد طیب طوفانی

سید منیر احمد (جرمنی)

دورخ کی آگ سے کنارہ کشی

میرانام سید منیر احمد ہے اور میری عمر اس وقت تقریباً 57 سال ہے۔ ہم سید ہیں، اور ہمارے بزرگ چار سو سال قبل بخارا سے تبلیغ اسلام کیلئے ہندوستان تشریف لائے تھے اور پھر یہیں کے ہو گئے۔ میرے والد صاحب نے قادیانیت قبول کی تھی، اس طرح میں پیدائشی قادیانی تھا۔ میں پاکستان میں پاکستانی فوج اور پھر پاکستان پولیس میں ملازم رہا ہوں۔ اس کے بعد تقریباً تین سال چناب نگر (سابق ربوہ) میں تیسرے قادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد کے بیٹے مرزا فرید احمد کی ایمپسی سگریٹ کی ایجنسی چلاتا رہا۔ (منافقت کی بھی حد ہوتی ہے، مرزا ناصر نے ربوہ میں کھلے عام سگریٹ پینے پر پابندی لگائی ہوئی تھی) یہاں جرمنی میں مختلف کام کئے ہیں۔ میں جرمنی کے شہر ”آخن“ کی جماعت میں لوکل طور پر زعمیم انصار اللہ، سیکرٹری امور عامہ رہا ہوں اور ریجن نارڈرباٹن کی اصلاحی کمیٹی کا ممبر تھا۔

آج سے تقریباً چھ یا سات سال پہلے محرم الحرام کا مہینہ تھا۔ میں رات دو بجے نماز تہجد پڑھ کر سویا تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر بہت سے لوگ اکٹھے ہیں جیسے کسی کی انتظار میں ہیں تو میں بھی وہاں پر چلا گیا تو ایک بزرگ بہت خوبصورت، سفید رنگ داڑھی وہاں کھڑے ہیں تو میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں تو وہ بزرگ کہنے لگے، آپ کو معلوم نہیں کہ یہاں سے پیارے آقا محمد ﷺ گزرنے والے ہیں۔ اس پر میں بھی وہاں کھڑا ہو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ قادیانی جماعت کا چوتھا خلیفہ مرزا طاہر چند آدمیوں کے ساتھ کھڑا رو رہا ہے۔ یعنی اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں تو میں ان بزرگوں سے پوچھتا ہوں کہ یہ قادیانی جماعت کا بادشاہ کیوں رو رہا ہے تو اس بزرگ نے کہا کہ یہ بھی حضور اکرم ﷺ سے ملنے آیا تھا لیکن آپ ﷺ نے اس کو ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قادیانی مجھے یعنی نبی کریم ﷺ کو نہیں مانتے۔ اتنے میں، میں سامنے دیکھتا ہوں تو کچھ لوگ سامنے سے گزرنے لگتے ہیں۔ میں نے ان بزرگ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں، نور سے بنے ہوئے اور اتنے خوبصورت۔ بزرگ نے جواب میں کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہیں۔ میں نے پھر پوچھا کہ یہ سب کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ تو وہ بزرگ جواب دیتے ہیں کہ آج محرم کی دسویں ہے اور حضرت رسول کریم ﷺ اور چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر دعائے مانگنے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، میں نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ اب اس سے زیادہ واضح کس اشارے کا انتظار کرو گے، اس کے چند دن بعد میں نے گھر کے قریب ایک عربی مسلمانوں کی مسجد میں جا کر اپنے حق کو قبول

کو قبول کرنے اور جھوٹے مذہب قادیانیت سے برأت کا اعلان کر دیا۔ میرے ساتھ میری اہلیہ اور چار بچوں نے اسلام قبول کیا۔ الحمد للہ

جھوٹے مدعی نبوت آنجنہانی مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی ذریت نے نت نئی تاویلیں کر کے، معنوں میں تحریف کر کے اور جھوٹے دعوے کر کے جھوٹ کاروبار کھڑا کر دیا ہے اور سادہ لوح لوگوں سے یا جدت پسند لوگوں کو بیوقوف بنایا ہوا ہے لیکن جب بنیادی باتوں کا علم رکھنے والا مسلمان ان سے قرآن اور حدیث کے مطابق بات کرنے لگے، تو اکثر لا جواب ہو کر تو ایسے بھاگتے ہیں کہ پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے، لیکن بھاگنے سے پہلے دعویٰ کرتے ہیں کہ میں جلد ہی آپ کی بات کا جواب لے کر حاضر ہوں گا، لیکن ان کے نبی کے وعدے کی طرح ان کا وعدہ بھی کبھی پورا نہیں ہوتا۔

بھاگتے کیوں ہو؟ اس فقرہ کے سب سے زیادہ مصداق اور حقدار اگر دنیا میں کوئی ہیں تو وہ قادیانی جماعت اور اس کے سرگرم کارکنان ہیں۔ جس طرح سے یہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور اس کے ذریعہ خدا کی سچی تعلیم سے بھاگتے ہیں، ان پر قرآن کریم کی یہ آیت صحیح چسپاں ہوتی ہے۔ جاء الحق و دھق الباطل۔

اکتوبر 2002ء کی بات ہے جب میں نے قادیانی جماعت سے عملی علیحدگی اختیار کر لی تھی، لیکن باقاعدہ دین اسلام میں نے جنوری 2003ء میں قبول کیا۔ اکتوبر 2002ء کی بات ہے کہ میرا سگا بھائی (جواب میرے اسلام قبول کرنے بعد سابقہ بھائی بن گیا ہے) شبیر احمد شاہ، جو اوسنا بروک، جرمنی میں رہتا ہے، کئی سال پہلے وہ قادیانی جماعت اوسنا بروک کا صدر بھی رہ چکا ہے، عقل سے کورا ہے اور دماغ اگر خالی نہیں تو بھس بھرا ہوا ہے، میرے جماعت سے لا تعلق ہونے کا سن کر میرے ساتھ دین کے معاملے میں بحث کرنے آیا۔ اس نے چند احادیث پڑھیں اور وہی چند احادیث ہر قادیانی اپنے دلائل میں پیش کرتا ہے۔ جب میں نے ان کے جوابات دئے اور پھر سوال کئے تو وہ میری کسی ایک بات کا بھی جواب نہ دے سکا اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کر چلا گیا کہ میں تمہارے سوالات کا جواب تمہیں ضرور دوں گا۔ تقریباً چھ ماہ تک بالکل کوئی جواب نہ آیا اور چھ ماہ کے بعد بجائے اس کے کہ خود سامنے آ کر بات کرتا یا جواب دیتا، انہی احادیث کی فوٹو کاپیاں جو اس نے پہلے میرے سامنے پڑھی تھیں، میرے لیٹر بکس میں چوروں کی طرح ڈال کر چلا گیا۔ اگر اس کے پاس کوئی سچائی ہوتی تو وہ اندر آتا، ہم اس کو عزت سے بٹھاتے اور وہ بات کرتا، لیکن اس کا علم تھا کہ اس کے پاس جواب نہیں، اس لئے اس نے ایسا طرز عمل اختیار کیا۔ پھر میں نے اس کو خط لکھا اور اس کو دعوت دی کہ میرے ساتھ آ کر اسلام اور قادیانیت پر بات کرے لیکن اس کے جواب میں اپنی جماعت کے اشارے پر میرے خلاف سازشیں تو کرتا رہتا ہے لیکن سامنے آ کر بات کرنے کی ہمت نہیں اور نہ ہی آج تک اس نے اس کا جواب دیا ہے۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ ہے کہ اوسنا بروک میں ہی ایک نہایت ایمانی غیرت والی خاتون محترمہ شکلیہ طریق صاحبہ زوجہ جناب محمد طارق صاحب رہائش پذیر ہیں۔ ان کو جب پتہ چلا کہ قادیانی خواتین، کم علم رکھنے والی مسلم خواتین کو بہکانے کی کوشش کرتی ہیں تو انہوں نے اپنے گھر کے قریب رہنے والی خاتون رضوانہ ملک کو کئی دفعہ اسلام اور قادیانیت پر گفتگو کی دعوت دی، اس کو جب اندازہ ہوا کہ شکلیہ طارق صاحبہ کے سامنے کوئی غلط بات نہیں چلے گی تو اس نے بحث یا گفتگو کرنے سے انکار کر دیا، آخر اس نے قادیانی عورتوں کی تنظیم لجنہ کی مقامی صدر کو پیغام بھیجا کہ میں آپ سے قادیانیت اور اسلام کے موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں، اور اس کیلئے میں آپ کی عبادت گاہ میں بھی آنے کو تیار ہوں، لیکن قادیانی عورتوں کی صدر نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ ہم ایسی بحث ہی نہیں کرنا چاہتیں، حالانکہ لجنہ کی تنظیم کے تحت ”یوم تبلیغ“ مسلمانوں سے بحث کرنے کیلئے ہی منائے جاتے ہیں۔

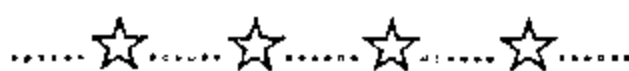
ہمارے دونو جوانوں چوہدری نعیم سلیم صاحب اور چوہدری شہزاد صاحب نے کئی مرتبہ قادیانیوں کی ویب سائٹ پر پیغام بھیجا کہ ہم آپ سے، آپ کے عقائد کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہیں لیکن آج تک ان کو جواب نہیں آیا، ایک دفعہ ایک قادیانی اپنی جماعت کی اجازت کے تحت آیا لیکن وہ کسی بات کا جواب نہ دے سکا اور یہ کہہ کر کہ میں اپنے چچا شبیر سے پوچھ کر یا جماعت کے چچوں (عہدیداروں) سے پوچھ کر جواب دوں گا، اور باوجود کئی بار ٹیلیفون پر یاد دہانی کے وہ نہیں آیا۔ کوئی قادیانی مبلغ کہیں راستے میں مل جائے تو پوچھو کہ کدھر سے آرہے ہو یا کدھر جا رہے ہو، تو جواب ملتا ہے کہ عبادت گاہ سے آرہا ہوں یا مسجد میں جا رہا ہوں، اور کئی بار منہ سے شراب کی بو آرہی ہوتی ہے۔ بقول ”منہ سے بد بوئے شراب، لبوں پہ مسجد نام۔ یہ ہے احمدیوں کی شان، یہ ہے قادیانیوں کی پہچان۔“

اسی طرح کئی قادیانی مبلغ بڑی اکڑ اور پھوں پھاں کرتے تھے، کمزور ایمان والوں کو رعب میں لینے کی کوشش کرتے تھے، اس طرح کئی مسلمان ان کے رعب میں آچکے تھے کہ ایک باغیرت مسلمان چوہدری محمد سلیم سینہ تان کر آگے آئے اور قادیانیوں کو لاکارا، اورنگی تلوار کی طرح ان کے سامنے کھڑے ہو گئے، اب یہ حال ہے کہ قادیانی ان کو دیکھ کر راستہ چھوڑ جاتے ہیں، اور جب خاکسار نے اسلام قبول کر لیا تو قادیانی جماعت نے دیکھا کہ یہ میرے ساتھ آکر کھڑے ہو گئے ہیں تو وہ کسی شرارت (حملہ وغیرہ) سے باز رہے۔

قادیانی تبلیغ کرتے ہیں، بحث بھی کرتے ہیں، نابالغ بچوں سے، گھریلو عورتوں سے، یا پھر حواس باختہ لوگوں سے، جس کی بہترین مثال ایک جرمن ہے جو قادیانی ہے اور پہلے وہ ہر قسم کا نشہ کرتا تھا اور پیوں کا سردار تھا۔ اب ان کیلئے پریس سیکرٹری کے طور پر کام کرتا ہے یا پھر یہاں کچھ لڑکے ہیں جو شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں اور زنا کے بعد زانیوں کو تبلیغ کرتے ہیں۔ ان کے نبی نے بھی شراب افیون کو استعمال کیا اور کرایا، نامحرم عورتوں سے ٹانگیں دیوائیں اور خلوتوں میں پوری پوری رات خدمتیں لیں، اگر وہی کام اس کے ماننے والے کر رہے ہیں،

قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کا الہام ہے کہ ”میں تیرے ماننے والوں کو علم میں دوسروں پر برتری دوں گا“ اور اس نبی کے الہام کا یہ حال ہے کہ یہاں جرمی میں ایک ہمارے بہت ہی نڈر مجاہد ختم نبوت سابق قادیانی شیخ راحیل احمد صاحب ہیں، وہ رد قادیانیت کے کام میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ میں نے قادیانیت کے دفاع کیلئے بہت کچھ کیا ہے اب اس کا کفارہ ادا کر رہا ہوں، اللہ قبول فرمائے، انہوں نے قادیانی خلیفہ مسرور احمد کو اب تک تین کھلے خطوط لکھے ہیں، اور بے شمار جگہ وہ شائع ہو چکے ہیں اور نہ صرف مرزا مسرور احمد کو بلکہ دوسرے کئی قادیانیوں کو بھیجوائے ہیں، اور کم از کم چار، پانچ ویب سائٹس نے ان خطوط کو لگایا ہوا ہے اور ان میں سے ایک خط کو مرکز سراجیہ والوں نے اپنی ویب سائٹ www.endofprophethood.com پر لگایا ہے اور چیلنج کیا ہے کہ اس کے مندرجات کو غلط ثابت کرنے والے کو ایک کروڑ روپیہ انعام دیا جائے گا۔ آج تک انہوں نے کسی خط کا جواب نہیں دیا اور اگر قادیانی سچے ہوتے تو نہ صرف جواب دیتے بلکہ ایک کروڑ روپیہ انعام بھی حاصل کرتے۔ کہاں ہے ان کے نبی کا الہام، اگر یہ واقعی خدا کی طرف سے ہوتا تو وہ ان خطوط کے سامنے بے بس نہ ہو جاتے۔

اسی طرح ابھی کچھ عرصہ قبل لندن میں، ناظم اعلیٰ ختم نبوت اکیڈمی مولانا سہیل باوا صاحب کے ساتھ قادیانی مربی مشہود رانا کا مناظرہ ہوا اور اس کی ریکارڈنگ ویب سائٹ پر بھی لگی ہوئی ہے (www.thedefendsofruth.com)، اس کی ویڈیو فلم بھی مہیا کی جاسکتی ہے، اس میں صاف دیکھا جاسکتا ہے کہ مشہود رانا، کس طرح دم دبا کر بھاگا ہے۔ کسی ایک بات کا بھی صحیح جواب نہیں دے سکا اور بہت سی باتوں کے جواب میں مشہود رانا نے خاموشی اختیار کر لی۔ حق کے متلاشی قادیانیوں سے میری درخواست ہے کہ وہ ایک بار غیر جانبدار ہو کر مرزا قادیانی کی کتابوں کا جائزہ لیں، اور پھر سوچیں کہ کیا نبی کے کلام میں ایسا تضاد اور جھوٹ ہو سکتا ہے۔ اللہ ان کی رہنمائی کرے اور ان کو کفر کے اندھیروں سے نکال کر اسلام میں لے آئے۔ آمین۔ میرا پیغام اپنے سابقہ دوستوں اور رشتہ داروں سے جو قادیانی ہیں، یہ ہے کہ ”آپ ایک جھوٹے انسان کے پیچھے آنکھیں بند کر کے چل رہے ہیں، اللہ کے لئے سچے دین اسلام کو پیچا نہیں۔ اس کفر یعنی قادیانیت سے باہر نکل کر دیکھیں کہ سچائی کیا ہے؟ آپ کو جھوٹے اسلام کے نام پر لوٹا جا رہا ہے۔ آپ کی نسلیں برباد ہو رہی ہیں۔ یہ خاندان صرف اپنی عیاشی کیلئے جھوٹ بولتا ہے۔ اب سے درخواست ہے دوزخ کی آگ سے بچیں اور پیارے آقا حضرت محمد ﷺ کا اسلام قبول کریں۔ خدا تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کریں۔ میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو سیدھا راستہ دکھائے۔ آمین۔“



انٹرویو: نصیر احمد آزاد

علامت کے آنسو

خوش قسمت نو مسلم رانا محمد رفیق کی قادیانی مذہب اور نظام کے بارے میں انکشافاتی گفتگو 4 جون 2004ء کو مرکزی جامع مسجد ریلوے کالونی فیصل آباد میں جمعۃ المبارک کے اجتماع میں نعروں کی گونج میں قادیانیت سے تائب ہونے والے رانا محمد رفیق خان نے معروف عالم دین، خطیب، صحافی دانشور جناب صاحبزادہ طارق محمود کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بعد ازاں مشرف بہ اسلام ہونے والے رانا محمد رفیق کے اعزاز میں دعوت عصرانہ دی گئی اور ان کا انٹرویو ریکارڈ کیا گیا۔ یہ انٹرویو قارئین کی دلچسپی اور قادیانیت کے چنگل میں پھنسے ہوئے افراد کو دعوت اسلام کے نکتہ نظر سے پیش کیا جا رہا ہے۔

سوال: رانا صاحب آپ کا خاندانی پس منظر کیا ہے؟ اور آپ کس طرح قادیانیت کے چنگل میں پھنسے؟

جواب: میرا تعلق راجپوت خاندان سے ہے۔ تقسیم سے قبل ہمارے بڑے ضلع جالندھر تحصیل نواں شہر اور موضع کریام کے رہنے والے تھے۔ ہماری زمینیں تھیں، ہمارے خاندان کے دو تین افراد مرزا غلام احمد قادیانی کا شہرہ سن کر قادیان گئے۔ خدا جانے وہ کیوں قادیانی ہو گئے؟ دیکھا دیکھی باقی خاندان والے بھی قادیانی ہو گئے۔ اب میرا پورا خاندان اور سسرال والے قادیانی ہیں۔

سوال: آج کل آپ کہاں رہائش پذیر ہیں؟

جواب: ہم پہلے فیصل آباد رہا کرتے تھے۔ پھر 88 ج ب سہیانہ فیصل آباد میں منتقل ہو گئے۔ آج کل ہماری رہائش ۲۳۳ سی آفیسر کالونی نمبر فیصل آباد میں ہے۔ میں محکمہ واسا میں ملازمت کرتا ہوں۔

سوال: کیا آپ قادیانی عقائد اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ جات سے مکمل طور پر آگاہ تھے؟

جواب: جس طرح مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ اپنے مذہب کو سچا سمجھتا ہے۔ اسی طرح میں بھی قادیانیت کو اس لحاظ سے سچ ہی سمجھتا تھا۔ کیونکہ میں پیدائشی قادیانی تھا۔ باقی قادیانیت پر میرا کوئی خصوصی مطالعہ نہیں تھا۔

سوال: پھر یہ انقلاب کیسے آیا؟ آپ قادیانیت سے کیوں بیزار ہوئے اور بالآخر اس مذہب سے تائب ہو گئے؟

جواب: میں نے عرض کیا کہ میرا قادیانی مذہب کے حوالے سے وسیع مطالعہ نہیں تھا۔ بس جمعہ پڑھ لیتا تھا۔ یا

پھر قادیانی جماعت کی اجتماعات میں شریک ہوتا تھا۔ ظاہر ہے وہاں وہ حسن اخلاق اور بڑی شستہ گفتگو کرتے۔ کسی کے خلاف بولتے نہ تلخی کا اظہار کرتے۔ نہ کسی کو تنقید کا نشانہ بناتے، اصلاحی، تبلیغی اندازہ اور خوش خلقی کا مظاہرہ کرتے جس کے باعث اندر کی قادیانیت میں جھانک کر دیکھنے کا کبھی موقع ہی نہ ملا۔ میرے ایک دوست نے مرزا غلام احمد قادیانی کے حوالے سے ایک کتاب پڑھنے کو دی۔ ان کا ایک خطرناک دعویٰ نظر سے گزرا تو ذہن نے جھٹک دیا۔ کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی جسے ہم حضرت صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ ہمارے ذہنوں میں ان کا ایک تقدس تھا۔ جب مزید دعوے سامنے آئے تو جس میں جھر جھری محسوس ہوئی۔ پھر جب غیر جانبدارانہ طور پر ان دعوؤں پر غور کیا تو مرزا صاحب کی ذات کے حوالے سے تقدس اور عقیدت کے آگے چمکنا چور ہو گئے۔

سوال: مرزا غلام احمد قادیانی کے وہ کونسے دعوے تھے جن کے باعث آپ متنفر ہوئے؟

جواب: میرے ایک کاشیبل دوست نے ایک بار مجھ سے کہا کہ آپ کے مرزا صاحب پر وحی لانے والے فرشتہ کا نام ”پیچی پیچی“ تھا جو اکثر مرزا صاحب کے پاس آتا تھا۔ میں چونکہ لاعلم تھا۔ میں نے فوراً اس کی تردید کر دی اور کہا یہ بات من گھڑت ہے۔ کیونکہ ہمارے مرزا صاحب پڑھے لکھے آدمی تھے۔ ایسی بات بیہودہ آدمی کر سکتا ہے۔ اس جواب میں میرے دوست نے شرط لگانے کو کہا۔ تب میں نے حوالہ طلب کیا۔ ایک اور ملازم سلامت خان صاحب ”حقیقت الوحی“ کتاب لائے۔ جس میں ”پیچی پیچی“ کا ذکر موجود تھا۔ مجھے اس پر بہت ندامت ہوئی۔ جلد ہی ”حقیقت الوحی“ میں مرزا صاحب کا یہ دعویٰ کہ ”اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء کا مظہر ٹھہرایا ہے“ اور مزید یہ دعویٰ کہ ”میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں محمد اور احمد ہوں۔“ (مذکرہ صفحہ 630) پڑھ کر حیران ہوا اور سوچا کہ پھر اللہ کو اتنے نبی بھیجنے کی ضرورت کیا تھی؟ ایک مرزا صاحب ہی کافی تھے۔ اس کے بعد مرزا صاحب کے دیگر دعویٰ جات پڑھتا گیا تو مجھ پر ان اصل حقیقت آشکار ہوتی گئی۔ قرآن مجید کی بعض آیات کو مرزا صاحب نے اپنے اوپر منطبق کیا۔ وما رمیت اذ رمیت ولكن الله وما یہ آیت حضور اکرم ﷺ کی ذات کے حوالے سے نازل ہوئی تھی۔ کہ میرے محبوب دشمن کو پھر آپ نے نہیں بلکہ ہم نے مارے تھے۔ میں نے سوچا کہ مرزا صاحب نے کس جنگ میں حصہ لیا تھا۔ جہاد کو ویسے ہی انہوں نے حرام قرار دیا ہے۔ اس قسم کے حوالوں نے میری آنکھیں کھول دیں۔ ”ایک غلطی کا ازالہ“ مرزا صاحب کی تصنیف کردہ کتابچہ پڑھا۔ جس کے صفحہ 6 پر انہوں نے لکھا ہے: ”محمد رسول الله والدين

معہ اشداء علی الکفار وحماء بینہم۔ اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔“
مرزا صاحب کی ”نزل مسیح“ کتاب پڑھ کر تو مجھے کسی وضاحت طلب کرنے کی یا مزید غور فکر کی
ضرورت کی گنجائش ہی باقی نہ رہی کہ جب انہوں نے اللہ کا نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ اپنی وحی
کے بارے میں کہا وہ ایسی ہی پاک وحی ہے جیسے دوسروں نبیوں پر نازل ہوتی ہے۔ مرزا صاحب نے
قرآن مجید کو اپنے منہ کی باتیں قرار دیا۔ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ کس قدر لغو ہے کہ قرآن مجید قادیان
کے قریب نازل ہوا۔ یہ تمام حوالے پڑھ کر میرا ضمیر جاگ اٹھا۔ میں نے کسی کی تبلیغ سے یا کسی ترغیب
سے اسلام قبول نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ضمیر کی آواز اور دل کی پکار نے مجھے اسلام
قبول کروایا ہے۔

سوال: مرزاویت کو چھوڑ کر اسلام کو قبول کرنے کے بعد آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟

جواب: میں نے تقریباً گزشتہ دس ماہ خود ہی قادیانی مذہب پر غور و خوض کیا۔ اب میں اپنے آپ کو صحیح مسلمان
سمجھتا ہوں۔ جس دن سے اسلام قبول کیا، میں اپنے آپ کو ہلکا محسوس کرتا ہوں۔ یقین کریں پہلے ضمیر
بوجھل تھا۔ اب روحانی سکون اور آسودگی میسر آئی ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اسلام پر
استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

سوال: رانا صاحب آپ کو مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نے جھنجھوڑا اور آپ نے سچا دین اختیار کر لیا
۔ باقی قادیانی اس طرح کیوں نہیں سوچتے؟

جواب: اصل بات یہ ہے کہ پیدائشی مذہب والے اکثر اپنے مذاہب پر کم ہی غور کرتے ہیں۔ جس گھر
میں آنکھیں کھولیں، وہی مذہب اپنایا، اختیار کیا اور اُسے سچ جان لیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج کا دور
مشینی ہے۔ لوگوں کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ اپنے مذہب پر تحقیق کریں۔ مذہبی کتابیں بہت کم لوگ
پڑھتے ہیں۔ اسی طرح نئی نسل بھی نام کی قادیانی ہے۔ اگر بالفرض وہ اپنے مذہب پر غور بھی کریں تو ان
کو جتنی مراعات حاصل ہیں اور بطور اقلیت وہ اتنے منظم ہیں کہ کسی قادیانی کا کوئی کام نہیں رکتا۔ جبکہ
مسلمان دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔

سوال: قادیانیوں کی نئی نسل کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: نئی نسل کو ان سے خاص شغف نہیں۔ وہ اچھا روزگار، اچھا معیار زندگی، دنیوی آسائش اور موج میلہ
چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے قادیانیوں کی نئی نسل یورپ، امریکہ، مغربی جرمنی یعنی بیرون دنیا کا رخ کئے
پھرتی ہے۔ البتہ اگر نئی نسل کو قادیانی عقائد اور بالخصوص مرزا غلام احمد قادیانی کی خرافات سے آگاہ کیا

جائے اور وہ اخلاص سے اس پر غور کریں تو انہیں دائرہ اسلام میں لایا جاسکتا ہے۔

سوال: رانا صاحب قادیانی جماعت بہت پراپیگنڈہ کرتی ہے کہ ہماری تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے اور لوگ قادیانیت میں داخل ہو رہے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: یہ بالکل غلط ہے۔ قادیانی جماعت جس طرح دعویٰ کرتی ہے، اس طرح اب تک تو آدھی دنیا کو قادیانی ہو جانا چاہئے تھے۔ یہ محض پراپیگنڈہ کی حد تک ہے۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

سوال: آپ کو یاد ہوگا مرزا طاہر بیرون ملک بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے برطانیہ میں جلاوطنی کی زندگی گزاری۔ مرزا طاہر کیوں ضرار ہوئے تھے۔

جواب: آپ نے بہت اچھا سوال کیا۔ میری اطلاع کے مطابق ان کے خلاف قتل کا مقدمہ درج تھا۔ حکومت انہیں گرفتار کرنا چاہتی تھی۔ مرزا طاہر جماعتی مشن، دینی مقصد یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا خدمت کیلئے بیرون ملک نہیں گئے تھے بلکہ اپنی جان بچانے کی خاطر فرار ہوئے تھے۔ اسی سے آپ اندازہ لگائیں کہ وہ اپنی اقلیت اور مذہب کے معاملے میں کتنے مخلص تھے؟ جنرل محمد ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس نافذ کیا تھا۔ لیکن مرزا طاہر اپنی اقلیت کو بے یار و مددگار چھوڑ کر بھاگ گئے۔

سوال: رانا صاحب اب یقیناً آپ نے قادیانی جماعت کے اندرونی نظام پر غور کیا ہوگا۔ آپ کے قادیانی جماعت کے بارے میں کیا تاثرات ہیں۔

جواب: رائل فیملی کی حکومت ہے۔ کوئی ان کے خلاف بول نہیں سکتا۔ وہ جو چاہیں کریں۔ کوئی گرفت نہیں۔ جماعت کا نظا آمرانہ اور جابرانہ ہے۔ جماعت کی قیادت کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو دبا دیا جاتا ہے۔ بس قادیانی جماعت کا منشور چندہ کا حصول اور مسلمانوں کو گمراہ کرنا ہے۔ ہر قادیانی اپنی آمدنی کا دس فیصد جماعت کو دینے کا پابند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رائل فیملی عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتی ہے۔

سوال: آپ یہ بتائیں کہ قادیانی مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے کون سے طریقے استعمال کرتے ہیں؟

جواب: پہلے تو وہ ٹارگٹ بناتے ہیں کہ کس کس مسلمان کو اپنے جال میں پھنسانا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ ان سے تعلقات اور دوستی بڑھانا شروع کرتے ہیں۔ انتہائی اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جواب میں نرمی کو دیکھ کر گھریلو مراسم بھی پیدا کرتے ہیں۔ انہیں اپنے ہاں دعوت پر مدعو کرتے ہیں۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے شکار کو چناب نگر مرکز میں لے جائیں۔ وہاں خوب آؤ بھگت ہوتی ہے اور خاطر تواضع کی جاتی ہے۔ پھر وہ اپنی تبلیغ شروع کرتے ہیں اور طرح طرح کے ڈورے ڈالتے ہیں کہ آپ ہمارا بیعت

فارم پڑ کر دیں۔ جماعت آپ کی ہر طرح مدد کرنے کی۔ گھر میں کوئی نوجوان بے روزگار ہے تو یہ لالچ دیں گے کہ لڑکے کو اچھی ملازمت یا بیرون ملک بھیج دیا جائے گا۔ اس طرح مختلف قسم کی ترغیبات، تحریص اور لالچ دے کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سوال: رانا صاحب کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گے کہ گمراہ قادیانیوں کو کس طرح دامن اسلام سے وابستہ کیا جاسکتا ہے؟

جواب: اس میں شک نہیں کہ قادیانی جماعت کے پاس بہت وسائل ہیں۔ بے دریغ دولت ہے۔ لیکن مذہب اخلاص اور کردار سے پھیلتا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ قادیانیت کو اسلام کے لبادہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ اگر قادیانیت کو قادیانیت کے نام سے پیش کیا جاتا تو یہ جھوٹا مذہب کب کا ختم ہو گیا ہوتا۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر مسلمان ختم نبوت کا مبلغ بنے۔ اپنے دفتر میں، محکمہ میں، اپنی آبادی میں جہاں جہاں قادیانی ہیں۔ مسلمان ان کو ملیں، مرزا قادیانی کی کتابیں اور حوالہ جات دکھائیں۔ اسلام کے خلاف، انبیاء کرامؑ کے خلاف، صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؑ کے خلاف ان کی خرافات اور ان کے جھوٹے دعوے انہیں دکھائے جائیں۔ بہت محنت کی ضرورت ہے۔ امید ہے ان کی محنت اور اخلاص ضرور رنگ لائے گا۔

سوال: چونکہ آپ کسی کی تبلیغ سے مسلمان نہیں ہوئے۔ تو پھر آپ نے قبول اسلام کیلئے اس مرکز کا خصوصاً صاحبزادہ طارق محمود صاحب کا انتخاب کیوں کیا؟

جواب: مولانا تاج محمود مرحوم کا نام بہت سن رکھا تھا۔ بلکہ قادیانی کہا کرتے تھے یہ مولوی ہمارے لئے بہت خطرناک ہے۔ ہوا یہ کہ دل میں جب مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیا تو اتفاقاً میرے ایک دوست خالق ڈوگر صاحب جمعہ کیلئے مجھے یہاں لے آئے۔ صاحبزادہ طارق محمود کا سیرت النبی ﷺ پر بیان تھا۔ جس نے مجھے بہت متاثر کیا۔ دل نے فیصلہ دیا کہ اسی مرد مجاہد کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں گا۔ چنانچہ اگلے جمعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سعادت بخش دی کہ قادیانی قلعہ کی بنیادوں کو ہلا دینے والے مجاہد ختم نبوت مولانا تاج محمودؒ کے جانشین صاحبزادہ طارق محمود صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ میں شکر گزار ہوں مولانا اور نمازیوں کا جنہوں نے میرے ساتھ اس قدر محبت و پیار کا مظاہرہ کیا اور جس قدر میرا اکرام کیا گیا، میں ساری زندگی نہیں بھول سکوں گا۔

سوال: رانا صاحب آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے قیمتی وقت نکال کر ہمیں فتنہ قادیانیت کے بارے میں بہترین معلومات فراہم کیں۔

جواب: آپ کا بھی بے حد شکریہ۔

انٹرویو: مولانا سہیل باوا، ختم نبوت اکیڈمی، لندن

میں نے حق کو پالیا

قادیانیت سے تائب ہونے والے خوش نصیب

جناب شاہد کمال احمد کے قبول اسلام کی ایمان افروز باتیں

طویل قامت، کشادہ پیشانی، سیاہ آنکھیں اور ہڈ تکلف لب و لہجہ کے حامل 38 سالہ شاہد کمال احمد فلہام لندن کے رہائشی ہیں۔ کل تک شاہد کمال احمد لندن کے ایک ایسے شہری تھے کہ جنہیں زبان، رنگ، نسل عقیدے، فرقے یا مذہب کے حوالے سے کوئی امتیاز حاصل نہ تھا مگر جمعہ 10 دسمبر کو لندن کے وقت کے مطابق تقریباً ڈیڑھ بجے انہیں ایک ایسی سعادت نصیب ہوئی کہ جس نے شاہد کمال احمد کو ظاہری و باطنی اعتبار سے ایک ایسا مقام و مرتبہ عطا کیا کہ جو متلاشیان حق کا خاصہ رہا ہے۔

ختم نبوت اکیڈمی لندن کی مسجد عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ سے آراستہ تھی اور اس کے روح رواں شاہد کمال احمد ہی تھے۔ شاہد کمال احمد کو یہ عزت و مرتبہ اس لئے نہیں ملا کہ انہوں نے اسلام قبول کیا بلکہ درحقیقت ان کی عزت و تکریم کیلئے آئے ہوئے ان سے دگنی عمر کے بزرگ انہیں صرف اس وجہ سے مبارک باد اور گلہ دستے پیش کر رہے تھے کہ انہوں نے تلاش حق کی منزل بڑی عرق ریزی کے بعد حاصل کی تھی۔ شاہد کمال احمد پیدائشی قادیانی تھے، ان کے بزرگوں سے انہیں جو تعلیم و تربیت ملی، وہ قادیانیت پر مبنی تھی۔ انہیں قادیانیت کو اسلام کہہ کر اس کے بارے میں ضروری تعلیمات دی گئی تھیں مگر اللہ عز و جل کا فرمان ہے کہ جو اس کے سچے راستے اور دین مبین کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے تو اسے منزل خود اپنا پتہ دے دیتی ہے۔ عمر کے 35، 36 سال گزر گئے، جستجو علم اور شوق طلب بڑھتا گیا یکے بعد دیگرے حق کا طوفان، شاہد کمال احمد کے رگ و پے میں موجزن ہوتا رہا، یہ علم کی پیاس انہیں کشاں کشاں ایوان قادیانیت کی ہر معتبر چوکھٹ پر لے گئی مگر انہیں سیرابی و اطمینان نصیب نہیں ہوا۔ - باغلام احمد قادیانی، مرزا طاہر اور مرزا مسرور سمیت تمام قادیانی سربراہوں کی ڈھیروں کتابوں کے سیاہ اوراق بھی علم کے اس متلاشی، سچ اور حق کے اس طالب کی طلب پوری کرنے سے عاری تھے۔ طلب علم و حق کی جستجو میں تاخیر شاہد کمال احمد کو قادیانیت کے اسرار سے آشنا کر رہی تھی، ان کی فکر و دانش ہر روز ایک نئے سوال کے ساتھ قادیانیت اور اس کے عقائد باطلہ کا پردہ چاک کر رہی تھی۔ ان کی خواہش تھی کہ جس عقیدے، مسلک اور نظریے پر ان کے آباؤ

اجداد قائم تھے، جسے انہوں نے اپنا پیدائشی مذہب و عقیدہ تسلیم کیا تھا، اس میں پائے جانے والے ابہام، غیر حقیقت پسندانہ اور غیر منطقی نقطہ نظر کی وضاحت کیوں نہیں کی جا رہی ہے، قادیانی سربراہوں، ان کے مصاحبین خاص طور پر مربی حضرات ان کے سوالات کے جوابات دینے سے کیوں گریزاں ہیں۔ اگر قادیانی سچے ہیں یا ان کا عقیدہ حق پر ہے تو یہ قرآن، حدیث فقہ، صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین سلف صالحین کے نظریات سے نالاں کیوں ہیں، شریعت مطہرہ کی جگہ قادیانی تعلیمات نے کیوں لے لی ہے، قرآن و سنت کی جگہ جماعتی عقائد کو کیسے مل گئی ہے۔ اللہ عز و جل و رسول ﷺ کے احکامات کے مقابلے میں قادیانی قائدین کے فرمودات کیونکر اہم ہو گئے ہیں؟ شاہد کمال احمد کے وجود میں حق و باطل کی جنگ جاری تھی، جیسے جیسے ان کے اندر کا طوفان بڑھتا گیا ویسے ویسے تلاش حق کی منزل قریب آتی گئی۔ تقریباً 2003ء میں جب شاہد کمال احمد نے نیٹ پر چیٹنگ کے دوران ایک روز راہ حق کے ایک آسودہ حال پروانے سے راہ و رسم حاصل کی۔ سلسلہ کلام عمومی حالات، مسلمانوں کی حالت زار اور باہمی اختلافات سے شروع ہوا اور بات عقائد و نظریات کی سرحد میں داخل ہوتی چلی گئی، یہ شاید پہلا موقع تھا کہ جب شاہد کمال احمد کو محسوس ہوا کہ ان کی منزل کے نشان ظاہر ہونے لگے ہیں، شاہد کمال احمد نے اپنا تعارف کرایا اور بتایا کہ وہ پیدائشی قادیانی ہیں۔ لندن میں رہتے ہیں مگر جستجوئے حق میں تاحال سرگرداں ہیں، دوسری جانب سے جواب ملا کہ سچ تو وہی ہے کہ جوڈ نکے کی چوٹ پر بولا جائے۔ لہذا سلسلہ کلام بڑھنے لگا۔ احمد کمال نے اپنے ذہن کی ساری الجھنیں اور گتھیاں ایک ایک کر کے کمپیوٹر سے دوسری جانب موجود ختم نبوت کے پروانے جناب سہیل بادا کے سامنے رکھ دیں، دن ہفتوں اور ہفتے مہینوں میں تبدیل ہوتے گئے۔ کوئی ڈیڑھ ہی سال کی مدت گزری تھی کہ 35، 36 سالہ قادیانیت کی گرد چھٹ گئی اور اس کی جگہ اسلام کے حقیقی ولافانی تصور نے اپنا نور دکھادیا اور شاہد کمال احمد یہ تسلیم کرنے لگے کہ قادیانیت اور اسلام دو متضاد چیزیں ہیں، یہ اسلام و ختم نبوت کا ہی فیضان تھا کہ اس نے احمد کمال کے قلب و فکر کو منور کر دیا۔ وہ شخص جسے کئی دہائیوں سے کوئی قادیانی سربراہ و علماء مطمئن نہ کر سکے، ختم نبوت کے ایک خادم کے افکار اور سلسلہ کلام نے شاہد کمال احمد کو مائل بہ اسلام کرایا اور بالآخر انہوں نے اپنے سابقہ عقائد باطلہ سے توبہ کرتے ہوئے جمعہ 12 دسمبر کو علی الاعلان قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام کی ابدی و لازوال نعمت سے خود کو فیضیاب کر لیا۔

شاہد کمال احمد سے ”روزنامہ امت کراچی“ کی پہلی باضابطہ گفتگو ان کے اسلام لانے کے باضابطہ اعلان سے نصف گھنٹہ قبل ہوئی، چند منٹوں کی اس گفتگو میں بڑے پُر وقار لہجے میں انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ وہ بہت مطمئن اور بہت پُر سکون ہیں اور ان کی بقیہ زندگی اب دین اسلام و عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں گزرے گی۔ تقریب کے بعد شاہد کمال احمد سے دوبارہ رابطہ ہوا تو انہوں نے بتایا کہ وہ پیدائشی قادیانی ہیں۔ ان

کی تعلیم و تربیت اسی ماحول میں ہوئی، انہوں نے بتایا کہ ان کی والدہ گورداسپور سے تعلق رکھتی ہیں، والد حیات نہیں ہیں، انہوں نے بتایا کہ لندن میں وہ پروگرامنگ کے شعبے سے وابستہ رہے ہیں اور سافٹ ویئر پروگرام ڈیزائننگ کے حوالے انہیں کافی مہارت حاصل ہے۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ اسلام سے رغبت و قربت کا سلسلہ یوں تو بہت پرانا ہے مگر باضابطہ طور پر اسلامی تعلیمات و قادیانی عقائد کا تقابلی مطالعہ میں نے تقریباً ڈیڑھ سال قبل شروع کیا تھا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ انہیں اپنے سابقہ مذہب کے حوالے سے بہت سے سوالات کے جوابات کی تلاش تھی اور ان جوابات کے حصول کیلئے میں نے کئی قادیانی سربراہوں جن میں مرزا ناصر اور مرزا طاہر قابل ذکر ہیں، سے ملاقاتیں بھی کیں۔ لندن میں موجود قادیانی مربیوں سے گفتگوں بحث کی۔ ان سے سوالات کئے مگر مجھے کوئی بھی مطمئن نہیں کر سکا، انہوں نے بتایا کہ میں نے خط و کتابت کا سلسلہ بھی شروع کیا اور مجھے جس شخص سے بھی جواب ملنے کی ذرا بھی توقع تھی، اس سے رابطہ کیا مگر یہ سب بے سود رہا، اس سوال پر کہ آپ نے قادیانی سربراہوں کو ملاقات میں قریب سے دیکھنے میں کیسا پایا، تو انہوں نے بتایا کہ بنیادی اعتبار سے قادیانی قیادت نے ایک ہوا بنایا ہوا ہے۔ انہوں نے سیکورٹی کے نام پر اپنے گرد ایک ایسا حصار قائم کر لیا ہے کہ جو ان کی خوف زدگی اور انسانوں سے دوری کی علامت ہے، ان کا حال یہ ہے کہ یہ اپنے ہی عقیدے کے حامل عام لوگوں سے ملاقاتیں نہیں کرتے، اگر کوئی دینی الجھن ہو، مشکل ہو، ابہام ہو تو یہ اسے دور کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اگر ان سے بھرے مجمع میں کوئی سوال کر لیا جائے تو ان کے پاس تسلی و تشفی بخش جواب نہیں ہوتا، انہوں نے اس حوالے سے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ مرزا طاہر سے ملاقات کے حوالے سے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مجھے بمشکل 2 منٹ ملے جس میں سلام کے بعد بمشکل ایک سوال ہی ممکن تھا، وہ اپنے تحفظ کے حوالے سے خوف زدہ تھے حالانکہ صورت حال اس سے بالکل مختلف ہے، انہوں نے اس طرح ظاہر کیا کہ جیسے ان پر حملہ ہو جائے گا یا انہیں مار دیا جائے گا مگر میں نے اپنی پوری زندگی میں ایسی کسی دھمکی کا سنا اور نہ ان پر کبھی حملہ ہوا، اس خوف کی وجہ سے ان کی حالت یہ تھی کہ وہ کسی سے ملاقات نہیں کرتے تھے، اسلام سے رغبت اور اس حوالے سے جستجو کا ذکر کرتے ہوئے شاہد کمال احمد نے بتایا کہ میں نے ایک تقریب میں اپنے ایک شیخ جنہیں میں انکل کہتا تھا، سے پوچھا کہ قرآن کریم میں ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں تو پھر مرزا صاحب کی نبوت کے حوالے سے حقیقت کیا ہے؟ انکل مجھے ایک کونے میں لے گئے اور مجھے کہنے لگے کہ تمہیں کسی نے غلط فہمی میں ڈال دیا ہے۔ تاہم وہ مجھے اس حکم قرآنی کے حوالے سے قادیانی عقائد سے تشفی نہ کر سکا تاہم اتنا ضرور ہے کہ اگر جماعت کی تربیت سے گزرا جائے تو یہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں کو عقائد باطلہ کی طرف لگا دیتے ہیں۔ قادیانیوں نے مسلمان علماء کے حوالے سے جو غلط معلومات عام کر رکھی ہیں، اس کا ذکر کرتے ہوئے شاہد کمال احمد نے کہا کہ قادیانی سرکردہ شخصیات نے مسلمانوں

بالخصوص علماء سے متعلق یہ تاثر قائم کر رکھا ہے کہ یہ لوگ قادیانیوں کے جانی دشمن ہیں، عام قادیانیوں کو مسلمانوں سے ہر ممکن دور رہنے اور انہیں ان سے کسی بھی نوعیت کے معاملات نہ کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے، ہمیں یہ کہا جاتا رہا کہ اگر آپ نے اپنے عقائد عام کئے تو آپ کو جان سے مار دیا جائے گا۔ حالانکہ جن میں نے اس حوالے سے جستجو کی، رابطہ کئے تو یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ یہ سب غلط پروپیگنڈہ ہے۔ اسلام کی دعوت کو قبول کرنے کے حوالے سے شاہد کمال احمد نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ جب میرا پہلا رابطہ ہوا اور علماء سے ملاقاتیں ہوئیں تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ میں نے حق کی طلب میں جو جستجو کی تھی، اب میں اس مقام تک پہنچ گیا ہوں، مجھے نہ تو کسی نے دھمکی دی نہ مجبور کیا، میں علماء سے ملتا رہا، اپنی الجھنیں دور کرتا رہا میں نے تمام حقائق معلوم کئے، کتابوں میں درج جھوٹ اور سچ کی تصدیق حاصل کی، جو عقائد چھپائے گئے تھے یا جنہیں تبدیل کر کے اسلام کا نام دیا گیا تھا، یہ سب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے، انہیں سمجھا تو اس کے بعد اس میں کوئی گنجائش ہی نہیں تھی کہ میں حق کو تسلیم نہ کروں اور پھر میں نے اسلام قبول کر لیا۔ عزیز واقارب و جماعت احمدیہ کے رویہ کے حوالے سے انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ یقینی طور پر میں اس بات کیلئے ذہنی طور پر تیار ہوں کہ مجھے ایک سخت رد عمل کا سامنا ہوگا، مجھے ان کی ناراضگی، غصہ اور مصائب بھی سہنے ہیں مگر جس جذبہ اور نیت کے ساتھ میں نے سچ کو تلاش کر کے قبول کیا ہے، اس کے سامنے ان مصائب کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایک سوال کے جواب میں شاہد کمال احمد نے کہا کہ آج بھی نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے کہ جو قادیانی عقائد سے مطمئن نہیں اور اپنے مذہب سے بیزار ہیں، وہ حق کی تلاش میں ہیں۔ انہیں تشفی اور مطمئن کرنے والے لوگ کم ہیں، میں توقع رکھتا ہوں کہ میری طرح اور بھی بے شمار قادیانی نوجوان آگے آئیں گے، میں اپنے تمام قادیانی دوستوں، بھائیوں، بہنوں سے یہ اپیل کروں گا کہ وہ شرمانا چھوڑیں، دین حق کی طرف آئیں، قادیانی عقائد اور اسلام کو پرکھیں، مطالعہ کریں اور جوابہام ہے اسے خود پکھیں، سچ اور جھوٹ کا فرق واضح ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ تنگ نظری ہر جگہ ہے، بہت سے لوگ، نوجوانوں کو علمائے حق سے رابطے اور ملاقاتوں سے روکتے ہیں۔ لیکن ہمیں چاہئے کہ ہم تلاش حق جاری رکھیں۔ اسلام میں فرقہ پرستی، انتہا پسند کے متعلق ذکر کرتے ہوئے احمد کمال نے اس خیال کا اظہار کیا کہ اسلام امن پسندی کا دین ہے، بہت کم لوگ ہیں جو اسلام کا اصل چہرہ مسخ کر کے اسے انتہا پسند مذہب ظاہر کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ جھوٹا پروپیگنڈہ ہے اور تمام مسلمانوں کو مشترکہ طور پر اس جھوٹے پروپیگنڈہ کے خلاف دینی صلاحیتوں کو استعمال کرنا چاہئے، اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی شخصیت پر ان کے حوالے سے شاہد کمال احمد نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ پہلے میرے اندر الجھن تھی، خوف تھا، ایک بے چینی، اضطراب تھا مگر اب جب میں نے اسلام کی حقانیت حاصل کر لی ہے تو میں بہت مطمئن ہوں، پرسکون ہوں اور خود کو بہت نڈر اور بہادر محسوس کر رہا ہوں، قبول حق کے

حوالے سے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے شاہد کمال احمد نے کہا کہ کوئی ڈیڑھ سال پہلے ہی کی بات ہے کہ جب اندرونی اضطراب بڑھا تو ایک روز میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر دعا مانگی کہ اے اللہ تو اب میری رہنمائی فرما مجھے اس بے چینی اضطراب اور الجھن سے نکال کر راہ حق بچھا دے اور پھر ایسا ہوا کہ آہستہ آہستہ ساری مشکلات حل ہوتی گئیں۔ اس واقعہ سے مجھے یقین حاصل ہو گیا کہ اگر بندہ سچے دل و نیت سے اللہ تعالیٰ کو پکارے تو وہ ضرور مدد کرتا ہے۔ شاہد کمال احمد نے اپنے خواب کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ 10 سال قبل میں نے ایک خواب دیکھا، خواب میں، میں نے دیکھا کہ ایک بڑا سا کانفرنس ہال ہے جس میں بہت چیخ و پکار ہو رہی ہے اتنے میں، میں دیکھتا ہوں کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ موجود ہیں اور اسی شور و ہنگامہ کے سبب ان کے چہرہ مبارکہ پر ناراضگی و برہمی کے اثرات ہیں، عجیب کھینچا تانی کا ماحول ہے، ایسے میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام مجھے ایک جلتی ہوئی شمع پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیتے ہیں میں جلتی ہوئی شمع پر ہاتھ رکھنے سے خوف کھاتا ہوں اور ڈرنے لگتا ہوں کہ کہیں ہاتھ جل نہ جائے اتنے میں دونوں مقدس دستیاں علیہ السلام وہاں سے تشریف لے جانے لگتے ہیں، میں ان کی ناگواری اور واپسی کا خیال کرتے ہی فوراً جلتی ہوئی شمع پر ہاتھ رکھ دیتا ہوں، جیسے ہی میں نے جلتی ہوئی شمع کی لو پر ہاتھ رکھا اچانک میری آنکھ کھل گئی، سہیل بھائی نے اس خواب کی تعبیر یہ نکالی جو مجھے درست محسوس ہوئی کہ ان دونوں انبیائے کرام علیہ السلام نے مجھے راہ حق کی سختیاں جھیلنے کی ہدایت و حوصلہ دیا اور یہ شور و پکار جس پر دونوں انبیائے کرام علیہ السلام برہم تھے، اصل میں قادیانی تھے اور مجھے اس مقام سے نکال کر اللہ عز و جل نے اسلام کی ابدی نعمت سے سرفراز کیا۔ اس سوال پر کہ آپ کے قادیانیت سے تائب ہونے کی اطلاع کیا آپ نے جماعت احمدیہ کو دی ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے شاہد کمال احمد نے بتایا کہ میں نے باضابطہ تحریری طور پر قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنے کے فیصلے سے انہیں آگاہ کر دیا تھا، پھر اس کے بعد میرا ان سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ شاہد کمال احمد نے آئندہ کے مشن و حکمت عملی کے حوالے سے کہا کہ میں اپنی اولاد، اپنے دوستوں، عزیز واقارب اور تمام اپنے بھائیوں کیلئے جو راہ حق کی تلاش میں سرگرداں ہیں، ان سب کیلئے دعا گو ہوں، میں کوشش کروں گا، جس حد تک میری ہمت ہے، میری قوت و صلاحیت ہے میں اسلام کی حقانیت کو عام کروں گا اور جو بھٹکے ہوئے ہیں انہیں اپنی بساط کے مطابق راہ دکھاؤں گا، احمد کمال نے مسلمانان عالم اور تمام قادیانیوں کو پیغام دیتے ہوئے کہا کہ اسلام وہ دین ہے جو دنیا کے تمام ادیان پر غالب اور سچا دین ہے، ہمیں چاہئے کہ ہم اس دین پر دل سے عمل کریں اور اپنے کردار اور عمل کو دوست کریں اور وہ تمام میرے دوست کو اس نعمت سے محروم ہیں، ان سے میری درد مندانہ اپیل ہے کہ خدا را خود ساختہ مذہب، خود ساختہ نبی اور مذہب کے نام پر چندہ اکٹھا کرنے والوں سے علیحدگی حاصل کریں اور ختم نبوت ﷺ پر عقیدہ کامل رکھیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

لہذا اسلام کی دعوت قبول کریں اور تمام مسلمان بھائی میرے لئے استقامت اور بخشش کی دعا کریں۔

ایک سوال کے جواب میں شاہد کمال احمد نے قادیانیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: میرے جو بھائی قادیانیت چھوڑ کر اسلام میں آنا چاہتے ہیں، میری ان سے چند گزارشات ہیں۔ اگر وہ ان گزارشات پر عمل کر لیں گے تو انشاء اللہ وہ خود کو نہایت کامیاب اور مطمئن پائیں گے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ خود کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ اس سے مدد مانگیں اور خود گڑ گڑا کر دعائیں کریں۔ نماز کی سختی سے پابندی کریں۔ آپ مسلمانوں کی کسی بھی مسجد میں چلے جائیں، وہ آپ کو بے حد محبت و احترام دیں گے۔ ہمارے ہاں یہ بہت مشہور ہے کہ مسلمان جنونی اور بد اخلاق ہوتے ہیں۔ یہ سراسر جھوٹ اور پروپیگنڈا ہے۔ مسلمان، قادیانی عقائد سے نفرت کرتا ہے لیکن جب کوئی احمدی مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ اسے اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ اس کی عزت اور احترام کرتا ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد آپ کو کسی قسم کا کوئی چندہ نہیں دینا ہوگا۔ آپ صرف سال بعد اپنے مال و دولت کی زکوٰۃ ادا کریں اور اپنی خوشی سے صدقہ و خیرات کریں۔ یہاں کوئی جماعتی عہدیدار چندے کا بار بار تقاضا کر کے آپ پریشان نہیں کرے گا۔ آپ کوئی بیرونی دباؤ محسوس نہیں کریں گے میری مزید درخواست ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ لٹریچر پڑھیں کتب کا مطالعہ کریں تاکہ احمدیت کی اصل آپ کے سامنے آ سکے۔ مندرجہ ذیل ویب سائٹس بھی آپ کی خاصی مددگار ثابت ہو سکتی ہیں انہیں ضرور وزٹ کیا کریں۔

www.khatmenubuwat.org , www.endofprophethood.com

www.ahmedi.org

.....☆.....☆.....☆.....☆.....

الجنة پرنٹنگ ایجنسی

محمد ذویب عمر
0334-8844389
0311-8844389
0303-8788619

مولانا محمد طیب طوقانی
0301-3005313
0302-2535313

ہمارے ہاں پرنٹنگ، کمپیوٹرائزڈ مہرین، لیٹر پیڈز، کیش میمو، وزٹنگ کارڈز، شادی کارڈز، سٹوڈنٹس کارڈز، سروس کارڈز، اشتہارات، پمفلٹ، سکول پرچہ جات، ٹیکرز، PVC کارڈز، کمپیوٹرائزڈ بینر، سائن بورڈ، پینا فلیکس کی جاتی ہے

خیر اللہ! شکر ہے کہ یہ سب کام ہم نے سنبھال لیے ہیں۔ اگرچہ ہمارے کام میں کمی ہے لیکن ہم سب کچھ کر رہے ہیں۔

Email: aljannatpress@gmail.com www.aljannatpress.com

مولانا لال حسین اختر کا مرزائیت سے

نائب ہونے کا واقعہ

مولانا لال حسین اختر تشریف لائے ہوئے تھے۔ مجلس میں ان کی گفتگو کے دوران ان کے ایک مناظرے کا ذکر آیا جو انہوں نے مرزائی ہونے کی حالت میں رائے پور میں مولانا محمد ابراہیم صاحب میاں چنوں والوں کے ساتھ کیا تھا۔ مولانا محمد صاحب انوری نے کہا کہ حضرت! اس مناظرہ کے دوران مولانا فضل احمد صاحب لال حسین اختر کی صورت کو دیکھ کر کہتے تھے کہ مجھے اس پر بڑا ترس آتا ہے اور دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! اس کا دل پھیر دے اور اس کو مسلمان کر دے۔

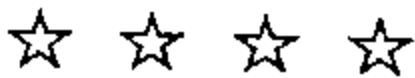
مولانا لال حسین اختر نے کہا کہ میں ۱۹۲۲ء میں مرزائی ہوا اور ۱۹۳۲ء میں توبہ کی اور مسلمان ہوا۔ آٹھ سال مرزائیت میں گزرے۔ تین سال تک مرزائیوں نے ہمیں تعلیم دلائی۔ ایک میں تھا اور ایک مولوی مظفر علی۔ ہم دونوں کی تعلیم پر پچاس ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ دو استاد ڈیڑھ ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار تنخواہ پر عبرانی زبان پڑھانے والے تھے۔ ان سے توریت، انجیل، زبور پڑھی۔ دو استاد سنسکرت پڑھانے والے تھے۔ ان سے وید اور ہندوؤں کی دوسری مذہبی کتابیں پڑھیں۔ آریہ سے مناظرہ کیلئے اور دو استاد حدیث پڑھانے والے تھے۔ ایک استاد تفسیر پڑھانے والا تھا۔ پہلے تیس طالب علم رکھے گئے تھے۔ سنسکرت زبان کی مشکل گردانیں دیکھ کر سب چھوڑ گئے۔ ایک میں اور مظفر علی رہ گئے۔ اس طرح ہم نے تین سال میں تعلیم مکمل کی۔ آٹھ سال تک مرزائیوں کی طرف سے مناظرے کئے۔ میں لاہوری پارٹی شامل تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا تم نے مرزائیت سے توبہ کیوں کی۔ کہنے لگے مجھے محض اللہ کے فضل و کرم سے خوابیں آنا شروع ہوئیں۔ ایک ایک رات میں دو دو تین خواب آتے اور بہت برے برے خواب آتے۔ میں آیت الکرسی، معوذتین لا حول وغیرہ پڑھ کر سوتا لیکن پھر پہلے سے زیادہ برے اور ڈراؤنے خواب آتے۔ میں سمجھتا شیطانی خواب ہیں۔ کبھی کہتا چونکہ مسلمانوں کے ساتھ مناظرے رہتے ہیں وہی خیالات خواب میں آتے ہیں لیکن جب یہ سلسلہ لگا تا شروع ہوا تو میں سوچنے لگا آخر کیا وجہ ہے اس زمانے کے دو خواب اچھی طرح یاد ہیں جن کو میں اکثر بیان کرتا ہوں۔ ایک دفعہ ایک خواب آیا کہ ایک صاف چٹیل میدان ہے اور زمین شور یعنی کلر والی ہے۔ وہاں ایک کمرہ ہے اور بہت لوگ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا تم یہاں کیوں جمع ہوئے ہو۔ انہوں نے کہا ہم یہاں

مرزا غلام احمد صاحب کو دیکھنے آئے ہیں۔ میں نے کہا پھر تم اندر کیوں نہیں جاتے۔ انہوں نے کہا ہمیں اجازت نہیں ہے۔ میں نے کہا مجھے اجازت ہے، میں جاتا ہوں۔ چنانچہ کمرے میں داخل ہو گیا۔ دیکھا کہ ایک لمبا چوڑا پلنگ ہے، جو سارے کمرے میں پھیلا ہوا ہے۔ اس پر مرزا صاحب لیٹے ہوئے ہیں اور اوپر ایک سفید چادر لپیٹی ہوئی ہے۔ میں جا کر پلنگ کے پاس ادب سے کھڑا ہو گیا۔ مرزا صاحب نے منہ سے کپڑا ہٹا دیا۔ میں نے دیکھا کہ ان کا منہ تین بالشت لمبا ہے اور شکل خزیر کی ہے۔ ایک آنکھ کافی ہے، دوسری چھوٹی ہے۔ مجھے کہنے لگے میں تو برے حال میں ہوں، تم یہاں کیوں آئے۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

اور ایک خواب یوں دیکھا کہ ایک شخص میرے آگے آگے جا رہا ہے۔ اس کی کمر میں ایک تانت ہے، جیسے دھنیے کی ہوتی ہے۔ ادھر اس کی کمر کے ساتھ بندھی ہوئی اور پیچھے میری گردن کے ساتھ بندھی ہوئی ہے اور دونوں آگے پیچھے چل رہے ہیں۔ سامنے سے ایک سفید ریش اور سفید لباس میں ملبوس ایک شخص نمودار ہوئے۔ مجھے کہنے لگے تم کہاں جا رہے ہو۔ میں نے کہا اس شخص کے پیچھے پیچھے جا رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا یہ تو غلام احمد قادیانی ہے اور یہ دوزخ میں جا رہا ہے۔ تم اس کے پیچھے کیوں جاتے ہو۔ میں نے کہا کیا کوئی شخص از خود بھی دوزخ میں جاتا ہے اور دوسرے کو بھی لے جاتا ہے۔ اس نے کہا اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو آگے کو دیکھ۔ میں نے دیکھا تو دور سے سارے آسمان کے کنارے سرخ نظر آئے۔ اس نے کہا یہ جہنم کی شعائیں ہیں اور یہ تمہیں دیں لے جا رہا ہے۔ میں نے کہا یہ مجھ سے دور ہے، جب یہ جہنم میں گرے گا تو میں بھاگ جاؤں گا۔ آخر اس شخص نے خواب ہی میں چاقویا چھری سے زور سے تانت پر مارا اور وہ کٹ گئی۔ اس کے کٹنے سے میری گردن کو جھٹکا لگا، جس سے میری آنکھ کھل گئی۔ اس قسم کے خوابوں کے بعد دل سے فیصلہ طلب کیا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ یہ خوابیں کسی سے بیان بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اگر مرزائیوں کے سامنے بیان کرتا تو وہ کہتے یہ شیطانی خواب ہیں مسلمانوں سے اس لئے نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان سے میرے مناظرے ہوا کرتے تھے۔ میں بڑی سخت پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔ آخر میں نے ان لوگوں سے چھ ماہ کی رخصت لی اور دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ مجھے خالی الذہن ہو کر قادیانی مذہب اور اسلام کا مطالعہ کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ حق کس طرف ہے۔ چنانچہ میں نے مرزا غلام احمد کی تمام کتابیں جمع کیں اور مسلمان علماء کی تفسیروں اور احادیث نبوی ﷺ کا بالکل خالی الذہن ہو کر مطالعہ کرنا شروع کیا۔ چنانچہ مجھے واضح ہو گیا کہ مرزا غلام احمد یقیناً جھوٹا ہے۔ مجھے اس کی

کتابوں میں متعدد مقامات پر کذب و افترا نظر آیا اور اس نے جو تفسیر کی ہے اس کی غلطیاں سامنے آئیں اور اس کے مکروفریب کا انکشاف ہوا۔ آخر میں نے مرزا ایت سے توبہ کی اور مرزائیوں کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ مجھے محمد علی قادیانی لاہوری نے کہا کہ تم کام کرتے رہو، میں نے اسے کہا کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو نوے کروڑ مسلمانوں (جو مرزا کو نہیں مانتے) کافر ٹھہرتے ہیں اور اگر جھوٹے ہیں تو ان کو ماننے والے کافر ہیں۔ میں نے کہا تم ایسے شخص کو ملازم رکھ سکتے ہو جو مرزا کو نبی تو کجا مسلمان بھی نہ مانتا ہو اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا پھر میرا استعفیٰ منظور کر لو۔ میں اس کو کافر سمجھتا ہوں چنانچہ اس نے میرا استعفیٰ منظور کر لیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا یہ سب مولانا فضل احمد صاحب کی دعا کی برکت ہے۔ پھر فرمایا ہمارے مولانا بھی چھپے ہوئے بزرگ ہیں۔ مولوی لال حسین صاحب نے کہا حضرت مجھے تو اس وقت معلوم بھی نہیں تھا کہ مولانا فضل احمد صاحب نے میرے حق میں دعا کی ہے۔

(”حیات طیبہ“ ص ۳۲۶ تا ۳۲۹، از ڈاکٹر محمد حسین انصاری)



سابقہ قادیانی مربی کا قبول اسلام اور حیرت انگیز انکشافات

قادیانی مظالم کی ہوش ربا داستان

”میرا نام محمد نذیر ہے۔ میں ۱۹۷۳ء میں جھنگ کے ایک قادیانی گھرانے میں پیدا ہوا۔ والد غلام حسین جماعت احمدیہ جھنگ کے سرکردہ ارکان میں سے تھے۔ انہوں نے پچاس کی دہائی کے اوائل میں قادیانیت اختیار کی تھی۔ وہ ۲۲ سال تک جماعت احمدیہ جھنگ کے صدر بھی رہے۔ والدہ ۶ سال تک قادیانی خواتین کی تنظیم ”لجنہ اماء اللہ“ کی ضلعی صدر رہیں۔ بڑے بھائی محمد رفیع ۶ سال تک انجمن خدام الاحمدیہ جھنگ کے صدر رہے۔ معروف قادیانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام ہمارے قریبی عزیز تھے۔ میری شادی بھی انہی کی فیملی میں ہوئی۔ میری سابقہ قادیانی بیوی ان کی بھانجی ہے۔ والد نے میری پیدائش کے وقت ہی مجھے قادیانیت کی خدمت کے لئے وقف کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ لہذا مجھے مربی (مبلغ) ہی بننا تھا۔ جب ہوش سنبھالا تو گورنمنٹ پرائمری سکول برانچ نمبر ۲ جھنگ میں داخل کر دیا گیا۔ وہاں دو قادیانی اساتذہ، ماسٹر دوست محمد اور ماسٹر ولی محمد قادیانی بچوں پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ لہذا انہوں نے مجھے پڑھانے کے ساتھ ساتھ میری ”مذہبی“ تربیت بھی شروع کر دی۔ ایک روز ایسا ہوا کہ سکول کے اوقات میں ظہر کی نماز کے وقت اپنے کچھ ہم جماعت مسلمان دوستوں کی دیکھا دیکھی میں بھی نماز پڑھنے مسجد میں چلا گیا۔ واپسی پر ان دونوں ٹیچرز نے مجھے زمین پر لٹا کر ڈنڈوں سے خوب پٹائی کی۔ مجھے اس پر سخت حیرت ہوئی کہ یہ لوگ نماز پڑھنے پر مجھے کیوں مار رہے ہیں؟ بعد میں انہوں نے مجھے سمجھایا کہ ”جن لڑکوں کے ساتھ تم نماز پڑھنے گئے تھے وہ کافر ہیں اور ہم مسلمان ہیں۔ آئندہ ان کی مسجد میں بالکل نہیں جانا۔“

یہ میری تربیت کا پہلا ”سبق“ تھا۔ انہوں نے مجھے دوسرا سبق یہ دیا کہ مسلمان علماء کے قریب بھی نہیں پھٹکنا۔ وہ علمائے کرام کو جادو گر کہتے اور ان سے میل جول اور بات چیت سے سختی سے منع کرتے تھے۔ ۱۹۹۲ء میں اسلامیہ ہائی سکول جھنگ سے میٹرک کرنے کے بعد اپریل ۱۹۹۲ء میں مربی کے خصوصی کورس کے لئے جامعہ احمدیہ چناب نگر میں داخل ہوا۔ جامعہ احمدیہ میں قادیانیت کے ”مذہبی اسکالر“ تیار کرنے کے لئے دو کورس کرائے جاتے ہیں۔ جن میں پانچ سالہ کورس ”مبشر“ اور سات سالہ کورس ”شاہد“

کہلاتا ہے۔ ان میں فرق یہ ہے کہ ”شاہد“ کورس کرنے والا اپنے ”فن“ کا اسپیشلسٹ ہوتا ہے۔ یہ کورس کرنے والوں کو تخصص کرایا جاتا ہے۔ میرا داخلہ ”مبشر“ کورس کے لئے ہوا تھا۔ کورس کرنے والے طلباء کے قیام و طعام کا انتظام جامعہ کے اندر ہی تھا۔ اس دور میں جامعہ کے ہر طالب علم کو ۷۰۰ روپے ماہانہ وظیفہ ملتا تھا۔ ہر طالب علم کے تمام اخراجات قادیانی جماعت برداشت کرتی تھی۔ میری معلومات کے مطابق، جامعہ احمدیہ میں مربی کا کورس کرنے والے ایک طالب علم پر ۲۰ ہزار روپے ماہانہ خرچ ہوتے ہیں۔ اگر پانچ سال کا حساب کیا جائے تو ایک مربی تیار کرنے پر قادیانی جماعت، بارہ لاکھ روپے خرچ کرتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر طالب علم سے اس کو ملنے والے وظیفے میں سے ۱۶ فیصد بطور چندہ جماعت ضرور وصول کرتی تھی۔ ہماری کلاس کا آغاز صبح چھ بجے ہوتا اور دوپہر ایک بجے چھٹی ہوتی تھی۔ پہلے سال نورانی قاعدہ یسرنا القرآن سے ہماری پڑھائی کا آغاز ہوا اور ساتھ ساتھ ”سیرت مسیح موعود“ بھی پڑھائی جانے لگی۔ اس کے علاوہ دیگر عصری علوم بھی سبق میں شامل تھے۔ اگلے سال وفات مسیح (قادیانی عقیدہ کے مطابق، معاذ اللہ) سے متعلق قرآن مجید کی قریباً ۳۰ آیات کا ترجمہ اور قادیانی جماعت کی تفسیر کے علاوہ ”تذکرہ“ کو بھی سبق میں شامل کر دیا گیا۔ ”تذکرہ“ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات اور ”وحی“ (نعوذ باللہ) پر مشتمل کتاب ہے۔ جو قادیانیوں کے نزدیک قرآن مجید کے برابر بلکہ اس سے بھی افضل کتاب خیال کی جاتی ہے۔ ”تذکرہ“ پڑھاتے ہوئے ہمارے استاد ہمیں بتایا کرتے کہ اگر قرآن مجید کے ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں تو ”تذکرہ“ کے ایک حرف پر سو نیکیاں ملتی ہیں۔

تیسرے سال جماعت احمدیہ کی مخصوص کتب پڑھانے کے علاوہ ہمیں نمازوں کے اوقات میں چناب نگر کی قادیانی عبادت گاہوں میں نماز کی امامت کے لئے بھی بھیجا جانے لگا۔ جماعت نے اپنی مرضی کی (تراشیدہ) کچھ احادیث کو توڑ مروڑ کر ”حدیقة الصالحین“ کے نام سے ایک مجموعہ احادیث بھی تیار کر رکھا ہے۔ یہ کتاب اکثر قادیانیوں کے گھروں میں موجود ہوتی ہے۔ ہمارے نصاب میں بھی یہ کتاب شامل تھی۔ ابھی جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے دو ماہ ہی ہوئے تھے کہ وہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اسلام آباد کارہانشی سعید نامی لڑکا میرا ہم جماعت تھا۔ سعید اور نفیس دونوں کزن تھے اور وہاں مربی کا کورس کرنے آئے تھے۔ سعید بے حرج و بھولا بھالا سا تھا۔ ایک روز کلاس ختم ہونے

کے بعد جب ہم ہاسٹل واپس آئے تو سعید نے اپنا بستر اور دیگر سامان باندھنا شروع کر دیا۔ ہم نے وجہ پوچھی تو اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ لیکن وہ کچھ بتانے کو تیار نہ ہوا۔ بس خاموشی سے اپنا سامان سمیٹتا رہا۔ جب ہم نے اصرار کیا تو اس نے بتایا کہ جامعہ احمدیہ کے پرنسپل نے اس کے ساتھ بد فعلی کی ہے۔ لہذا اب وہ یہاں ایک بل بھی رکنے کو تیار نہیں۔ سعید کی اس بات پر ہمیں شدید غصہ آیا۔ کیونکہ ہمارے پرنسپل تو ”مرزا صاحب“ (غلام احمد قادیانی) کی فیملی کے قریبی عزیزوں میں سے تھے۔ ہمیں تو وہ چلتا پھرتا فرشتہ دکھائی دیتے تھے۔ ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ پرنسپل ایسی گھٹیا حرکت بھی کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کئی روز تک سعید کو گالیاں دیتے رہے۔ سعید کے والد غالباً فوجی افسر تھے۔ جب یہ معاملہ جماعت کے مرکزی ذمہ داروں تک پہنچا تو انہوں نے سعید کے والد کو بلوالیا۔ سعید کے والد نے اسے جامعہ میں ہی رکنے پر زور دیا۔ لیکن اس نے اپنے والد سے کہا کہ وہ اسے گولی مار دیں یا گھر سے نکال دیں۔ لیکن وہ اب جامعہ میں پڑھے گا نہ یہاں رہے گا۔ بالآخر وہ واپس اپنے گھر چلا گیا۔ جب کہ اس کے کزن نفیس نے کورس مکمل کیا اور وہ اب بھی قادیانی مربی کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ مربی کی تربیت کے دوران چند باتوں پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ ہر مربی کے لئے انگریزی زبان پر مکمل عبور حاصل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اسے کسی بھی وقت کسی بھی ملک میں قادیانیت کے پرچار کے لئے بھیجا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں آکسفورڈ کی کتابیں پڑھانی جائیں جس کے لئے ماہر اساتذہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ دوران تعلیم کھیلوں میں حصہ لینا لازمی تھا۔ ہر مربی کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی نہ کسی کھیل کا بہترین کھلاڑی بھی ہو۔ جامعہ احمدیہ میں کرکٹ، ہاکی، فٹ بال، والی بال، بیڈمنٹن اور کبڈی کھیلنے کا مکمل انتظام موجود تھا اور ہر طالب علم کو کسی نہ کسی کھیل میں ضرور حصہ لینا پڑتا۔ طالب علم کے لئے دوران تعلیم ڈرائیونگ سیکھنا بھی ضروری ہے۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اس پانچ سالہ کورس کے دوران ہر طالب علم کو ہومیو پیتھی لازمی پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے لئے بھی ماہر اساتذہ کا انتظام جامعہ احمدیہ میں موجود ہے۔ ہر طالب علم کو مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک قابل ہومیو پیتھک ڈاکٹر بھی بنایا جاتا ہے۔ کیونکہ عملی میدان میں قادیانیت کے پرچار کے لئے لوگوں سے راہ و رسم بڑھانے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔“

قادیانی مربی کا پہلا ٹارگٹ مفلوک الحال مسلمان ہوتے ہیں

مالی معاونت کر کے برین واشنگ کی جاتی ہے۔ ۱۹۹۸ء کی مردم شماری میں تھر پارکر میں

جامعہ احمدیہ سے فراغت کے بعد ۱۹۹۶ء میں میری پہلی تعیناتی ضلع حافظ آباد کے موضع پیرکوٹ ثانی میں ہوئی۔ اس گاؤں میں قادیانی اکثریت میں ہیں اور ہر لحاظ سے طاقتور بھی ہیں۔

قادیانیوں کے نزدیک اس گاؤں کو بڑی مقدس حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ یہاں مرزا غلام احمد قادیانی کے تین مصاحبین کی قبریں بھی ہیں۔ اس گاؤں میں میری تعیناتی ایک طرح کی ہاؤس جاب تھی۔ یہاں سے ٹریننگ لینے کے بعد مجھے ضلع منڈی بہاؤالدین کے دیہات ”رجوعہ اور مرالہ کھناں والی“ بھیج دیا گیا۔ چند ماہ وہاں گزارنے کے بعد میری پوسٹنگ ضلع گجرات کے علاقوں ”ڈنگہ“ اور ”کنجاہ“ میں ہو گئی۔ میں ایک سال تک ان چار اسٹیشنز پر کام کرتا رہا۔ پہلے ہی سال حیران کن کارکردگی کی وجہ سے میں جماعتی قیادت کی نظروں میں بھی آ گیا اور اس کے ساتھ ہی مجھے ملنے والی مراعات اور پروڈوکول میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ ویسے عام طور پر بھی مربی کو ماہانہ تنخواہ کے علاوہ کافی مراعات حاصل ہوتی ہیں۔ میں جب ۱۹۹۶ء میں فیلڈ میں آیا، اس وقت ایک مربی کی ماہانہ تنخواہ دس ہزار روپے تھی۔ میڈیکل اور بچوں کی تعلیم فری تھی۔ اگر ملک میں علاج ممکن نہ ہوتا تو جماعت اپنے خرچے پر بیرون ملک علاج کے لئے بھیج دیتی۔ جس علاقے میں تعیناتی ہوتی وہاں ایک وہی آئی پی گھر ملتا۔ موسم کی مناسبت سے ہر سال نیا بستر دیا جاتا۔ کھانا الاؤنس الگ تھا۔ چناب نگر آنے جانے کاٹی، اے، ڈی، اے دیا جاتا۔ گرمیوں اور سردیوں میں قیمتی کپڑوں کے تین تین جوڑے بنوا کر دیئے جاتے۔ ابتداء میں سائیکل دی جاتی، جس کی دیکھ بھال کے لئے ماہانہ ۲۰۰ روپے الگ ملتے تھے۔ بہترین کارکردگی دکھانے پر اگلے مرحلے میں نئی لینڈ کروزر دی جاتی۔

”مربی کا براہ راست ناظر امور عامہ سے رابطہ ہوتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے دو طاقتور ترین ذیلی انتظامی ادارے ناظر امور عامہ اور دفتر عمومی ہیں۔ دفتر عمومی صرف چناب نگر میں قادیانیوں کے معاملات کو ڈیل کرتا ہے اور ناظر امور عامہ پورے ملک کے قادیانیوں کو کنٹرول کرتا ہے۔ مسلمانوں کو قادیانیت کی طرف مائل کرنے کے لئے ہر مربی دو بنیادی ہتھیاروں خوش اخلاقی اور چرب زبانی سے تو لیس ہوتا ہی ہے اس کے علاوہ بھی دوران تعلیم مسلمانوں کو پھانسنے کی خصوصی تربیت دی جاتی ہے۔ مربی کا پہلا ٹارگٹ انتہائی

غریب مسلمان ہوتے ہیں۔ وہ ان کی کمزور مالی حالت اور معاشی مجبوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے قریب ہوتا ہے۔ مربی کی سفارش پر جماعت ”ٹارگٹ“ کی مالی معاونت کے لئے فنڈ جاری کرتی ہے۔ اس کے لئے کوئی بندھی رقم نہیں بلکہ لامحدود فنڈ ہوتا ہے۔ ٹارگٹ کی حالت کے پیش نظر مربی جتنی رقم چاہے، جاری کر سکتا ہے۔ مربی کی سفارش کو جماعت شاذ و نادر ہی رد کرتی ہے۔ مالی معاونت کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ”ٹارگٹ“ کی برین واشنگ بھی شروع کر دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ اکثر کامیابی کی صورت میں نکلتا ہے۔ ایک مربی کے لئے لازم ہوتا ہے کہ وہ ایک وقت میں کم از کم ۱۰ مسلمانوں کو قادیانیت کا پرچار کرے۔ مربی کا دوسرا بڑا ٹارگٹ وہ کھاتے پیتے امیر مسلمان ہوتے ہیں جو دین سے دور ہوں۔ ان میں سے بھی خاص طور پر وہ لوگ مربی کے لئے انتہائی آسان ہدف ثابت ہوتے ہیں جو علمائے کرام سے الگ رہتے ہوں اور ان سے میل ملاقات اور ان کی مجالس میں بیٹھنا پسند نہ کرتے ہوں۔ ایسے لوگوں سے راہ ورسم بڑھانے کے بعد مربی انہیں اپنی عبادت گاہ ”بیت الذکر“ آنے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ والا ”ٹارگٹ“ جب قادیانی عبادت گاہ میں داخل ہوتا ہے تو مربی اس پر پہلا حملہ یہ کرتا ہے کہ اسے نماز پڑھ کر دکھاتا ہے اور نماز کے بعد دعا نہیں مانگتا۔ اس کے ساتھ ہی یہ سوال اٹھا دیتا ہے کہ ہم نماز کے بعد دعا اس لئے نہیں مانگتے کہ نماز بذات خود دعا ہے۔ بعد میں دعا مانگنے کا کوئی جواز نہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ بڑے غیر محسوس انداز میں اپنے ”ٹارگٹ“ کو یہ باور کراتا ہے کہ جو لوگ (یعنی مسلمان) نماز کے بعد دعا مانگتے ہیں وہ غلط ہیں اور ہم صحیح ہیں۔ ”ٹارگٹ“ پر اگلا حملہ کرنے لئے مربی کسی قادیانی بچے کو بلا کر اس سے پہلا کلمہ سنواتا ہے۔ جب ”ٹارگٹ“ یہ دیکھتا ہے کہ ایک قادیانی بچہ بھی وہی کلمہ پڑھ رہا ہے جو ایک مسلمان بچہ پڑھتا ہے تو وہ تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے اور مولوی کو کوستے ہوئے اسے مسلمانوں کو فرقوں میں تقسیم کرنے کا الزام دینے لگتا ہے۔ اب مربی کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ زمین ہموار ہو جاتی ہے۔ پھر وہ پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کو ”ٹارگٹ“ کے سامنے ایک ولی، بزرگ اور مجدد کے روپ میں پیش کرتا ہے۔ پھر ظلی بروزی نبی کے طور پر متعارف کراتا ہے اور آخر میں اپنے ”ٹارگٹ“ کو اس بات پر لے آتا ہے کہ آخری نبی تو بس ”مرزا قادیانی“ ہی ہیں (نعوذ باللہ) یہ مربی کا مخصوص طریقہ واردات ہوتا ہے۔

”میں نے پنجاب میں ڈیوٹی کے دوران حافظ آباد، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، گجرات، منڈی بہاؤ الدین، فیصل آباد اور بہاول نگر میں کام کیا۔ بہاول نگر کی تحصیل فورٹ عباس کے چک نمبر ۲۲۳ تا ۲۲۸

آر میں تعیناتی کے دوران مجھے صحیح اندازہ ہوا کہ جامعہ احمدیہ میں دوران تعلیم کھیلوں میں حصہ لینا کیوں لازمی ہے اور اس کی کیا افادیت ہے۔ میں دور طالب علمی میں بطور بلے باز کرکٹ کا ایک اچھا کھلاڑی رہا ہوں۔ بعد میں بھی پریکٹس جاری رکھی۔ اس گاؤں میں بھی قادیانی بہت طاقتور اور اکثریت میں تھے۔ میں بھی شام کے وقت مقامی لڑکوں کے ساتھ کرکٹ کھیلتا۔ اسی دوران ایک میچ میں ایک مسلمان بالر لڑکے کو میں نے چار گیندوں پر لگاتار چار چھکے مارے۔ اس شاندار بیٹنگ نے مقامی مسلمان لڑکوں کو میرا گرویدہ بنا دیا۔ اب وہ میرے ساتھ کھل کراٹھنے بیٹھنے لگے۔ جب تعلق بڑھا تو وہ مجھے اپنی ٹیم کی طرف سے دوسری ٹیموں کے ساتھ کھیلنے کی دعوت دینے لگے۔ وہ جب بھی کھیلنے کی دعوت دیتے تو میں جواباً ان کے سامنے کبھی بیت الذکر آنے، کبھی ساتھ مل کر نماز پڑھنے اور کبھی میرا خطبہ سننے کی شرط رکھ دیتا۔ بس اس کھیل ہی کھیل میں، میں نے گیارہ ماہ میں اس گاؤں کے کئی مسلمان لڑکے قادیانی بنا دیئے۔“

”جماعت کی طرف سے مربی کو مسلمان علماء کے ساتھ بحث مباحثے اور مناظرے سے سختی سے منع کیا جاتا ہے۔ لیکن جہاں قادیانی اکثریت میں ہوں، وہاں وہ مسلمانوں کا ناطقہ بند کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیتے۔ میں وزیر آباد کے قریب قادیانیوں کے اکثریتی گاؤں ”کھیوے والی“ میں تعینات تھا۔ وہاں میں نے ایک مسلمان کو قادیانیت کی دعوت دی تو اس نے مجھے مناظرے کا چیلنج کر دیا۔ میں نے بھی جوش میں آ کر چیلنج قبول کر لیا۔ ان لوگوں نے اگلے روز سرگودھا کے مشہور عالم دین مولانا محمد اکرم طوفانی کو بلا لیا۔ جماعت کو خبر ہوئی تو مجھے مناظرہ کرنے سے سختی سے روک دیا گیا۔ مولانا محمد اکرم طوفانی آئے۔ انہوں نے رد قادیانیت پر بڑی سخت تقریر کی اور ساتھ ہی میرا نام لے کر مجھے بھی خوب لتاڑا۔ اتفاق کی بات یہ تھی کہ گاؤں کے ارد گرد ساری اراضی قادیانی زمینداروں کی ملکیت تھی۔ مسلمانوں کو اس میں سے گزر کر اپنے رقبے پر جانا پڑتا تھا۔ میں نے انہیں سبق سکھانے کے لئے قادیانی زمینداروں کی میٹنگ بلا لی۔ باہم مشورے سے حکمت عملی طے کی اور اگلے روز اس پر عملدرآمد شروع کر دیا۔ قادیانی لڑکے ڈنڈے لے کر اپنی زمینوں پر کھڑے ہو گئے۔ جو بھی مسلمان وہاں سے گزرتا وہ اس کی پٹائی کرتے۔ مجبوراً مسلمانوں کو قادیانیوں سے معافی مانگنی پڑی۔“

قادیانیوں کی جھل سازی

”اسی دوران ۱۹۹۸ء کی مردم شماری شروع ہو گئی۔ جماعت احمدیہ کے ذمہ دار سر جوڑ کر بیٹھ گئے

کہ کس طرح قادیانیوں کی آبادی زیادہ شوکی جائے۔ بالآخر باہمی مشورے سے ایک منصوبہ طے پایا اور مربیوں کے ذریعے اس پر عملدرآمد شروع کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں میری ڈیوٹی اندرون سندھ ضلع تھرپارکر میں لگائی گئی۔ میں نے وہاں مردم شماری ڈیوٹی کرنے والے مقامی ٹیچرز سے رابطہ کیا۔ ان کے ساتھ معاملات طے ہوئے اور پھر میں نے انہیں کچی پنسیلیس خرید کر دیں۔ وہ سارا دن ان پنسیلوں سے مردم شماری فارم پر کرتے۔ شام کو ساری فائلیں اٹھا کر میری قیام گاہ پر لے آتے اور میرے سامنے بیٹھ کر کچی پنسل سے لکھا مٹا کر کچی پنسل کے ساتھ مذہب کے خانے میں مسلمانوں کے ناموں کے آگے بھی احمدی لکھتے جاتے اور بدلے میں منہ مانگا معاوضہ وصول کرتے۔ اس ”پروجیکٹ“ پر کام کے دوران میں نے ان ٹیچرز پر جماعتی فنڈ میں سے سات لاکھ روپے صرف کئے۔ اسی لئے تو میں اب چیلنج سے کہتا ہوں کہ مرزا طاہر اپنے دور میں یہ جو دعویٰ کیا کرتے تھے کہ سندھ میں ان سے بیعت ہونے والوں کی تعداد تین کروڑ ہے۔ یہ دعویٰ بالکل جھوٹ پر مبنی ہے۔ سندھ میں قادیانیوں کی تعداد ۳۰ ہزار سے زیادہ نہیں ہے اور وہ لوگ بھی پیسے کی آکسیجن پر زندہ ہیں۔ باقی جو کروڑوں کے دعوے ہیں وہ سب کاغذی کارروائی ہے۔“

”میری کارکردگی دیکھتے ہوئے ۲۰۰۱ء میں جماعت نے میری پوسٹنگ صوبائی نائب ناظم جماعت احمدیہ کے طور پر سندھ میں کر دی۔ یہاں میں نے قادیانیت کے پرچار کے لئے ہومیو پیتھک ڈاکٹر کے روپ میں کام کا آغاز کیا اور میرپور خاص میں ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی سے چند روز عملی تربیت لینے کے بعد مٹھی، ننگر پارکر اور دوہتر کے مقام پر تین کلینک قائم کئے۔ میں چیک اپ اور دوا کے صرف ۱۰ روپے لیتا تھا۔ میرے کلینکس پر صبح سے شام تک رش رہتا۔ ان علاقوں میں غربت بہت ہے اور میں اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتا تھا۔ آنے والے مریضوں کو مفت دوا کے ساتھ ان کی کچھ مالی معاونت بھی کرتا تھا۔ کبھی کبھی ٹافیوں کے پیکٹ لے کر کسی گاؤں پہنچ جاتا اور بچوں اور بڑوں میں ٹافیاں تقسیم کر کے جماعت احمدیہ کے رکنیت فارم پر انگوٹھے لگو لیتا اور ان میں مسلمان ہی نہیں ہندو بھی شامل ہوتے تھے۔ صرف اندرون تھرپارکر میں ہم نے ۴۲۰ کلینکس کھول رکھے تھے اور میں ان سب کا انچارج تھا۔ سندھ میں میرا رہن سہن بڑا شاہانہ تھا۔ جماعت نے نقل و حرکت کے لئے پہلے مجھے گھوڑا فراہم کیا۔ جس کی دیکھ بھال کے لئے میں نے تین مقامی لڑکے ملازم رکھے ہوئے تھے۔ جنہیں میں ۲۰۰ روپے فی کس ماہانہ تنخواہ دیتا تھا۔ جلد ہی مجھے نئی لینڈ کروزر دے دی گئی۔ میری کارکردگی بھی بڑی زبردست تھی۔ اس سب کے باوجود

میں نے جماعت سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا فیصلہ کیوں کیا۔ اس کی تین بڑی وجوہات ہیں۔“

قادیانی رہنما اخلاقی گراونٹ کا شکار ہیں

جماعت احمدیہ سے متنفر ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا۔ اعلیٰ عہدیداروں کی بد اعمالیوں کے بارے میں جماعت کے امیر مرزا خورشید کو خط لکھا تو انہوں نے مجھے پاگل قرار دے دیا۔ اسلامیہ اسکول جھنگ کے ماسٹر نے نجات کی راہ دکھائی۔

”دور طالب علمی میں جب جامعہ احمدیہ میں ہمارے ہم جماعت ساتھی، سعید نے جامعہ کے پرنسپل پر جنسی تشدد کا الزام لگایا تو ہم نے سعید کو جی بھر کے گالیاں دی تھیں۔ فیلڈ میں آنے کے بعد بھی اس طرح کے کچھ واقعات میرے علم میں آئے۔ لیکن میں انہیں اکا دکا لوگوں کا ذاتی فعل سمجھتا رہا۔ تاہم جب میں جماعت کے اعلیٰ حلقوں کے قریب ہوا تو مجھ پر یہ راز کھلا کہ یہاں تو آوے کا آواہی بگڑا ہوا ہے۔ اخلاقی گراونٹ اور پستی کے ایسے ایسے واقعات سامنے آئے کہ عقل دنگ رہ گئی۔ ظاہری طور پر جو لوگ ہمیں فرشتوں سے بھی افضل نظر آتے تھے، باطنی طور پر وہ ابلیس کو بھی مات دیتے دکھائی دیے۔ مرزا خلیل قمر چناب نگر کی مشہور علمی شخصیت ہیں۔ قادیانی خواتین کی اصلاح و ترتیب کے لئے چھپنے والے جماعت احمدیہ کے رسالے ”مصابح“ کے ایڈیٹر ہیں۔ ان کے علم و فضل کے بارے میں ایک بار قادیانی خلیفہ راج، مرزا طاہر نے کہا تھا کہ اگر کتابوں سے بھرے ہوئے پانچ سو ٹرک ایک طرف ہوں اور مرزا خلیل قمر دوسری طرف تو مرزا خلیل قمر کا پلڑا بھاری ہوگا۔ ”انصار اللہ“ کی تاریخ بھی انہی صاحب نے لکھی۔ لیکن اس عالم فاضل شخص کا اپنا کردار یہ ہے کہ اخلاقی بے راہروی موصوف کا من پسند مشغلہ ہے۔ اسی عادت بد کے ہاتھوں ایک دفعہ بہت برے پھنسے بھی تھے۔ یہ ۲۰۰۷ء کی بات ہے کہ انہوں نے ایک لڑکے سے زیادتی کی۔ متاثرہ لڑکے کے اہل خانہ پولیس کے پاس پہنچ گئے۔ مرزا خلیل نے جب بات بگڑتی دیکھی تو متاثرہ فریق کو ایک لاکھ ۶۵ ہزار روپے دے کر راضی نامہ کر لیا۔ ان میں سے ۶۵ ہزار روپے الائیڈ بینک چناب نگر برانچ کے اکاؤنٹ سے ٹرانسفر کئے گئے اور باقی رقم نقد ادا کی گئی۔ راضی نامے کا اسٹامپ پیپر دو گواہوں کے روبرو لکھا گیا۔ جواب بھی محفوظ پڑا ہے۔ اگر مرزا خلیل قمر پسند فرمائیں تو وہ ان کی خدمت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ مجھ بخش صادق جماعت احمدیہ کے سابق امیر اعلیٰ پاکستان ہیں۔ ان کے پاس

جماعت کی کئی ذمہ داریاں ہیں۔ ناظم وقف جدید، ناظم تحریک جدید، ناظم خدمت دوریشاں کے علاوہ جماعت احمدیہ کینیڈا کے امیر بھی رہے ہیں۔ نوجوان لڑکیوں سے اپنی ٹانگیں دبوانا، نو عمر لڑکوں سے زیادتی اور جماعتی اثاثوں کا بے دریغ ناجائز استعمال ان کے خاص شوق ہیں۔ سابق منیجر یو. بی. ایل نسیم سیٹھی گزشتہ ۲۰ سال سے چناب نگر کے محلہ دارالرحمت غربی کے صدر ہیں۔ وہ مالی تعاون کے بدلے غریب خواتین کے استحصال کا کوئی موقع ضائع جانے نہیں دیتے۔ سید مبارک شاہ بھی جماعت کے بڑے بااثر اور مرکزی مبلغ ہیں۔ یہ سندھ میں میرے پیشرو تھے۔ جب میری وہاں پوسٹنگ ہوئی تو میں نے انہی سے چارج لیا تھا۔ جماعت کے اندرونی حلقوں میں موصوف کو کرپشن کا بادشاہ اور جعلی بیعت کرانے کا ماہر سمجھا جاتا ہے۔ جھنگ کے رہائشی ڈاکٹر اللہ بخش صادق آج کل چناب نگر کی کالونی ”بیت الحمد“ میں رہتے ہیں۔ اندرون سندھ اپنی تعیناتی کے دوران انہوں نے کئی ہندو لڑکیوں کی عزت لوٹی۔ احسان اللہ چیمہ جماعت احمدیہ صوبہ سندھ کے ناظم ہیں۔ خالد محمود سندھو ایک اسپیشلسٹ مربی ہیں۔ جنہوں نے جامعہ احمدیہ چناب نگر سے سات سالہ ”شاہد“ کورس کیا ہوا ہے۔ خالد سندھو اور احسان چیمہ جامعہ میں کلاس فیلو اور گہرے دوست تھے۔ احسان چیمہ کی جب منگنی ہوئی تو وہ اپنی منگیتر سے ملنے کبھی کبھی اپنے سرال جایا کرتے، تو خالد سندھو بھی ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ چونکہ یہ دونوں بھی پرلے درجے کے بدقماش ہیں۔ اس طرح کے کئی واقعات جب میرے علم میں آئے تو میرے دل میں قائم تقدیس، تکریم اور عقیدت کا تاج محل مسمار ہونے لگا۔ لیکن مولوی محمد دین کے بارے میں انکشافات اندھی عقیدت کے اس تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئے۔ مولوی محمد دین جماعت احمدیہ کے خلیفہ رابع مرزا طاہر کے استاد ہیں۔ موصوف بھی ایک بدعادت ہیں۔ ان سے ”مستفید“ ہونے والوں میں احسن گوندل، افتخار شاہ، عبدالحفیظ، نوید اور محسن گلو کا نام زیادہ آتا ہے۔ میں اس ساری صورتحال سے اس قدر بددل ہوا کہ میں نے ۲۰۰۳ء میں ان تمام واقعات کے تذکرے پر مبنی ۸ صفحات پر مشتمل ایک خط اس وقت کے امیر جماعت احمدیہ پاکستان، مرزا خورشید کو بذریعہ ٹی. بی. ایس ارسال کیا۔ لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ پندرہ یوم تک جواب کا انتظار کرنے کے بعد میں نے ان سے فوج پر رابطہ کیا اور اپنے خط کے بارے میں پوچھا کہ کیا ان افراد کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی عمل میں لائی جائے گی تو انہوں نے جواباً کہا کہ: ”آپ ایک پاگل انسان ہو، اس لئے آپ کے خط پر کسی قسم کا عمل نہیں ہو سکتا۔“ امیر جماعت کا یہ جواب

سننے کے بعد میں نے جماعت سے علیحدگی کے لئے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کرنا شروع کر دیا۔“

”مجھے بچپن سے ہی اسکن الرجی تھی۔ جسم پر خارش کی وجہ سے ہر وقت پریشان رہتا، بہت علاج کرایا۔ بڑی مہنگی دوائیں اور کریمیں استعمال کیں۔ لیکن کوئی فرق نہ پڑا اسلامیہ ہائی سکول جھنگ میں ہمارے ایک استاد ماسٹر عبدالحق صاحب ہوا کرتے تھے۔ جو ہمیں دسویں جماعت میں پڑھایا کرتے تھے۔ متقی مسلمان ہیں اور ماشاء اللہ اب بھی بقید حیات ہیں۔ مجھے ان سے بہت انسیت ہے۔ میں جب بھی جھنگ جاتا تو ان کی خدمت میں ضرور حاضری دیتا۔ وہ میرے خاندانی و مذہبی پس منظر سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود میرے ساتھ بے حد محبت کرتے ہیں۔ جن دنوں میں جماعت سے علیحدگی کے بارے میں سوچ رہا تھا تو ایک روز ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوران گفتگو میں نے اپنی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے ان سے دعا کے لئے درخواست کی تو فرمانے لگے کہ: ”میں تمہارے لئے دعا تو ضرور کروں گا۔ لیکن تم ایک کام کرو۔ چالیس روز تک روزانہ ہر رات اپنی عبادت گاہ میں کچھ وقت اللہ کی یاد میں گزارا کرو اور اس دوران اللہ سے یہ التجا کیا کرو کہ اے میرے رب، اگر تو نے مجھے اس بیماری سے شفا دے دی تو میں مرتے دم تک تیرا فرمانبردار بن کر رہوں گا۔“ میں نے ماسٹر صاحب کی اس ہدایت پر عمل شروع کر دیا۔ ان دنوں میں ذہنی طور پر پریشان ہونے کی وجہ سے ویسے بھی تنہائی کی تلاش میں رہتا تھا۔ ماسٹر صاحب کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ۳۰ روز گزر چکے تھے۔ اس رات میں منڈی بہاؤالدین کے موضع ”رجوعہ“ میں ایک دوست کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ حسب معمول رات کے وقت عبادت گاہ میں بیٹھا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے کوڑھ ہو گیا ہے۔ میرا سارا جسم گل سڑ رہا ہے اور اپنی اس حالت کی وجہ سے میں زار و قطار رو رہا ہوں۔ اتنے میں خواب میں ہی مجھے ایک انتہائی پر نور بارش چہرہ نظر آیا۔ ایسا حسین و جمیل چہرہ میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس شخصیت نے مجھ سے پوچھا کہ آپ رو کیوں رہے ہو۔ میں نے روتے ہوئے جواباً عرض کیا کہ میری جو حالت ہے، کیا یہ ہنسنے کے قابل ہے؟..... میرا جواب سن کر اس چہرے پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ جگمگائی اور پھر انہوں نے میرے سر پر اپنا ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ پھر مجھے کہا کہ: ”تمہاری بیماری ختم ہو جائے گی۔ آئندہ کوئی دوائی استعمال نہ کرنا اور اب فرمانبردار ہو جاؤ۔“ اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی اور میرے دل میں پہلا خیال یہ آیا کہ اب مجھے تائب ہو جانا چاہئے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ وہ دن اور آج کا دن، مجھے دوبارہ

کبھی خارش کی تکلیف نہیں ہوئی۔ میں نے تمام دوائیں اور کربمیں پھینک دیں۔ اب کبھی اسکن الرجی کے لئے دوا استعمال نہیں کی۔ یہ ۲۰۰۶ء کی بات ہے۔“

قادیانی جماعت سے بغاوت کرنے پر میری بیٹی کو اغوا کر لیا گیا

”جب قادیانی جماعت کے کچھ سرکردہ لوگوں کی اخلاقیات سے گری ہوئی حرکتوں کے متعلق میرے خط کے جواب میں امیر جماعت احمدیہ پاکستان مرزا خورشید نے مجھے پاگل قرار دیا تو یہ بات میرے لئے کسی شک سے کم نہ تھی۔ میں کئی روز تک اس صدمے سے باہر نہ نکل سکا۔ کیونکہ اپنی بہترین کارکردگی کی وجہ سے میں جماعت کے اعلیٰ ترین حلقوں میں بے حد پسند کیا جاتا تھا۔ مجھ پر جماعتی قیادت کے اعتماد کا یہ عالم تھا کہ سابق وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور وٹو کے والد نے فضل عمر ہسپتال چناب نگر میں جب زندگی کی آخری سانس لی تو اس وقت ان کا سر میری گود میں تھا۔ کیونکہ وہ جتنے دن ہسپتال میں زیر علاج رہے ان کی دیکھ بھال اور خدمت کے لئے جماعت نے مجھے ان کے ساتھ متعین کئے رکھا۔ سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر جب ابھی گورنر نہیں بنے تھے اس وقت بھی جماعت کے اعلیٰ سطحی وفود مختلف درپیش مسائل پر تبادلہ خیال کے لئے اکثر ان سے ملاقاتیں کیا کرتے اور سلمان تاثیر ان مسائل کے حل کے لئے جماعت کی ہر طرح سے معاونت کیا کرتے تھے۔ اس طرح کے کئی وفود میں، میں بھی شامل رہا اور مجھے متعدد بار سلمان تاثیر سے ملاقات اور ان کے ساتھ کھانا کھانے کا موقع ملا۔ لیکن آج جب میں نے کچھ لوگوں کی اخلاقی گراوٹ کی طرف انگلی اٹھائی تو جماعت کی قیادت کی نظر میں پاگل ٹھہرا۔ اس صورتحال کی وجہ سے اپنے کام سے میرا دل اچاٹ ہو گیا اور میں نے خود کو جماعت چھوڑنے کے لئے ذہنی طور پر تیار کرنے لگا۔ اس بات کا تو مجھے بھی یقین تھا کہ اگر جماعت کا امیر ہی میری بات پر توجہ نہیں دے رہا تو ایک عام قادیانی میری بات پر کیسے یقین کرے گا۔ اس لئے میں نے ربی کی ذمہ داری سے جان چھڑانے کے لئے بھی سوچ بچار شروع کر دی۔ اسی سلسلے میں پہلا قدم یہ اٹھایا کہ جماعت سے تین سال کی رخصت مانگی، جو **Without Pay** کی شرط کے ساتھ منظور کر لی گئی۔ چھٹی منظور ہوتے ہی میں نجی دورے پر ملائیشیا چلا گیا اور پھر ۲۰۰۳ء سے ۲۰۰۵ء تک میں ملائیشیا، سنگاپور، تھائی لینڈ اور سری لنکا میں رہا۔ اس دوران زندگی کی گاڑی چلانے کے لئے مختلف مزدوریاں بھی کیں۔ اصولاً بیرون ملک سے واپسی کے بعد مجھے دوبارہ ربی کی ڈیوٹی جوائن کرنی چاہئے تھی۔ لیکن میں چونکہ یہ کام چھوڑنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس لئے

اپنی ڈیوٹی پر واپس جانے کی بجائے نوکری کی تلاش شروع کر دی۔ چند روز بعد ہی مجھے ہومیو پیتھک ادویات کی ڈسٹریوشن کمپنی ”کیوریٹو ہومیو پیتھک“ میں جاب مل گئی۔ جس کے مالک موجودہ ناظر امور عامہ سلیم الدین کے برادر نسبتی راجہ رشید احمد رشیدی ہیں۔ یہ صاحب اپنے آپ کو رشیدی کہلوا کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ میں نے یہاں کام شروع کر دیا اور دوسری طرف جماعت نے ڈیوٹی پر واپس پہنچنے کا تقاضا شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں مجھے جماعت کی طرف سے متعدد بار تنبیہ بھی کی گئی اور بطور مربی کام کرنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن جب میری طرف سے کوئی مثبت جواب نہ ملا تو جماعت نے مجھے مربی کی ذمہ داری سے فارغ کرتے ہوئے تمام میڈیکل کارڈرز، پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات مجھ سے واپس لے لئے۔ اس کے ساتھ ہی ”کیوریٹو ہومیو پیتھک“ کی نوکری سے بھی مجھے جواب مل گیا۔ اب حالت یہ ہو گئی کہ نئی نکور لینڈ کروزر پر گھومنے والا نڈیر اپنا گھر چلانے کے لئے رکشہ چلانے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ سوچ سوچ کر خوش ہوتا رہا کہ میں تو جماعت اور مربی کی ذمہ داری سے الگ ہونے کے بہانے ڈھونڈ رہا تھا۔ چلو اچھا ہوا کہ جماعت نے خود ہی میری جان چھوڑ دی۔ لیکن یہ میری خوش فہمی تھی۔ کیونکہ جماعت احمدیہ تو قیادت سے اختلاف رائے کی جرأت کرنے والے کسی عام قادیانی کو معاف نہیں کرتی۔ یہاں تو لاکھوں روپے صرف کر کے تیار کیا جانے والا ایک مربی جماعت سے بغاوت کی جرأت کر رہا تھا۔ جماعت اسے ٹھنڈے پیٹوں کیسے برداشت کر لیتی۔“ www.kitabosunnat.com

”چونکہ میں کاروباری ذہن کا مالک ہوں۔ اس لئے چند روز ادھر ادھر چھوٹی موٹی مزدوری کرنے کے بعد میں نے کوئی کاروبار کرنے کا سوچا۔ اب میں ایسا کاروبار تو کر نہیں سکتا تھا کہ جس کے لئے بھاری سرمایہ انویسٹ کرنا پڑے کہ سرمایہ کہاں سے لاتا۔ البتہ بات کرنے کا سلیقہ بھی تھا اور خوش اخلاقی کا دس سالہ تجربہ بھی تھا۔ میں نے ان دونوں صلاحیتوں سے کام لینے کا فیصلہ کیا اور چنیوٹ میں بطور مڈل مین گنے کی ٹھیکیداری شروع کر دی۔ اللہ نے برکت دی اور میرا کام چل نکلا۔ اسی دوران میرے اندر ایک اور تبدیلی بھی آئی۔ اگرچہ میں اسکن الرجی سے شفایابی والا خواب دیکھنے کے بعد دل سے اسلام کی حقانیت پر ایمان لا چکا تھا۔ لیکن ابھی علی الاعلان قادیانیت سے تائب نہیں ہوا تھا۔ البتہ جماعت سے میں نے عملاً علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ چناب نگر میں رہتے ہوئے بھی تو میں جماعت کی مذہبی تقریبات میں

شرکت کرتا اور نہ ہی جماعت کو چندہ دیتا۔ علاقے کے مسلمانوں کے ساتھ میرا ٹھننا بیٹھنا زیادہ ہو گیا۔ بلکہ میں اکثر ان کی مسجد میں بھی چلا جاتا۔ جماعت میری سرگرمیوں کو داج کر رہی تھی۔ اس کا پتہ مجھے ایسے چلا کہ جب ایک روز مجھے صدر دفتر عمومی طلب کر کے کہا گیا کہ: ”آپ کی حرکات ٹھیک نہیں ہیں۔ آپ اس پر توجہ دیں۔ ورنہ آپ کو اس کے سنگین نتائج بھگتنا پڑ سکتے ہیں۔“ میں نے اس دھمکی کا جواب اس طرح دیا کہ چناب نگر والا گھر چھوڑ کر قریبی پہاڑی کے دامن میں سرکاری اراضی پر ایک کچا کمرہ بنایا اور بیوی کے ہمراہ وہاں رہنے لگا اور پوری توجہ اپنے کاروبار پر مرکوز کر دی۔“

”وہ ۷ جنوری ۲۰۰۷ء کی صبح تھی۔ گھڑی غالباً سات بج کر چالیس منٹ بج رہی تھی۔ میں اپنی چھ سالہ بیٹی عروسہ نذیر کو راجیکی روڈ پر واقع اس کے سکول ”ٹوٹنکل اسٹار اکیڈمی“ چھوڑنے کے لئے گھر سے نکلا۔ ہم باپ بیٹی موٹر سائیکل پر جا رہے تھے۔ جب راجیکی روڈ پر چڑھے تو پیچھے سے آنے والی ایک ۸۶ ماڈل کی کروڑا کار میں سے کسی نے آواز دی۔ ”ٹھیکیدار صاحب ذرا رکنا۔“ میں سمجھا کہ شاید کوئی مقامی زمیندار ہے جو گنے کی فصل کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے موٹر سائیکل روک لی۔ میرے رکتے ہی کار میں سے تین نامعلوم مسلح افراد نکلے۔ انہوں نے مجھ سے میری بیٹی اور موٹر سائیکل چھینی، میری جیب میں موجود تین ہزار روپے نکالے اور چلتے بنے۔ میں نے تھانہ چناب نگر اطلاع دی تو پولیس نے بچی کی بازیابی کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔ چند روز گزر گئے۔ لیکن بچی نہ مل سکی۔ اسی دوران نامعلوم نمبرز سے مجھے کالیں آنے لگیں۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ کال اس وقت آتی جب میں تھانے آتا۔ تھانے سے باہر نکلتے ہی میرا موبائل فون بجنے لگتا اور کسی نامعلوم نمبر سے کال کرنے والا شخص مجھے کہتا، ”تھانے سے ہو آئے ہو، اچھی بات ہے۔ لیکن کیا اس طرح تمہیں تمہاری بیٹی مل جائے گی۔ تم نے بہت کاروبار کر لیا ہے۔ اب اگر اپنی بیٹی کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو اس میں سے ہمارا بھی کچھ حصہ نکالو۔“ وہ لوگ چند روز تک اسی طرح میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتے رہے اور پھر ایک روز انہوں نے مجھ سے بیٹی کے بدلے ۵۰ لاکھ تاوان مانگ لیا۔ میرے منت سماجت کرنے پر ۲۰ لاکھ روپے میں معاملہ طے ہوا۔ لیکن میرے لئے یہ بھی بہت بڑی رقم تھی۔ میں اتنے پیسے کہاں سے لاتا۔ چونکہ گنے کا سیزن چل رہا تھا۔ کئی زمینداروں کے بل میرے پاس پڑے تھے۔ میں نے انہیں منت سماجت کر کے اس بات پر راضی کیا کہ اگر وہ مجھے اپنی رقم استعمال کرنے کی اجازت دیں تو انہیں میں چند روز ٹھہر کر ادائیگی کر دوں گا۔ کچھ قریبی

دوستوں سے ادھار پیسے پکڑے اور اس طرح کر کے ۲۰ لاکھ روپے جمع کئے۔ انہوں نے تاوان کی ادائیگی کے لئے مجھے رات ایک بجے فیصل آباد کے علاقے ستیانہ بنگلہ میں جھامرہ روڈ پر واقع چک نمبر ۲۳۸ گ.ب شیرکا، کے قریب گزرنے والی نہر کے پل پر بلایا۔ تاوان وصول کرنے کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگلے روز دوپہر کے وقت چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر آنے والی ایک ٹرین کے ڈبے سے مجھے میری بیٹی مل جائے گی۔ اگلے روز ایسا ہی ہوا اور چھ روز بعد مجھے میری بیٹی مل گئی۔ بچی بازیاب ہوتے ہی چناب نگر کی پولیس حرکت میں آئی اور مجھے میرے گھر سے اٹھا کر تھانہ چناب نگر کی حوالات میں بند کر دیا۔ مجھ پر میری ہی بیٹی کو اغوا کرانے کا الزام تھا۔ اس روز پہلی بار مجھے محسوس ہوا کہ جماعت نے مجھے سبق سکھانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اب آزمائش کا دور شروع ہونے والا ہے۔“

قادیانی رہنماؤں کی ایما پر تھانے میں بدترین تشدد کیا گیا

”بیٹی کی بازیابی کے بعد اگلے تین روز تک مجھے جماعت احمدیہ کے دفتر عمومی بلوایا جاتا رہا۔ جہاں دفتر عمومی کا کارخانہ ناصر بلوچ مجھے یہ دھمکی آمیز پیغام دیتا کہ ”آخری بار کہہ رہا ہوں کہ اب بھی وقت ہے کہ تم سدھر جاؤ۔“ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی تین روزہ ”نصیحت“ کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا تو اگلے ہی روز مجھے اپنے گھر سے اٹھا کر تھانہ چناب نگر کی حوالات میں پہنچا دیا گیا۔ ساری شام اسی ادھیڑ بن میں گزری کہ مجھے کس الزام کے تحت یہاں لایا گیا ہے۔ جب گھڑی نے رات کے گیارہ بجائے تو ایک اہلکار مجھے حوالات سے نکال کر تھانے کے ایک الگ کمرے میں لے گیا۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی میں نے دیکھا کہ صدر دفتر عمومی اللہ بخش صادق، قادیانی نواز ڈی. ایس. پی سعید اختر تیلہ، مقامی ایس. ایچ. او یاسر پنسوٹہ، چوکی انچارج چوہدری اصغر، صدر محلہ باب الا بواب نذیر احمد شیشے والا اور ناصر بلوچ سامنے ہی کرسیوں پر ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے بیٹھے تھے۔ ان لوگوں نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں تحریری طور پر یہ الزام قبول کروں کہ میری بیٹی کا اغوا ایک خود ساختہ ڈرامہ تھا اور میں نے اسے خود اغوا کرایا تھا۔ میں نے یہ سب لکھ کر دینے سے انکار کر دیا۔ میرا انکار سنتے ہی میرے ارد گرد کھڑے پولیس اہلکار مجھے پر پل پڑے۔ انہوں نے مجھے مکمل طور پر برہنہ کرنے کے بعد الٹا لٹایا اور چھتر دل شروع کر دی۔ ایک اہلکار با آواز بلند گنتی کر رہا تھا اور باقی مجھے مار رہے تھے۔ انہوں نے گن کر مجھے ۱۰۰ الترمارے۔ ۴۰ کے بعد

میں درد اور تکلیف سے قدرے بے نیاز ہو گیا۔ گنتی پوری ہونے کے بعد انہوں نے مجھے ڈنڈا ڈولی کرتے ہوئے اٹھایا اور لا کر حوالات میں پھینک دیا۔ میری حالت دیکھ کر وہاں بند دیگر حوالاتی بھی سہم گئے۔ ہمارے علاقے کا نامی گرامی چور ”یارو موچی“ بھی اس وقت حوالات میں بند تھا۔ اس نے میرا سارا جسم دبایا، سنتری سے کہہ سن کر تھوڑا سا تیل منگوایا اور مجھے مالش کی۔ دو ڈھائی گھنٹے بعد میرے حواس بحال ہوئے اور میں اٹھ کر بیٹھنے کے قابل ہوا۔ لیکن یہ تو ابھی ابتداء تھی۔ مجھے چار روز تک حوالات میں بند رکھا گیا۔ اس دوران پولیس نے مجھ پر تشدد کا ہر حربہ آزمایا۔ وہ بار بار مجھے منجی (چارپائی) پر چڑھاتے تھے۔ چارپائی الٹی کر کے وہ میرے ہاتھ پاؤں چاروں پایوں کے ساتھ باندھ کر چارپائی سیدھی کر دیتے۔ ہاتھ پاؤں بندھے ہونے کی وجہ سے سارا زور میرے جسم پر پڑتا تو مجھے ایسے لگتا کہ میرے جسم کا ایک ایک جوڑ الگ ہو رہا ہے۔ یہ اس قدر تکلیف دہ عمل تھا کہ میں چند منٹ ہی برداشت کر پاتا۔ ان چار دنوں میں بار بار میرے جسم کو سگریٹوں سے جلایا جاتا رہا۔ لوہے کے سریے کو آگ میں گرم کر کے میری پنڈلیوں کو داغا جاتا۔ جس کے نشان اب تک موجود ہیں۔ میری رانوں پر رولر پھیرا جاتا۔ جس کے باعث میری چیخوں سے سارا تھانہ گونج اٹھتا۔ لیکن مجھ پر تشدد کرنے والے میری چیخ و پکار سے محظوظ ہوتے اور ان کا ایک ہی مطالبہ ہوتا کہ میں اپنی جان بخشی چاہتا ہوں تو انہیں لکھ کر دوں کہ اپنی بیٹی کے اغوا کا ذمہ دار میں خود ہوں۔ لیکن اس قدر مار کھانے کے بعد بھی میں یہ الزام قبول نہ کر سکا۔ یارو موچی مجھے کہتا تھا کہ ”پولیس کے تشدد کو سب سے زیادہ چور برداشت کرتا ہے، کیونکہ وہ مار کھانے کا عادی ہوتا ہے۔ لیکن جتنا تشدد تم پر ہوا ہے اگر مجھ پر ہوتا تو شاید میں بھی برداشت نہ کر پاتا۔“ دراصل یارو موچی اصل بات سے واقف نہیں تھا کہ مجھ پر یہ تشدد کیوں ہو رہا تھا۔ بیٹی کے اغوا کا الزام تو محض ایک بہانہ تھا۔ اصل جرم تو جماعت احمدیہ سے میری بغاوت تھی۔ میں چونکہ اصل معاملے سے بخوبی واقف تھا۔ اسی لئے پولیس کا ہر ستم میرا حوصلہ بڑھاتا رہا اور میں اپنے موقف میں مزید پختہ ہوتا چلا گیا۔ جماعت احمدیہ کے خلاف میرے دل میں نفرت بڑھتی رہی۔ اس دوران میری تذلیل کا بھی خوب انتظام کیا گیا۔ چناب نگر کے مختلف گھرانوں کے لوگ اپنے بچوں سمیت تھانہ چناب نگر آتے، مجھے حوالات میں بے یار و مددگار پڑا دیکھ کر ہنستے مسکراتے، مجھ پر آوازے کتے، تمسخر اڑاتے اور مجھ پر باقاعدہ لعنت بھیج کر واپس چلے جاتے۔ کچھ ”خیر خواہ“ مجھے واپس لوٹ آنے

اور ایک اطاعت گزار احمدی بن کر زندگی گزارنے کا ”مشورہ“ بھی دیتے۔ یہ ساری صورت حال میرے لئے انتہائی تکلیف دہ تھی۔ کیونکہ میرا تعلق ایک انتہائی بااثر قادیانی گھرانے سے تھا۔ میرے گھرانے کے اثر و رسوخ کا اندازہ کرنے کے لئے یہ ایک مثال ہی کافی ہے کہ ۱۹۸۸ء میں میرے بڑے بھائی محمد رفیع کی جھنگ میں جوتوں کی دکان ہوا کرتی تھی۔ انہوں نے جوتے رکھنے والے کوشوکیس کے باہر شیشے پر کلمہ طیبہ کا اسٹیکر لگا رکھا تھا۔ چونکہ امتناع قادیانیت آرڈیننس ۱۹۸۴ء کے تحت یہ قانوناً جرم ہے۔ اس لئے کسی مقامی مسلمان کی شکایت پر ایک مجسٹریٹ نے ہماری دکان پر چھاپہ مارا۔ اس ”گستاخی“ پر میرے بڑے بھائی نے اس مجسٹریٹ کو بھرے بازار میں تھپڑ مارے تھے۔ پولیس بھائی کو تھانے لے گئی۔ ڈاکٹر عبدالسلام ان دنوں برطانیہ میں تھے۔ گھر والوں نے ان سے رابطہ کیا۔ انہوں نے وہاں سے ایس۔ پی جھنگ کو فون کیا اور آدھے گھنٹے بعد پولیس میرے بھائی کو عزت و احترام کے ساتھ گھر چھوڑ گئی۔ اس گھرانے کا ایک چشم و چراغ آج بے بسی کے عالم میں تھانہ چناب نگر کی حوالات میں پڑا تھا۔ اپنی اس بے بسی پر اگرچہ میری آنکھیں بھیگ جاتیں۔ لیکن یہ سوچ کر دل کو اک گونا اطمینان بھی ہوتا کہ مجھ پر ہونے والے اس ظلم و تشدد کی وجہ میرا کسی اخلاقی جرم میں مبتلا ہونا نہیں ہے بلکہ مجھے جماعت احمدیہ سے بغاوت اور قادیانیت سے نفرت کے جرم میں اس آزمائش سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ یہی وہ سوچ تھی جو مجھے پولیس کا تشدد برداشت کرنے کا حوصلہ دیتی تھی۔ حوالات میں گزرنے والے وہ چار دن انتہائی صبر آزمائے تھے۔ اس دوران مجھے بھوکا پیاسا رکھا گیا۔ دیگر حوالاتیوں کی روٹی میں سے جو چند ٹکڑے بچتے، میں انہیں پانی کے ساتھ نکل لیتا۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ مصیبت کی اس گھڑی میں میرے انہوں نے بھی مجھ سے منہ موڑ لیا تھا۔ والدین، بہن بھائی، اہلیہ اور سسرال والے مجھے چھوڑ کر جماعت کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ وہ سب میرے حالات سے مکمل طور پر باخبر تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس سارے معاملے سے لاتعلق رہے۔ انہوں نے پولیس سے کوئی رابطہ کیا نہ تھانے آ کر مجھ سے ملنے کی کوشش کی۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے میں ان کے لئے مرچکا ہوں۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا تھا کہ مجھ پر بیٹی کے اغوا کا الزام محض ایک فریب تھا۔ اصل معاملہ تو کچھ اور تھا۔ اسی لئے میرے گھر والوں حتیٰ کہ میری بیوی نے بھی میرے کیس میں کوئی دلچسپی نہ لی۔ بلکہ اس معاملہ سے لاتعلق رہ کر انہوں نے جماعت سے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔ دلچسپ بات یہ

ہے کہ اس وقت تک میں نے قادیانیت سے تائب ہونے اور اسلام قبول کرنے کا اعلان نہیں کیا تھا۔ صرف جماعت سے عملاً علیحدگی اختیار کی تھی۔ لیکن میرا یہ جرم بھی گھر والوں کے لئے قابل قبول تھا نہ جماعت احمدیہ کے لئے۔ اسی دوران میرے ایک وکیل دوست سید زید محسن کاظمی ایڈووکیٹ کو میرے حالات کی خبر ہوئی تو انہوں نے میری بازیابی کے لئے عدالتی بیلف کا پروگرام بنایا۔ کسی طرح چناب نگر پولیس کو بھی اس کی خبر ہو گئی تو انہوں نے فوری طور پر میرے خلاف اغوا کا جھوٹا مقدمہ درج کر کے اگلے روز ریمانڈ کے لئے مجھے ایڈیشنل سیشن جج چنیوٹ عقیل نذیر کی عدالت میں پیش کر دیا۔ میری اس وقت یہ حالت تھی کہ مجھ سے ٹھیک طرح سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ میرے ساتھ آنے والے دو پولیس اہلکاروں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر کٹہرے میں کھڑا کر دیا۔ جج صاحب نے میری طرف دیکھا اور مجھ سے کچھ پوچھا۔ میں چند ثانیے ان کی طرف دیکھتا رہا اور پھر ایک عجیب سی حرکت کی۔ میری اس حرکت پر جہاں جج صاحب کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہوئے۔ وہیں مجھے عدالت لانے والے سب انسپٹر اور دو سپاہیوں کے رنگ بھی فق ہو گئے اور میرے پیچھے کھڑے سب انسپٹر نے بھری عدالت میں ادئے ادئے کرتے ہوئے میری گدی پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔“

چناب نگر میں قادیانیت ترک کرنے والوں کا کوئی پرسان حال نہیں

”جب مجھے ایڈیشنل سیشن جج چنیوٹ کی عدالت میں پیش کرنے کے لئے لے جایا جا رہا تھا تو میں مسلسل یہی سوچ رہا تھا کہ میں عدالت میں اپنی بے گناہی کیسے ثابت کروں گا۔ پولیس کا مجھ پر سخت دباؤ تھا کہ میں عدالت میں پولیس تشدد کے متعلق یا پولیس کے خلاف ایک لفظ بھی نہ کہوں۔ ایس۔ ایچ۔ او تھا نہ چناب نگر نے عدالت لے جانے کے لئے مجھے ڈبل ہتھکڑی لگائی اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی کہ ”یاد رکھنا، اگر تم نے ہمارے خلاف ایک لفظ بھی بولا تو واپس ہمارے پاس ہی آنا ہے۔“ پولیس کے بہیمانہ تشدد نے میرا دماغ اس قدر ماؤف کر دیا تھا کہ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ دنیا کو کیسے بتاؤں کہ ایک باپ اپنی ہی بیٹی کو کیسے اغوا کر سکتا ہے۔ اسی ادھیڑ بن میں مجھے عدالت کے کٹہرے میں پہنچا دیا گیا۔ میں جج صاحب کے سامنے کھڑا تھا اور وہ مجھ سے کچھ پوچھ رہے تھے۔ پھر نہ جانے میرے جی میں کیا آئی کہ میں نے یکدم نیچے سے اپنے آپ کو برہنہ کر دیا۔ میری اس حرکت پر فوری طور پر دو رد عمل ظاہر ہوئے۔ پہلا یہ کہ جج

صاحب کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہوئے۔ دوسرا میرے پیچھے کھڑے سب انسپکٹر کا میری گدی پر زور دار تھپڑ پڑا۔ لیکن جیسے ہی جج صاحب کی نظر میرے نچلے حصے پر چلے ہوئے زخموں پر پڑی تو وہ ہکا بکا رہ گئے۔ صاف دکھائی دے رہا تھا کہ وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے ایک کڑی نظر سے مجھے لانے والے پولیس اہلکاروں کی طرف دیکھا تو ان کے رنگ پھیکے پڑ گئے۔ اب صورتحال یہ تھی کہ کمرہ عدالت پہ سکوت طاری تھا۔ جج صاحب خاموش بیٹھے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ میرا سر جھکا ہوا تھا۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ لب کانپ رہے تھے۔ میں بہت کچھ کہنا چاہ رہا تھا لیکن لفظ میری زبان کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد جج صاحب نے میری دل جوئی کے لئے چند ہمدردانہ جملے کہے اور پھر مجھے کسی ڈر اور خوف کے بغیر اپنا موقف کھل کر عدالت کے سامنے بیان کرنے کا حکم دیا۔ اس پر میں نے جج صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ ”سرکار! میری سمجھ کے مطابق اگر کوئی باپ اپنی ہی بیٹی کے اغوا کا ڈرامہ رچائے تو اس کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ اس ڈرامے سے کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ دوسری یہ کہ اگر کسی کی اپنی بیوی یا سسرال والوں سے کوئی ناچاقی ہو تو وہ انہیں اذیت دینے کے لئے ایسی قبیح حرکت کرتا ہے۔ تیسری یہ کہ بعض لوگ اپنے دشمنوں کو جھوٹے مقدمے میں پھنسانے کے لئے بھی اس طرح کے ڈرامے رچاتے ہیں۔ لیکن میرے کیس میں یہ تینوں باتیں دکھائی نہیں دیتیں۔ میں اس ڈرامے سے کوئی ذاتی مفاد تو کیا حاصل کرتا، الٹا اغوا کاروں نے مجھ سے ۲۰ لاکھ روپے تاوان لیا اور یہ رقم بھی میں نے ادھر ادھر سے قرض لے کر پوری کی۔ میں ایک خوشگوار گھریلو زندگی بسر کر رہا ہوں۔ میری اپنی بیوی سے کوئی ناچاقی ہے نہ سسرال والوں سے کوئی جھگڑا۔ تیسری بات یہ کہ میری کسی سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ نہ ہی میرا ایسا کوئی مخالف ہے جسے جھوٹے مقدمے میں پھنسانے کے لئے میں ایسی گھٹیا حرکت کروں۔“ جج صاحب نے میری بات اطمینان سے سنی اور پھر پولیس کی سرزنش کرتے ہوئے فوری طور پر میری باعزت رہائی کا حکم دے دیا۔ لیکن رہائی کے بعد بھی جماعت احمدیہ نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ مختلف ذرائع سے ملنے والی دھمکیوں کا سلسلہ تو جاری تھا ہی اس کے علاوہ بھی جماعت نے میرا حقہ پانی بند کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ میری اہلیہ تو اسی وقت مجھے ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر اپنے میکے چلی گئی تھی۔ جب پولیس نے مجھے بیٹی کے اغوا کے الزام میں گرفتار کیا تھا۔ میں نے دوبارہ چناب نگر میں رہائش اختیار کرنے کی کوشش کی تو جماعت کی طرف سے حکم جاری کیا گیا کہ کوئی

بھی شخص مجھے اپنا گھر کرائے پر نہ دے۔ لہذا مجھے ایک مضافاتی آبادی میں رہائش اختیار کرنی پڑی۔ ۲۰ لاکھ روپے تاوان کی ادائیگی کے بعد گنے کی ٹھیکیداری تو کہیں پیچھے رہ گئی تھی۔ بلکہ اب تو اس بھاری رقم کی واپسی ہی میرے لئے سوہان روح بنی ہوئی تھی۔ دوسری جانب پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے بھی کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ انہی دنوں میرے ایک نغمسار قادیانی دوست رفیق جٹ نے مجھے مظفر آباد میں نیلم جہلم پراجیکٹ کے بارے میں بتایا کہ اگر میں وہاں کوشش کروں تو مجھے کوئی چھوٹی موٹی نوکری مل سکتی ہے۔ میں نے رفیق جٹ کے مشورے پر عمل کیا تو مجھے وہاں باورچی کی نوکری مل گئی۔ وہاں گزرنے والے چند ماہ قدرے پرسکون تھے۔ لیکن پھر اچانک مجھے وہاں سے بھی نکلنا پڑا۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ نیلم جہلم پراجیکٹ کے ہیڈ آفس لاہور سے لے کر مظفر آباد میں سائٹ تک غیر ملکیتوں کے علاوہ جو مقامی لوگ کام کر رہے ہیں ان میں صرف دس فیصد مسلمان ہیں۔ جب کہ ۹۰ فیصد قادیانی ہیں۔ ابتداء میں تو انہوں نے میری خوب آؤ بھگت کی۔ لیکن جیسے ہی انہیں خبر ملی کہ میں جماعت احمدیہ سے بغاوت کے جرم میں آج کل زیر عتاب ہوں تو انہوں نے میرا ایسا ناطقہ بند کیا کہ مجبوراً مجھے وہاں سے نکلنا پڑا۔ واپس آ کر میں نے دوبارہ رفیق جٹ سے رابطہ کیا۔ اس کی چناب نگر میں دودھ دہی کی دکان تھی اور وہ پہلے بھی کئی مواقع پر خاموشی سے میری مدد کر چکا تھا۔ ہم نے باہم مل کر کھیتی باڑی کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہم نے چنیوٹ کے کچھ زمینداروں سے رابطہ کر کے ۱۱۲۲ ایکڑ زرعی اراضی ٹھیکے پر لی اور کام شروع کر دیا۔ کچھ مسلمان دوستوں کی مہربانی سے ادھار پر ضروری زرعی آلات خریدے اور پہلی فصل اترتے ہی ادائیگی کا وعدہ کیا۔ اس کے علاوہ تاوان والے ۲۰ لاکھ روپے کی واپسی کا تقاضا بھی اب بڑھنے لگا تھا۔ مجھے اس کی بھی فکر کھائے جا رہی تھی۔ انہی حالات میں کھیتی باڑی شروع کی اور چاول کی فصل کاشت کی۔ اس دوران میرا سابقہ معمول دوبارہ بحال ہو گیا۔ مسلمان دوستوں سے تعلق پہلے سے زیادہ بڑھ گیا اور اب میں نے کھلے عام ان کی مساجد میں جانا شروع کر دیا۔ جب فصل پک کر تیار ہوئی تو کٹائی کے دوران پہلے میرے والد فوت ہوئے اور پھر تین دن کے وقفے سے بڑے بھائی محمد رفیع بھی انتقال کر گئے۔ اگرچہ وہ لوگ مجھے چھوڑ چکے تھے۔ لیکن باپ اور بھائی کے انتقال پر صدمہ ایک فطری امر تھا۔ چند روز سخت پریشانی میں گزرے۔ اسی دوران رفیق جٹ نے فصل کی کٹائی مکمل کرائی اور تمام فصل غلہ منڈی چنیوٹ میں فروخت کرنے کے بعد خود ہی حساب کتاب کر کے مجھے اطلاع دی کہ ہماری چاول کی پہلی فصل ۶۵ لاکھ روپے کی ہوئی۔

جس میں سے میرے حصے میں ۳۵ لاکھ روپے آئے تھے۔ اس نے مجھے ۱۰ دسمبر ۲۰۱۰ء کو ۳۵ لاکھ روپے کا چیک دیا اور کہا کہ اگلے ایک دو روز میں رقم میرے اکاؤنٹ میں منتقل ہو جائے گی۔ اس چیک کا نمبر A11697458 تھا اور وہ یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ چناب نگر برانچ کا چیک تھا۔ جہاں رفیق جٹ نے اپنا کرنٹ اکاؤنٹ کھلوایا رکھا تھا۔ جس کا نمبر 01013064 تھا۔ لیکن رقم میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر نہ ہو سکی۔ دو روز بعد بینک نے تحریری طور پر بتایا کہ مذکورہ اکاؤنٹ میں مطلوبہ رقم نہیں ہے۔ بعد میں مجھے کچھ ذرائع سے پتہ چلا کہ جب جماعت کو میری اور رفیق جٹ کی شراکت داری کا علم ہوا تو قادیانی ذمہ داران نے اسے دفتر طلب کر کے سخت سرزنش کی اور اس کے بعد نہ رقم میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہوئی اور نہ ہی رفیق جٹ چناب نگر میں دکھائی دیا۔ وہ وہاں سے ایسے غائب ہوا جیسے گدھے سے سر سے سینگ۔ اب اصولاً تو چیک ڈس آنر ہونے پر رفیق جٹ کے خلاف قانونی کارروائی ہونی چاہئے تھی۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ یہاں یہ بھی بتادوں کہ چناب نگر میں قادیانیت سے تائب ہو کر مسلمان ہوانے والوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے ان پر ڈھائے جانے والے مظالم پر چناب نگر تھانے میں ان کی شتوائی اور دادرسی تو دور کی بات ہے الٹا پولیس انہیں اپنے مخصوص ہتھکنڈوں کے ذریعے واپس قادیانیت کی طرف لوٹ جانے پر مجبور کرتی ہے۔ اس کی ایک مثال ڈی ایس۔ پی سعید اختر تھلہ ہے۔ جس نے مسلمان ہوتے ہوئے بھی قادیانیوں کے اشارے پر مجھے پر تشدد کرایا۔ اسی طرح جماعت کے مظالم کے خلاف کئی لوگوں کی درخواستیں اب بھی تھانہ چناب نگر میں پڑی ہوئی ہیں۔ لیکن ان پر کوئی عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ چیک ڈس آنر ہونے کی وجہ سے صورتحال یہ ہوئی کہ مجھ پر کم از کم بیس پچیس لاکھ روپے کا قرضہ چڑھ گیا اور میری جیب میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی۔ مجبوراً مجھے چناب نگر چھوڑنا پڑا۔“

اسلام قبول کرنے والے تین نوجوانوں کو زندہ جلا دیا گیا

”چناب نگر میں جماعتی قیادت سے معمولی سا اختلاف کرنے والوں کا حقہ پانی تو بند کیا ہی جاتا ہے۔ لیکن جو لوگ قادیانیت پر لعنت بھیج کر دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ انہیں ایسے ظالمانہ طریقے سے نمونہ عبرت بنایا جاتا ہے کہ دوبارہ کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے۔ جب کہ مقامی پولیس ایسے جرائم کی مکمل طور پر پردہ پوشی کرتی ہے۔ اس کی ایک مثال ۲۰۱۱ء میں وقوع پذیر ہونے والا ایک واقعہ ہے۔ چناب نگر کے علاقے طاہر آباد کے رہائشی تین لڑکے احمد، ندیم اور حفیظ مسلمان ہو گئے۔ ان کی عمریں

۲۰ سے ۲۵ سال کے لگ بھگ تھیں۔ جماعت نے انہیں مختلف حیلوں بہانوں سے سمجھانے کی کافی کوشش کی۔ لیکن یہ تینوں نوجوان اپنے ایمان پر ڈٹے رہے۔ جب جماعت نے دیکھا کہ ان کی کوششیں رائیگاں جا رہی ہیں تو پھر ایک روز نائب صدر دفتر عمومی ڈی۔ ایس۔ پی (ر) حمید اللہ قریشی کے بھائی سابق پولیس انسپکٹر بشیر بلانے ان تینوں کو اپنے ڈیرے پر بلایا اور آخری بار سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن جب ان تینوں نے قادیانیت کی طرف واپس لوٹنے سے واضح انکار کر دیا تو ان پر پیٹرول چھڑک کر تینوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ ان تینوں نوجوانوں کے ورثاء اپنے بچوں کے اس ظالمانہ قتل سے بخوبی واقف تھے۔ لیکن انہوں نے قادیانی ہونے کی وجہ سے جماعت احمدیہ سے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے یا کسی خوف کے سبب قاتلوں کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کرنے کی بجائے خاموشی اختیار کر لی۔ چند روز بعد اس واقعے کو حادثہ قرار دے کر فائل بند کر دی گئی۔ مقتولین کے ورثاء کی خاموشی سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان تینوں ”باغی“ نوجوانوں کو زندہ جالے جانے کا فیصلہ کہیں اور کیا گیا تھا۔ بشیر بلانے تو صرف اس فیصلے پر عملدرآمد کیا تھا۔ چناب نگر میں یہ معمول کی بات ہے کہ اگر کسی ”باغی“ کو ٹھکانے لگایا جائے تو اولاً تو اس کے ورثاء کوئی قانونی کارروائی نہیں کرتے اور اگر معاملہ زیادہ بگڑ جائے یا میڈیا پر آ جائے تو پھر پہلے ورثاء کی طرف سے مقدمہ درج کرایا جاتا ہے اور پھر چند روز بعد انہیں کچھ رقم بطور دیت ادا کر کے صلح کر لی جاتی ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ چناب نگر میں رہنے والے سب لوگ یہ کام اپنی خوشی سے نہیں کرتے، بلکہ کئی مجبوریوں نے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ رکھے ہیں اور وہ بہت سے کام اپنی مرضی کے برخلاف اور جماعت کی مرضی کے مطابق کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جماعتی قیادت نے اپنی ”امت“ پر بے شمار چندے عائد کر رکھے ہیں۔ جب میں جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم تھا۔ اس وقت ہر قادیانی سے ۲۵ مختلف مددات میں چندہ لیا جاتا تھا۔ اب تو سنا ہے کہ جب سے مرزا مسرور نے خلافت سنبھالی ہے چندے کی کچھ مزید مددات بڑھادی گئی ہیں۔ اسی طرح جو لوگ چناب نگر میں رہائش اختیار کرتے ہیں انہیں وہاں زمین، جائیداد کے مالکانہ حقوق حاصل نہیں ہوتے۔ چناب نگر کا تمام رقبہ ۹۹ سالہ لیز پر جماعت احمدیہ کے نام ہے جو قادیانی وہاں اپنا گھر بنانا چاہے اس سے ایک فارم بھروا کر جماعت اسے سادہ کاغذ کی ایک چٹ پر پلاٹ کا الاٹی نمبر لکھ کر تھما دیتی ہے۔ اس موقع پر خریدار سے یہ تحریری ضمانت لی جاتی ہے کہ وہ یہ زمین کسی غیر قادیانی کو کسی بھی صورت فروخت نہیں کر سکتا۔ اگر وہ کسی قادیانی کو بھی فروخت کرنا چاہے تو اس کے لئے بھی جماعت سے اجازت

لیتی پڑتی ہے۔ چونکہ چناب نگر میں کسی کے پاس بھی جائیداد کے مالکانہ حقوق نہیں۔ اس لئے بغاوت کرنے والوں کے گھر اور جائیداد پر جماعت کا قبضہ عام معمول ہے۔ پھر بغاوت کرنے والوں کو جذباتی طور پر بلیک میل کیا جاتا ہے۔ اگر کسی باغی کے بچے چھوٹے ہوں تو جماعت وہ بچے چھین لیتی ہے۔ اس کی ایک مثال میں خود ہوں۔ میری دو بیٹیاں سابقہ بیوی اپنے ساتھ لے گئی۔ اب جماعت کی طرف سے مجھے ان سے ملنے کی قطعاً اجازت نہیں۔ اسی طرح ہمارے ایک ساتھی شیخ زبیر انور ہیں۔ جنہوں نے ۲۰۰۲ء میں اسلام قبول کیا۔ اس وقت ان کی اکلوتی بیٹی دوڑھائی سال کی تھی۔ وہ بچی ان سے چھین لی گئی۔ وہ گزشتہ بارہ سال سے اپنی بیٹی حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ لیکن ابھی تک انہیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اب بھی اس سلسلے میں چنیوٹ کی ایک مقامی عدالت میں ان کا کیس چل رہا ہے۔“

محمد نذیر نے مزید بتایا کہ: ”شیخ زبیر انور کا بھی عجیب قصہ ہے۔ اللہ نے ان کی ہدایت کے لئے کیا خوبصورت اسباب پیدا کئے۔ ایک ملاقات میں وہ مجھے بتا رہے تھے کہ ان کا تعلق لاہور سے ہے۔ بعد ازاں چناب نگر منتقل ہو گئے۔ وہ پیدائشی قادیانی تھے اور ۳۸ برس تک قادیانیت سے وابستہ رہے۔ درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ شیخ زبیر کا کسی گھریلو مسئلے پر بیوی سے جھگڑا ہو گیا۔ دفتر عمومی کی طرف سے انہیں اس جھگڑے میں ثالثی کا پیغام دیا گیا۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر دفتر آنے سے انکار کر دیا کہ یہ ان کا گھریلو مسئلہ ہے۔ جماعت اس میں مداخلت نہ کرے۔ جماعت ان کے اس حرف انکار پر اس قدر تلملائی کہ چند روز بعد کچھ لڑکے زبردستی ان کے گھر میں داخل ہوئے اور انہیں اٹھا کر دفتر عمومی لے آئے۔ اس وقت دفتر عمومی کے انچارج میجر (ر) شاہد سعدی اور نائب صدر ڈی. ایس. پی (ر) حمید اللہ قریشی ہوا کرتے تھے۔ دفتر عمومی میں شیخ زبیر پر شدید تشدد ہوا اور انہیں وہاں چند روز تک محبوس رکھا گیا۔ اس دوران ان کے گھر پر قبضہ ہوا۔ اس سلسلے میں ان کی قادیانی بیوی نے جماعت کا بھرپور ساتھ دیا۔ پھر ایک روز انہیں شام کے وقت وہاں سے نکال کر ایک گاڑی میں بٹھایا گیا اور چنیوٹ کے ایک چوک میں یہ کہہ کر اتار دیا گیا کہ دوبارہ چناب نگر کا رخ نہ کرنا۔ شیخ زبیر کے پاس اس وقت صرف تن کے کپڑے تھے۔ انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ رات کہاں گزاریں۔ اسی اثناء میں پاس سے گزرنے والے کسی مقامی آدمی نے انہیں قریب ہی واقع مولانا منظور احمد چنیوٹی کے مدرسے کی راہ دکھائی۔ وہ وہاں پہنچ گئے۔ اتفاقاً مولانا منظور احمد چنیوٹی ان دنوں چنیوٹ میں ہی قیام پذیر تھے اور اس وقت مدرسے میں موجود تھے۔“

شیخ زبیر کی پتاسنے کے بعد انہوں نے اپنے مدرسے میں ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔ شیخ زبیر قریباً ڈیڑھ ماہ ان کے مدرسے میں مقیم رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس دوران وہ جس بات سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے وہ یہ تھی کہ مولانا منظور احمد چنیوٹی نے ایک بھی دن ان سے نفرت کا اظہار کیا نہ ہی انہیں قادیانیت چھوڑنے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ بلکہ وہ جب بھی مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ ان کے ساتھ انتہائی شفقت سے پیش آتے۔ چونکہ شیخ زبیر پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ اس لئے وہ خود گاہے بگاہے مولانا چنیوٹی سے قادیانیت اور اسلام کے متعلق سوالات پوچھتے رہتے اور مولانا جواب دیتے جاتے۔ شیخ زبیر کا یہ کہنا ہے کہ مولانا منظور چنیوٹی کی صحبت میں گزرنے والے ان چند دنوں نے ہی ان کی کایا پلٹ دی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ جب ان کے مسلمان ہونے کی اطلاع چناب نگر پہنچی تو جماعت نے انہیں پھر نشانے پر رکھ لیا۔ ۲۰۰۲ء، ۲۰۰۸ء اور ۲۰۰۹ء میں ان کے خلاف تین جھوٹے مقدمے درج کرائے گئے جن میں ان کی گرفتاری بھی ہوئی اور وہ مجموعی طور پر پانچ سال جیل میں بھی رہے۔ لیکن ان مظالم کے باوجود ثابت قدم رہے۔ تاہم اب بھی وہ اپنی بقی کے حصول کے لئے عدالتوں میں دھکے کھا رہے ہیں۔ بچے چھیننے کے بعد باغیوں کے خلاف جو دوسرا بڑا حربہ استعمال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی کی جوان بیٹیاں شادی شدہ ہوں تو باپ کے مسلمان ہونے کی صورت میں بیٹیوں کو طلاقیں دلوادی جاتی ہیں۔ بلاشبہ یہ کسی باپ کے لئے بہت بڑا صدمہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ قادیانی کمیونٹی کو ہدایت کی جاتی ہے کہ ایسے لوگوں کا معاشی و سماجی بائیکاٹ کیا جائے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس طرح کے کئی تکلیف دہ مسائل بھی بے شمار قادیانیوں کے مسلمان ہونے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔“

قادیانی جماعت نے چناب نگر میں اپنا عدالتی نظام بنا رکھا ہے

”چناب نگر میں جماعت احمدیہ نے ریاست کے اندر ریاست قائم کر رکھی ہے۔ وہاں ان کا اپنا پولیس اور عدلیہ کا متوازی نظام ہے۔ دفتر امور عامہ تھانے اور دفتر عمومی پولیس چوکی کا درجہ رکھتے ہیں۔ جہاں باقاعدہ ٹارچر سیل بنے ہوئے ہیں۔ ان کا عدالتی نظام ایسے ہی ہے جس طرح ملک بھر میں عدالتی نظام کے چار درجے ہیں۔ سول کورٹ، سیشن کورٹ، ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ۔ بالکل اسی طرح چناب نگر میں جماعت احمدیہ کے عدالتی نظام کے بھی چار درجے ہیں۔ قادیانی وکلا وہاں پیش ہو کر بحث میں حصہ لیتے ہیں۔ قادیانی ججز چھٹی کے روز وہاں فرائض انجام دیتے ہیں اور آخری اپیل مرزا مسرور کے

☆ ☆ ☆ ☆

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

مرزا مسرور کارضاعی، بھتیجا، ختم نبوت کا مبلغ

جناب شمس الدین صاحب کا بیان

حضرت نے یکم ربیع الاول 25 دسمبر 2013ء بروز جمعرات بمقام جامع مسجد حافظ جی بنوں سٹی میں سالانہ ختم نبوت اجتماع کے موقع پر لوگوں کی جم غفیر سے بیان کیا تھا جس کو ہمارے عزیز مولانا عبدالحسیب (ناظم دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنوں) نے ریکارڈ کے طور پر محفوظ کیا اب افادہ عام کے لئے اس کو من وعن نقل کیا جاتا ہے۔

لحمده نصلی علیٰ رسولہ الکریم . اما بعد

تمام حضرات کو میری طرف سے السلام علیکم!

میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بنوں کے امیر حضرت مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی کا بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے ختم نبوت کے سالانہ اجتماع میں شرکت کی دعوت دیکر آپ حضرات کے سامنے ختم نبوت، قادیانیت، مرزائیت پر اور اپنی آپ بیتی بیان کرنے کا موقع فراہم کیا۔

میری پیدائش چناب نگر (ربوہ) کی ہے۔ آپ پاکستان میں جس سے بھی پوچھیں کہ پاکستان میں تبلیغی جماعت کا مرکز کہاں ہے تو وہ بتائیں گے کہ وہ لاہور (رائونڈ) میں ہے، اسی طرح اگر آپ پوچھیں کہ قادیانیوں کا گھر کہاں ہے تو وہ آپ کو چناب نگر (ربوہ) ہی بتائے گا۔ جب میں نے تعلیم مکمل کی تو میں نے یہ سوچا کہ جس طرح باقی قادیانی تعلیم مکمل کرنے کے بعد قادیانیت کا کام کرتے ہیں تو میں بھی اپنی جماعت کی خدمت کرتا ہوں۔ قادیانی جماعت کی خدمت کیا ہوتی ہے؟ مسلمانوں کو قادیانی بنانا۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ کسی بھی بندے کو اسلام پر لے کر آنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ سب قادیانیوں کی طرح میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کو کچھ پتا نہیں ہے، یہ بھولے بھٹکے گمراہ ہیں۔ ان کو صحیح اسلام کی طرف لے کر آتا ہوں۔ اسی مشن کو لے کر میں گھر سے نکلا۔ میری ایک صاحب سے ملاقات ہوئی، وہ اس طرح کہ میں اس محلے کی مسجد میں باقاعدگی سے نماز پڑھتا تھا، وہاں یہ صاحب بھی نماز پڑھتے تھے، ایک دن انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ سے بات کرنی ہے، ہم بیٹھ گئے، کہنے لگے کہ میں دیکھتا رہتا ہوں کہ آپ

بڑی اچھی نماز پڑھتے ہیں، بڑے آرام و سکون سے رکوع، سجدے کرتے ہیں، پر ایک مسئلہ ہے کہ آپ ہمیشہ جماعت کے بعد آتے ہیں اور اکیلے اپنی نماز پڑھتے ہیں، کبھی آپ کو میں نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا کہ بھی بات یہ ہے کہ میں قادیانی ہوں اور مرزا غلام احمد قادیانی کی بات کو مانتا ہوں اور اس نے کہا ہے کہ اگر تو کسی مسلمان امام کے پیچھے نماز پڑھے گا تو تیری نماز قبول نہیں ہوگی، چونکہ نماز فرض ہے اس لئے میں اس امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا، ہاں جب چناب نگر میں ہوتا ہوں تو اپنے امام کے پیچھے باجماعت نماز پڑھتا ہوں۔

یہ ساتھی نوجوان آدمی تھا، پڑھا لکھا تھا، سنت کے مطابق واڑھی بھی اس نے رکھی ہوئی تھی پر جب اس کے ساتھ گفتگو شروع ہوئی تو مجھے اندازہ ہوا کہ اس ساتھی کو کچھ نہیں پتا، یہ میرے ساتھ بحث نہیں کر سکتا، کیونکہ قادیانیوں کی ایک خاص تربیت کی جاتی ہے جس کی وجہ سے قادیانی کبھی مار نہیں کھاتا، اس کے پاس اتنے دلائل ہیں کہ کسی عام مسلمان کے ساتھ بحث کرے گا تو جیت جائے گا، ہاں جب کسی عالم یا اسپیشلسٹ کے ساتھ بات کرے تو ہار جائے گا۔ بہر حال انہوں نے بھی یہی سوچا کہ انہیں میرے سوالوں کا جواب نہیں آتا لہذا انہوں نے مجھے بخاری شریف پڑھنے کیلئے لا کر دی۔ میں نے بخاری شریف پڑھنی شروع کر دی، جب میں بخاری شریف کی حدیث مبارکہ نمبر ۶۶۶ پر پہنچا تو اس میں اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد رسول اللہ ﷺ کی جان ہے کہ ضرور تم میں عیسیٰ ابن مریم نازل ہونگے۔“ جس دن میں نے حدیث مبارکہ پڑھی تو پریشان ہو گیا کہ یا اللہ! عجیب ماجرا ہے، امام الانبیاء ﷺ فرما رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے جب کہ تمام قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ جس بندے نے آنا ہے وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے اور چونکہ عیسیٰ علیہ السلام نبی تھے اس لئے یہ بھی نبی ہے۔ میں نے سوچا یا اللہ! یہ بھی نبی اور وہ بھی نبی، وہ فرما رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب میں قسم اٹھا کر کہتا ہے: ”حق کی قسم عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ فوت ہو گئے ہیں۔“ میں نے کہا یا اللہ! یہ کیسا تضاد ہے، ادھر نبی کہہ رہا ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں، ادھر امام الانبیاء ﷺ کہہ رہے ہیں کہ وہ آئیں گے۔ میں اس قسم میں تھوڑا الجھ سا گیا۔ میں نے دعا شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ بات واضح کر دی کہ مرزا غلام احمد قادیانی جو قسم کھا رہا ہے وہ جھوٹی ہے اور جو قسم امام الانبیاء ﷺ کھا رہے ہیں وہ سچی ہے۔ بس اللہ نے مجھے اسلام کی

دولت عطا فرمادی اور قادیانیت ترک کروادی۔

پھر مجھے میرے بڑوں نے کہا کہ آپ نے 35 سال کی عمر قادیانیوں میں گزاری ہے تو اب آپ قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ الحمد للہ! میں بڑوں کی دعاؤں کے ساتھ گھر سے نکلا اور اب تک تقریباً 300 قادیانی میرے ہاتھ سے قبول اسلام کر چکے ہیں۔ جب میں نے ان سے گفتگو شروع کی تو مجھے اندازہ ہوا کہ قادیانی اتنی جلدی بات مانتا نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہ یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے کہ تو نے مجھے بڑی آسانی سے یہ نعمت دے دی جب کہ مجھے کسی نے خاص طور سے سمجھایا بھی نہیں تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ جب میں قادیانی تھا تو میں درود ابراہیمی بہت پڑھتا تھا، اس قدر کہ جب میں نماز پڑھتا تھا تو سجدے میں جا کر درود شریف شروع کر دیتا تھا، اتنی محبت تھی اس درود شریف سے، اور اسی درود شریف کی وجہ سے میری عشاء کی نماز گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ کی ہو جاتی تھی، ہر سجدہ میں پانچ، دس دفعہ یا اس سے بھی زیادہ پڑھتا، یاد ہی نہیں رہتا تھا، بس پڑھتے گئے جب تک دل کیا، یہ بھی خیال نہ رہا کہ اس طرح سجدے میں درود پڑھنا ٹھیک ہے کہ نہیں، بہر حال ایک عشق تھا اس درود سے کہ پڑھتا گیا۔ میری یہ سوچ ہے کہ اللہ نے اس درود میں اتنی برکت اور طاقت رکھی ہے کہ اس نے مجھے کفر میں نہیں رہنے دیا۔ آج میں اگر یہ کہوں کہ میں نے ریسرچ کی یا یہ کیا وہ کیا تو غلط ہوگا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس درود کی برکت تھی اگر اس درود کی برکت سے میں کفر سے نکل سکتا ہوں تو ہم مسلمان تو پہلے ہی اس کو مانتے ہیں، اگر ہم بھی اس کا اہتمام شروع کر دیں تو ہم پر جو مشکلات ہیں وہ ٹل سکتی ہیں۔ کیا سب اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ درود شریف کا اہتمام کریں گے؟ قادیانی بچے کی ایک اسپیشل تربیت کی جاتی ہے، وہ ویسے ہی ایک عام مسلمان گھر کے بچے کی طرح نہیں ہوتا کہ مدرسے چلا گیا اور سپارہ پڑھ کر آ گیا، آپ میں سے جن لوگوں کا قادیانیوں سے واسطہ پڑا ہو وہ شاید جانتے ہوں کہ قادیانی جلدی کسی سے گفتگو نہیں کرتا ڈرتا ہے بات کرنے سے، اس کی کیا وجہ ہے؟ ڈر یہ نہیں ہوتا کہ اگلے بندے کے پاس علم زیادہ ہوگا وجہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت نے اپنے بندوں کے ذہنوں میں علماء اور مولیوں کا ڈر ڈال دیا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں چھوٹا سا تھا اور باہر کھیل رہا تھا کہ والدہ صاحبہ نے مجھے آواز دی، میں آیا، انہوں نے مجھے بازو سے پکڑا، کمرے میں بند کیا اور باہر سے کنڈی لگا دی۔ میں نے روتے ہوئے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ میرا قصور کیا ہے؟ مجھے کیوں بند کر دیا کمرے میں؟ کھیلتے ہوئے بچے کو پکڑ کر لے جاؤ تو روتا ہے نا! والدہ نے جواب دیا: ”تجھے نہیں پتا باہر

مولوی پھر رہا ہے!“ جس بچے کو اس ڈر سے اندر بند کیا جائے تو اس کے ذہن میں مولوی کے بارے میں کیا تاثر پیدا ہوگا؟ کیا وہ مولوی کو اچھا سمجھے گا؟ اس طرح کی باتیں بچپن میں قادیانی بچوں کو ذہن نشین کرادی جاتی ہیں جس کی وجہ سے ہم کسی مسلمان سے ملنا پسند ہی نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی مسلمان ہمیں کہے کہ آؤ بیٹھ کر بات کرتے ہیں تو ہم نہیں کرتے تھے۔ یہ انہوں نے کس لئے کیا؟ یہ انہوں نے اس لئے کیا کہ انہوں نے نتیجہ نکالا ہے کہ جب ہمارا کوئی بچہ بڑا ہو کر کسی مسلمان عالم سے ملتا ہے تو وہ بچہ پھر قادیانی نہیں رہتا، بالآخر وہ بچہ بات سمجھ کر مسلمان ہو جاتا ہے۔ انہوں نے سوچا کہ ہم اس کی ایسی تربیت کر دیں کہ بڑا ہو کر کسی مولوی سے ملے ہی نہ۔

میں خود جب دیکھتا تھا کہ کوئی بندہ داڑھی ولایا مولوی قسم کا ہے تو اس سے بات نہیں کرتا تھا، بلکہ ہم وہ آدمی ڈھونڈتے تھے جو دین سے دور ہو، چاہے جتنا مرضی پڑھا لکھا ہو اس کی کوئی پریشانی نہیں، بس دین سے دور ہو، داڑھی نہ رکھی ہو، کلین شیو ہو تو ہمیں آسانی ہوتی تھی، اس کو قابو کرنا آسان ہوتا ہے۔ طریقہ واردات ہمارا کچھ اور ہوتا تھا، وہ ہمیں سکھایا جاتا تھا۔ آج ہمارے بچے مسجدوں اور مدرسوں میں جارہے ہیں پر کیا ہم انہیں یہ تربیت دے رہے ہیں جس طرح قادیانی اپنے بچوں کو سمجھاتے ہیں کہ علماء سے نہیں ملنا، مولوی سے نہیں ملنا؟ کیا ہم نے اپنے بچوں کو یہ تربیت دی ہے کہ کسی قادیانی سے نہیں ملنا؟ ہم اکثر کانفرنسوں میں جاتے ہیں، وہاں بہت لوگ آتے ہیں، ساری ساری رات بیٹھتے ہیں، علماء کی بات سنتے ہیں، ساری ساری رات قادیانیت پر ہی گفتگو ہوتی ہے، وہاں میں اکثر کہتا ہوں کہ بہت کم لوگ ایسے ہونگے جو گھر جا کر اپنے بیوی بچوں کو بتائیں گے کہ ہم رات کو کانفرنس میں کیا سن کر آئے ہیں۔ جبکہ قادیانی کیا کرتے ہیں کہ مثلاً جب میں وہاں جماعت احمدیہ (قادیانیوں) کے بنائے ہوئے ”سنو کر کلب“ میں کھیلنے جاتا تو وہاں پر بھی یہی باتیں ہو رہی ہوتی تھیں کہ جماعت کا نیا حکم کیا آیا ہے، خلیفہ وقت نے کیا پیغام بھیجا ہے، اس دفعہ ہم نے کس طرح لڑنا ہے، خلیفہ وقت نے بتایا ہے کہ فلاں عالم نے یہ جھوٹ بولا ہے وغیرہ وغیرہ، تو ہر طرح سے مسلمانوں کے بارے میں ان کے دل میں نفرت ڈالی جاتی ہے۔ کیا ہم نے اپنے بچوں کو نہیں بتانا کہ قادیانیت کیا ہے؟

میں ایک گاؤں میں بیان کیلئے گیا تو انہوں نے اعتراض کیا کہ ہمارے گاؤں میں چونکہ کوئی مرزائی ہی نہیں ہے اس لئے آپ قادیانیوں کے بارے میں بات نہ کریں۔ میں نے پوچھا: ”کیا آپ

کے بچے اس چار دیواری کے اندر رہتے ہیں یا گاؤں سے باہر بھی جاتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ جاتے ہیں، میں نے کہا ”آپ کے گاؤں کے باہر تو مرزائی بیٹھے ہیں نا“ پھر ان کی سمجھ میں بات آگئی۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ مجھے ایک ٹیلیفون آیا کہ جی، ہم نے بڑی مشکل سے آپ کا نمبر لیا ہے، میں نے کہا حکم کریں کیا بات ہے؟ کہنے لگیں کہ میرے خاوند لاہور میں سافٹ ویئر انجینئر تھے ایک لاکھ سے زیادہ ان کی تنخواہ تھی ہمارا اپنا گھر ہے تین بچے ہیں جو کہ اچھے سکول میں پڑھ رہے ہیں خاوند کی دوستی کسی مرزائی سے ہوگئی، پڑھا لکھا بندہ تھا نا! جو ہی مرزائی سے دوستی ہوئی وہ قادیانی ہو گیا اور آج وہ بندہ امریکہ میں بیٹھا ہے اور ایک پٹرول پمپ میں ملازمت کر رہا ہے۔ اب بیوی بچے یہاں رو رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ اگلے سال میرا کیس کلیئر ہو جائے گا تو میں اپنی بیوی بچوں کو باہر بلا لوں گا مگر شرط یہ ہے کہ قادیانیت قبول کر لیں۔ ان کا ہر بچہ، ہر بندہ اپنے دین کا اسپیشلسٹ ہے، جس مذہب پر وہ چل رہے ہیں۔ کیا ہمارا بھی ہر بندہ اتنا اسپیشلسٹ ہے کہ ان کا مقابلہ کر سکے؟ ایک سافٹ ویئر انجینئر ”سوالاکھ“ روپے اس کی تنخواہ اور قادیانی بن کر باہر چلا گیا، اب ماں، بھائی، بہن، بیوی سارے یہاں رو رہے ہیں۔ کل پھر میں نے اس سے بات کی، سات آٹھ منٹ، اور صرف اتنی درخواست کی کہ مجھے اپنا سکاٹپ آئی ڈی دے دو کہ میں آپ سے انٹر نیٹ پر بات چیت کر سکوں۔ بالآخر وہ مجھے اپنا آئی ڈی دینے پر راضی ہو گیا۔ اب آپ سب لوگ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا کرے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں یہ چیز پیدا ہوگئی ہے کہ ہم صرف اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ قادیانی ایسا نہیں کرتا، قادیانی جب بھی آپ سے دوستی لگاتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ میں نے اس کو قادیانی بنانا ہے، جہاں اسے پتہ چلتا ہے کہ یہ بندہ نہیں ہو رہا وہاں وہ آپ کو چھوڑ دیگا اور کوئی اور بندہ ڈھونڈ لے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود نے، جو کہ قادیانیوں کا دوسرا خلیفہ تھا اور اسے یہ لوگ امیر المؤمنین کہتے ہیں یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجے کا مانتے ہیں نعوذ باللہ، اپنے جمعہ کے ایک بیان میں کہا تھا کہ ”اگر کوئی قادیانی مسلمانوں کے محلے یا علاقے میں گھر کرائے پر لیتا ہے تو وہ یہ سوچ کر مت لے کہ میں نے اس میں رہنا ہے بلکہ وہ یہ سوچ کر گھر لے کہ اس نے اپنے مذہب کی تبلیغ کرنی ہے۔ رہنا تو ہے ہی، پر جب وہ یہ سوچ کر گھر لے گا تو اس کو ثواب بھی ملتا رہے گا تبلیغ کا۔ بقول اس کے کہ اللہ اس میں برکت ڈال دیں گے وہ لوگوں کو آسانی سے قادیانی کر لے گا۔ پھر اس نے یہ کہا کہ اگر چہ مہینے کے اندر وہ دیکھتا ہے کہ علاقے کے لوگ اس کے قابو میں نہیں آ رہے تو

وہاں سے کہیں اور منتقل ہو جائے اور وہاں بھی نیت یہی رکھے اور اسی طرح وہ ساری زندگی مکان بدلتا رہے مگر عزم یہی ہوگا کہ اس نے مسلمانوں کو قادیانی کرنا ہے۔ کیا آپ کے علاقے میں کوئی قادیانی ہو تو کبھی آپ یہ عزم کرتے ہیں کہ ہم نے اس کو مسلمان کرنا ہے؟ کیا دعوت دینا ہمارا کام ہے یا ان کا کام؟ ہمارا کام ہے پر نہیں دے رہے دعوت، جبکہ وہ دے رہے ہیں، چھپ کر دے رہے ہیں، جہاں کہیں موقع ملتا ہے دعوت دیتے ہیں۔ ایک چیز میں نے یہ دیکھی کہ ایک قادیانی ایک جگہ گیا اور اس نے مکان لیا اس کے ارد گرد پانچ سو مکان ہیں مسلمانوں کے، اب قادیانی دیکھتا ہے کہ ان میں سے کمزور گھر کون سا ہے، اس کمزور گھر سے یہ تعلق بڑھاتا ہے، چاہے اسے بیوی بچوں کو اس کے گھر بھیجنا پڑے یا جو بھی کرے پر اس سے تعلق بڑھاتے ہیں، جب تعلق بڑھتا ہے تو تحفے تحائف بھیجتے ہیں، واشنگ مشین بھیج دی، ڈرائیج بھیج دیا، تاکہ تعلق زیادہ مضبوط ہو جائے، پھر اس کے بعد ان کو اپنی دعوت دیتے ہیں اور وہ قادیانی ہو جاتے ہیں۔ یہ جو پانچ سو گھر ہیں ان میں سے قادیانی نے کمزور گھر ڈھونڈ لیا، واشنگ مشین پہنچا دی، یہ غریب گھر مسلمانوں کو کیوں نہیں نظر آتا؟ کیا پانچ سو گھر مل کر اس ایک گھر میں واشنگ مشین نہیں دے سکتے؟ وجہ یہ ہے کہ اس کو پتہ ہے کہ یہ خرچہ جو میں کر رہا ہوں اس کی مجھے پیچھے سے فنڈ آ جائے گا، جبکہ ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہم آٹھ ہزار کی مشین کیسے دیں گے۔ ہمیں بھی اپنے مذہب کی خدمت کرنی ہے، ہمیں بھی ان کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے، ورنہ غنقریب یہ ہوگا کہ آپ سنا کریں گے فلاں قادیانی ہو گیا، فلاں قادیانی ہو گیا۔

میں نے ایک جگہ مسجد میں بیان کیا تو وہاں سے پھر گیارہ لوگوں نے مجھ سے موبائل پر رابطہ کیا، پتہ چلا کہ کسی کا چچا قادیانی ہو گیا، کسی کا بہنوئی قادیانی ہو گیا، کسی کا کوئی ہو گیا، نتیجہ یہ نکلا کہ پتہ چلا وہ سارے ملک سے باہر جا چکے ہیں۔ تو کس لئے قادیانی ہوئے؟ صرف لالچ میں۔ اگر ہم اپنے ارد گرد نظر رکھیں تو ہمیں پتا چلتا رہے گا ان کا کس کے گھر آنا جانا زیادہ ہے اور اسے پتا چلتا رہے گا کہ یہ کون ہے۔ اگر آپ چاہیں کہ ویسے ہی پتہ چل جائے کہ قادیانی کون ہے تو کسی کے ماتھے پر نہیں لکھا ہوتا۔ میرے والدین ابھی بھی چناب نگر میں ہیں اور اس وقت ان کا موجودہ خلیفہ مرزا مسرور احمد، جو کہ انگلینڈ میں ہوتا ہے، اس نے اور میرے والد صاحب نے ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہے، تو میرا دراصل ان سے رضاعت کا رشتہ ہے، اسی وجہ سے قادیانی لابی کو بہت دکھ ہے کہ شمس الدین جہاں بھی جاتا ہے وہاں اعلان یہ ہوتا ہے کہ شمس الدین مرزا مسرور کا رضاعی بھتیجا ہے، اس لئے اب وہ مجھے بھی پیشکش کرتے ہیں،

سب سے پہلے تو انہوں نے یہ کہا کہ اگر آپ کو یہ خطرہ ہے کہ اگر آپ واپس قادیانی ہو جائیں گے تو یہ مولوی حضرات آپ کو مار دیں گے تو ہم آپ کو باہر بھیج دیتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ کسی مسلمان کو دعوت دیتے ہیں تو اس طرح واضح لالچ نہیں دیتے کہ یہ لو باہر کا ویزہ اور قادیانی ہو جاؤ، بلکہ یوں کہتے ہیں کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہاری جان کو خطرہ ہے تو اس کا حل ہمارے پاس ہے، ہم تمہارا ویزہ لگوا دیتے ہیں جرمنی کا، انگلینڈ کا، کینیڈا کا، تم وہاں چلے جاؤ۔ ہمیں اپنے لوگوں کو یہ سب بتانا ہے۔

دو دن پہلے میں چناب نگر گیا، فتح مہالہ کانفرنس تھی، مولانا الیاس چنیوٹی صاحب نے بلایا تھا۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کا نام تو آپ سب نے سنا ہوگا، آپ یقین کریں کہ چناب نگر والے، اس وقت میں بھی ان میں شامل تھا، مولانا چنیوٹی رحمہ اللہ کو دجال کہہ کر یاد کیا کرتے تھے اور قادیانی جماعت یہ کہتی تھی کہ جیسے نبی کریم ﷺ کے وقت میں ایک ابو جہل تھا اسی طرح مسیح موعود کا ابو جہل یہ منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ ہے نعوذ باللہ۔ جس دن حضرت چنیوٹی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تو ہم نے اس خوشی میں مٹھائی بھی کھائی تھی۔ صرف مٹھائیاں ہی نہیں بلکہ جن کی استطاعت تھی انہوں نے دیکیں بھی بانٹیں، اس خوشی میں کہ ہمارا سب سے بڑا دشمن مر گیا ہے۔ ہمیں بڑوں نے جو بتایا ہوتا ہم اسی پر چلتے تھے۔ خیر اب جو میں چناب نگر گیا، وہاں تھوڑی گفتگو بھی ہوئی پھر میں اپنے گھر گیا، والد صاحب نے دور سے جو دیکھا کہ میں آگیا تو وہ اندر والے کمرے میں جا کر کنڈی لگا کر بیٹھ گئے۔ میں ایک گھنٹہ اپنی والدہ کے پاس بیٹھا رہا پر وہ باہر نہیں نکلے۔ ایک کھڑکی کھلی تھی، میں نے آتے ہوئے ان سے کہا کہ اچھا جی میں اب جا رہا ہوں اور آتا جاتا رہوں گا، کہنے لگے کہ اب تو وہی مولوی تیرے ماں باپ بھی بن گئے ہیں، اب تو نے کیا کرنا ہمارے گھر آ کر، میں نے کہا کہ جی میں تو بہر حال دعوت دینے آیا تھا اور مرتے دم تک دعوت دینے آتا رہوں گا۔

ایک واقعہ اور سنادوں۔ لاہور میں ایک ڈپٹی ڈائریکٹر صاحب تھے، وہ جاپان سے پڑھ کر آئے، قادیانی تھے، ان کے پاس کچھ دوست گئے، ان کو تبلیغ کی، مختلف باتیں کیں اور آگئے۔ مجھے ایک ساتھی نے فون کیا کہ جی آپ بھی ان سے ملیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے چلا جاتا ہوں۔ ساتھی نے کہا کہ یہ شخص اجرائے نبوت پر بہت بات کرتا ہے، کہتا ہے کہ نبوت جاری ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سارے قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ کا نبی اور رسول مانتے ہیں۔ میں چلا گیا اس کے پاس، علماء کو بھی یہ لوگ مولوی ہی

کہتے ہیں، کیونکہ یہ لوگ نام نہیں جانتے کہ کون کون سے بڑے عالم ہیں تو اس نے کہا کہ یہ جو مولوی حدیث پیش کرتے ہیں ہر جمعے میں، ہر جگہ، یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ میں نے پوچھا کون سی حدیث مبارکہ اور کون سا جھوٹ؟ کہنے لگا یہی کہ ایک جگہ ایک محل بن رہا تھا بڑا خوبصورت، لوگ آ جا رہے تھے دیکھنے اور بڑی تعریف کر رہے تھے اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی اور اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ آخری اینٹ میں ہوں۔ میں نے کہا کہ جی پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث مولویوں نے نہیں بنائی بلکہ جب سے حدیث کی کتابیں چلتی آرہی ہیں ان میں یہ حدیث موجود ہے، اس میں مولویوں کا کیا قصور ہے؟ کہنے لگے مولویوں کا قصور یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے نبی کو اینٹ سے تشبیہ دی ہے، یہ غلط ہے۔ اس کی تشریح وہ کس طرح کرتا ہے! کہتا ہے اینٹ اچھی جگہ پر بھی لگتی ہے اور بُری جگہ پر بھی لگتی ہے۔ (اس کے الفاظ تو یہ تھے کہ اینٹ مسجد میں بھی لگتی ہے اور باتھ روم میں بھی لگتی ہے، پر میں جہاں بھی یہ واقع بیان کرتا ہوں تو یہ الفاظ استعمال کرتا ہوں) اور لوگوں سے بھی اس نے یہ سوال کیا اور پتا نہیں جواب میں لوگوں نے اس کو کیا کیا حدیثیں سنائیں۔ مجھ سے وہ چونکہ کافی زیادہ پڑھا لکھا تھا تو میں نے پہلے اس کی ذہن سازی کی، جس طرح میں قادیانیت کے دور میں مسلمانوں کی کرتا تھا، میں نے اس پر یہ کلیہ آزمایا کہ آپ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ جو اللہ کے نبی کو اینٹ کہے وہ گستاخ ہے۔ کہنے لگا بڑی اچھی بات کہی، آپ بڑی جلدی سمجھ گئے، ورنہ جو مولوی مجھے تبلیغ کرنے آتے ان کو یہ بات سمجھ ہی نہیں آتی۔ میں نے کہا کیا آپ یہ بات مانتے ہیں کہ جو کوئی نبی کو اینٹ کہے وہ گستاخ ہے تو کہنے لگا بالکل گستاخ ہے۔ میں نے کہا کہ اگر یہ گستاخی مرزا غلام احمد قادیانی کرے تو پھر؟ کہنے لگا کہ جی وہ کر ہی نہیں سکتا۔ اس نے مجھے ایک شعر سنایا:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا

نام اس کا ہے محمد دلبر میراد ہی ہے

مجھے پتہ تھا کہ یہ مرزا قادیانی کا شعر ہے۔ میں نے کہا کہ جی بڑا اچھا شعر ہے، مجھے یہ بتائیں کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی یہ کہے کہ اللہ کے نبی آخری اینٹ ہیں تو پھر آپ کیا کہیں گے؟ اگر آپ اس طرح سوچتے ہیں کہ یہ گستاخی ہے اس نے کہا کہ جی اس طرح ہو ہی نہیں سکتا میں نے اپنا توڑا (بوری) نکالا اس میں سے مرزے کی کتاب نکالی اور کھول کر اس کے آگے رکھ دی اور کہا کہ یہ پڑھو۔ اس نے پڑھا، لکھا تھا ”دیوار نبوت کی آخری اینٹ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں“ میں نے کہا کہ مولوی تو ہوئے

گستاخ کہ وہ نبی کو اینٹ کہتے ہیں، اب مرزے نے بھی حضور ﷺ کو اینٹ کہا تو اب بتاؤ کہ اس کو کس درجے پر لے کر جاؤ گے؟ تو پتہ ہے کہ اس نے آگے سے کیا جواب دیا! کہنے لگا: شمس الدین صاحب گھر کا بھیدی لٹکا ڈھائے۔“ میں نے کہا نہیں صرف یہ بات نہیں ہے آپ یہ بات بتائیں کہ یہ گستاخی ہے کہ نہیں ہے؟ اور گستاخی کرنے والا بندہ کون ہے؟ اب اس کے لئے پریشانی تھی اس نے کتاب کے ایک دو صفحے آگے کے چیک کئے ایک دو پیچھے کے دیکھے اور چھپ ہو گیا میں نے کہا کہ اب آپ سے بات تو ہو ہی نہیں سکے گی، میں ہی آگے چلتا ہوں اس کے بعد اسے میں نے ایک کتاب دکھائی جس میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے ”دیوار نبوت کی آخری اینٹ میں خود ہوں“ پہلی کتاب میں اس نے لکھا، دیوانہ نبوت کی آخری اینٹ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، یہاں لکھتا ہے، میں خود ہوں۔ میں نے کہا کہ دونوں کتابیں تمہارے پاس ہیں دونوں کا لکھنے والا مرزا قادیانی ہے ایک طرف حضور ﷺ آخری اینٹ ہوئے دوسری طرف مرزا ہوا، چلو اب یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آخری کون ہے؟ اور فیصلہ بھی تم ہی نے کرنا ہے کیونکہ مجھے تو پتہ ہے کہ آخری نبی کون ہے اب اینٹیں ہمارے پاس دو ہیں جبکہ جگہ ایک کی ہے، تم نے کرنا یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک اینٹ لگاؤ، یہاں کوئی لگتی ہے۔ وہ تھا تو بڑا پڑھا لکھا، بات کو سمجھ گیا، کہنے لگا ”یار وہاں پر تو اللہ کے نبی ہی آئیں گے“ میں نے کہا کہ میرے والدین بھی قادیانی ہیں اور تم بھی قادیانی ہو اس لئے تمہیں تھوڑی سی رعایت دیتا ہوں، تم مرزے کو وہاں لگا دو اللہ کے نبی کو باہر نکال دو۔ کہنے لگا نہیں حضرت: یہ کیا کرتے ہیں وہاں تو اللہ کے نبی ہی آتے ہیں میں نے کہا کہ یہی تو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ وہاں اللہ کے نبی ہی آئیں گے اور وہ سوراخ بند ہو جائے گا۔ پھر یہ مرزا کہاں جائے گا؟ کیونکہ نبوت کا باب تو بند ہو گیا۔ کہنے لگا بس جی مجھے بات سمجھ آ گئی آج کے بعد نبوت والا باب بند ہو گیا۔ میں نے کہا اللہ تیرا شکر ہے پھر ان ساتھیوں کو فون کیا وہ بھی بہت خوش ہوئے میرے لئے بھی دعا کی اور اس کے لئے بھی دعا کی۔ پھر ان صاحب کا اگلا قدم یہ آیا کہ اب حیات عیسیٰ علیہ السلام پر گفتگو ہوگی ہم نے ان کے ساتھ وہ گفتگو بھی کی ہمیں ان کے ساتھ بحث میں کل ڈیڑھ مہینہ لگا آج وہ صاحب الحمد للہ اپنے بیوی بچوں سمیت مسلمان ہو کر زندگی بسر کر رہے ہیں ہمیں صرف ان قادیانیوں کو ان ہی کے رنگ میں سمجھانا ہے ان کو اپنی تعلیمات کا بھی نہیں پتا۔ اس کی مثال میں یہ دیتا ہوں کہ ہم ہے تو مسلمان پر ہم بھی پوری طرح اپنے نبی کی تعلیمات پر نہیں چلتے اسی طرح قادیانیوں کو بھی نہیں پتا اگر ہم یہ باتیں انہیں بتائیں اور سمجھائیں تو وہ بھی

بہت جلد اس طرف آسکتے ہیں۔

میرے بہنوئی ہیں سرکاری ملازم ہے اور انہوں نے ایم اے اکنامکس کیا ہوا ہے جب میں نے 2013ء میں اسلام قبول کیا اور اس کے بعد جو پہلی بڑی عید آئی وہ میری اسلام کی پہلی عید تھی میں نے بچوں سے کہا کہ ہمارے گھر تو عید پر کسی نے نہیں آنا کیونکہ خاندان تو سارا چھوٹ گیا ہے ہم شام کو باہر سیر کے لئے چلیں گے بچے بھی خوش ہوئے ابھی تین بجے تھے کہ میرے بہنوئی کا فون آیا میں نے اٹھایا تو کہنے لگے ”اوسرکاری مسلمان“ میں نے کہا جی بھائی جان! کہنے لگا: میں نے دیکھا ہے تم آج کل بینر کے ساتھ لٹکے ہوتے ہو۔ میں نے پوچھا کیا مطلب؟ کہنے لگا: ایک جگہ بینر لگا تھا اس پر لکھا تھا ”شمس الدین“ تو میں نے دوستوں سے کہا وہ دیکھو میرا سالا لٹکا ہوا ہے“ جب وہ طنز کر چکے تو میں نے کہا ”بھائی جان حکم کریں۔“ کہنے لگا آج ہمارے گھر آؤ تم“ میں نے پوچھا ”خیریت ہے؟“ کہنے لگا گھر پر کچھ مہمان اکٹھے ہوئے ہیں“ کہتے ہیں کہ شمس الدین کا مولوی پن اتارنا ہے“ مولوی پن یعنی یہ نیا نیا مولوی بنا ہے اور بڑا مولوی بنا پھرتا ہے تو آج اس کا مولوی پن اتارتے ہیں بے عزت کرتے ہیں“ میں نے کہا ”بھائی جان آج عید کا دن ہے کل کا پروگرام رکھ لیتے ہیں“ کہنے لگا ”نہیں نہیں آج مہمان اکٹھے ہوئے ہیں ان کے سامنے بات ہو“ میرے بچے ساتھ کھڑے سن رہے تھے وہ رونے لگ گئے کہ ہم نے تو سیر کے لئے جانا ہے آج، میں نے گھر والی سے کہا کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی دولت دی تھی اس دن سے میں نے یہ اعلان کیا تھا کہ اب میری ساری زندگی ختم نبوت کے لئے وقف ہے اب قادیانی بلائے اور میں نہ جاؤں ایسا نہیں ہو سکتا پھر میں نے کہا کہ وہ میرا بہنوئی ہے اور یہ میری ایک ہی بہن ہے تو آپ لوگ بھی تیاری کر لو سب اکٹھے چلتے ہیں بہر حال میں نے بچوں کو اشارہ کیا ”شت“ تو وہ سمجھ گئے کہ اب باپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے فٹ مارزے کو پکڑا اور گاڑی کی ڈگی میں بند کر دیا یعنی مرزے کی کتابوں کو بیگ میں ڈالا اور گاڑی میں لا دیا وہاں پہنچے، بیٹھے گفتگو شروع ہوئی میرے بہنوئی نے پہلے دس منٹ تک مرزے پر لیکچر دیا اور کمال کا لیکچر دیا اگر کوئی عام آدمی سنتا تو سمجھتا کہ شاید یہ ساری باتیں سچی ہیں آخر میں کہنے لگا کہ دو ہزار سال ہو گئے عیسیٰ کو اس دنیا سے گئے ہوئے آج تک کسی کو نہیں پتہ کہ وہ کہاں ہیں اللہ نے آج تک مسلمانوں میں کوئی ایسا نیک بندہ پیدا ہی نہیں کیا جس کو یہ بتایا ہو کہ عیسیٰ کہاں ہیں اللہ نے مرزا غلام احمد قادیانی پر وحی کی اور اسکو بتایا کہ حضرت عیسیٰ کی قبر آزاد کشمیر میں ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ

حضرت عیسیٰ کی قبر جو آپ بتا رہے ہیں کہ آزاد کشمیر میں ہے اور بقول آپ کے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نیک بندہ پیدا ہی نہیں کیا جس کو بتاتا تو میں دعا کرتا ہوں کہ اس جیسا نیک بندہ دوبارہ کبھی پیدا ہی نہ ہو۔ پھر میں پوچھا کہ کشمیر میں مرزے کی قبر والی وحی لے کر آنے والا کون تھا؟ کہنے لگے ”کیا تم بھول گئے ہو؟ میں نے کہا کہ جی مجھے تو اتنا پتہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر جو وحی آتی تھی وہ جبرائیلؑ لیکر آتے تھے۔ کہنے لگے اس پر بھی جبرائیلؑ ہی آتے تھے۔ میں نے کہا چلو ٹھیک ہے یہ بتاؤ یہ کشمیر میں جو قبر ہے اس کا آپ کو کتنے فیصد یقین ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ کی ہی ہے۔ میرا سوال تو یقین کا تھا انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا ایمان ہے کہ یہ قبر عیسیٰ کی ہے۔ میں نے کہا چلے آپ اپنی بات جاری رکھیں جب ختم کر لیں پھر میں شروع کروں گا، کہنے لگے بس بات یہی ہے۔ اب تم بتاؤ کہ کیا عیسیٰ کی قبر جھوٹی ہے کشمیر میں اور ثبوت بھی دو اس بات کا، میں نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر بچوں کو اشارہ کیا ”شت“ تو ان کو تو سمجھ نہیں آئی پر بچے سمجھ گئے اور بھاگے بھاگے مرزے کو ڈگی سے نکالا اور میں نے جب اس کو میز پر پوسٹ مارٹم کے لئے بچھایا تو پھر انہیں سمجھ آئی کہ یہ کیا اشارے کر رہا تھا۔ بہر کیف کتابیں میں نے نکالیں اور وہاں رکھیں اور جس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا تھا کہ اللہ نے مجھے وحی کی اور مجھے بتایا کہ کشمیر میں عیسیٰ کی قبر ہے وہ کھول کر اس کے سامنے رکھی کہ پڑھ لے مرزا نے اس میں یہ دعویٰ کیا ہے انہوں نے پڑھی اور کہا کہ یہی تو ہم بھی کہہ رہے ہیں۔ میں نے یہ کتاب ایک طرف کھلی رکھ لی۔ اب میں نے مرزے کی ایک اور کتاب نکالی اور اس میں وہ صفحہ کھول کر بتایا کہ اس میں مرزا قادیانی لکھتا ہے ”حضرت عیسیٰ کی قبر فلسطین کے علاقہ الخلیل میں ہے“ اب دوسری قبر فلسطین میں ہے اور پہلی قبر کشمیر میں۔ تو میں نے پوچھا کہ جی آپ کے بقول جبرائیلؑ وحی لیکر آئے تھے کہ عیسیٰ کی قبر کشمیر میں ہے تو یہ دوسری وحی کون لیکر آیا کہ قبر فلسطین میں ہے؟ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ جبرائیلؑ ایک دفعہ وحی لائیں کہ قبر کشمیر میں ہے دوسری دفعہ وحی لائیں کہ قبر فلسطین میں ہے۔ بس اب وہ سب خاموش۔ میں نے کہا میں بتاتا ہوں۔ وہ دوسرا فرشتہ مرزے کا ”ٹیچی ٹیچی“ تھا۔ آپ لوگوں نے نام سنا ہوگا ٹیچی ٹیچی کا۔ میں آج کتابیں ساتھ نہیں لایا یہاں ”ورنہ آپ کو دکھاتا کہ وہ فرشتہ ٹیچی ٹیچی اصل میں وحی نہیں بلکہ پیسے لیکر آیا تھا مرزے کے پاس“ اب یہ دوسری کتاب بھی کھول کر پہلی کتاب کے اوپر رکھ دی۔ پھر میں نے تیسری کتاب نکالی اور کہا کہ جی اس میں مرزا لکھتا ہے کہ ”حضرت عیسیٰ کی قبر بلاد شام میں واقع ہے“ اور اس پر اس نے دو بندوں کی گوی بھی پیش کی۔ میں نے پوچھا کہ بتائیں کہ اب

اس پر کون وحی لیکر آیا؟ وہ سب خاموش! وہ جو مجھے بے عزت کرنا چاہتے تھے، میرا مولوی پن اتارنا چاہتے تھے وہ سارے خاموش۔ میں نے کہا میں بتاتا ہوں کہ اس پر وحی کون لیکر آیا۔ اس پر وحی لانے والا مرزے کا ایک ہندو فرشتہ تھا جس کا نام تھا ”مٹھن لال“ تیسری کتاب بھی میں نے اس کے ساتھ رکھ دی اور کہا کہ اب (triangle) (تکون) بن گیا قبروں کا، اب آپ بتائیں ایمان کس قبر پر ہے آپ کاتینوں قبریں بتانے والا مرزا ہی تھا۔ وہ خاموش رہے۔ میں نے کہا کہ آپ اب کیا بات کریں گے میں نے ابھی ہاتھ پھر سے بڑھایا ہی تھا کہ میرے بہنوئی نے کہا! کیا کرنے لگے ہو؟ میں نے کہا جی چھوٹی قبر نکالنے لگا ہوں “کہنے لگا: یا یہ میرا گھر ہے کہ قبرستان ہے! میں نے کہا: میں نے تو بات نہیں شروع کی قبروں کی، آپ نے ہی شروع کی تو میں نے سوچا چلو قبریں دکھا دیتے ہیں آپ کو۔ وہ بڑے غصے میں کہنے لگا ان سب کتابوں کو بند کر۔“ میں نے پوچھا: “آپ مرزے کو مانتے کیا ہیں؟ کہنے لگا امام مہدی۔“ میں نے کہا اللہ کا نبی نہیں مانتے؟ کہنے لگا ہاں وہ بھی مانتے ہیں۔“ میں نے کہا کہ جو نبی کی بات ہوتی ہے وہ حدیث ہوتی ہے اور آپ اتنی بے عزتی کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ اس کو بند کر۔ آپ کے نبی کی بات کو بند کر دوں؟ یہ کیا ہو گیا آپ کو؟ اب ان کا لہجہ نرم پڑ گیا، کہنے لگے: ”چل بند کر دے ان کتابوں کو ویسے بات کرتے ہیں۔“ میں نے کہا: اگر آپ مجھے موقع دیں تو پانچویں قبر بھی دکھاؤں گا آپ کو، ابھی وہ بھی بیگ میں بند پڑی ہے۔“ جو لوگ میرا تماشا دیکھنے آئے تھے انہوں نے دیکھا کہ بات تو الٹی ہو گئی، ایک نے اشارہ سے یوں کہا (پیشاب کیلئے جانے کی اجازت مانگی) اور وہاں ہوتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا، ایک اور نے بھی اشارے سے یوں کہا بھائی جان اور (پیشاب کے بہانے) وہ بھی نکل گیا، ایک نے موبائل جیب سے نکالا اور کہا: ”ہیلو! آپ کی آواز نہیں آرہی، میں باہر نکل کر آپ سے بات کرتا ہوں۔“ یوں میری کتابیں بند کرتے کرتے وہ سارے لوگ جو تماشا دیکھنے آئے تھے پانچ منٹ کے اندر اندر نکل گئے۔

بہر حال دن کے چار بجے ہماری باتیں شروع ہوئیں اور رات کے دو بج گئے اور میں کتابیں کھول کھول کر سارے کفر دکھاتا گیا ان کو۔ ہم سب جانتے ہیں کہ جب ہم کلمہ پڑھتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو پہلے یہ فرمایا اللہ نے ”کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں“ اور دوسرا حصہ ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے ان کو یہ بھی دکھا دیا کہ ایک کتاب میں کہ مرزے نے لکھا ہے: ”اسلام کے دو حصے ہیں اللہ کی اطاعت اور حکومت برطانیہ کی اطاعت۔“ سارا کچھ میں نے انہیں کھول کر دکھا دیا، رات کے

دو بج گئے، میں نے پوچھا: ”کہاں گئے آپ کے وہ سارے مہمان جن کی وجہ سے مجھے بلایا ہے؟“ کہنے لگے: ”ادھر ہی ہیں، ادھر ہی ہیں۔“ میں نے کہا ان کو بلائیں، فون کریں، ساری بات تو وہ لوگ سنتے جائیں۔“ کہنے لگے: ”ابھی آجائیں گے۔“ میں نے کہا فکر نہ کریں جب تک میں آپ کے گھر میں بیٹھا ہوں وہ کبھی نہیں آئیں گے“ یقین کریں میں رات دو بجے تک بیٹھا رہا پر ان میں سے کوئی واپس نہیں آیا۔ کہتے ہیں نا کہ جب حق آتا ہے تو باطل بھاگ جاتا ہے۔ الحمد للہ۔ آخر میں میں نے ان سے پوچھا: ”مجھے یہ بتائیں کہ آپ کو اللہ کے نبی ﷺ سے زیادہ پیار ہے یا اس مرزے سے؟“ اس کے جواب میں وہ جو میری اکلوتی بہن ہے اس نے مجھے جواب دیا: ”مجھے تو مرزے سے زیادہ پیار ہے۔“ میں نے کہا: ”کیوں اس کے پیچھے پڑی ہے، خود تو جہنم میں چلا گیا، تجھے بھی پیچھے لے کر جا رہا ہے، چھوڑ دے اس کا بھڑا (دامن)۔“ اگلا جواب اس نے یہ دیا: ”اگر مجھے اللہ میاں بھی آکر کان میں یہ بات کہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹا ہے تو میں اس کی بات بھی نہیں مانتی۔“ بس پھر میں اٹھا، بیک گاڑی میں رکھا، بچے سو گئے تھے، ان کو اٹھایا، بڑا ہی پریشان کہ یا اللہ! ایک ہی میری بہن ہے، اس نے یہ کیا کہہ دیا۔ نکلنے سے پہلے بہن کو اچھی طرح کہہ کر آیا کہ میں جب چلا جاؤں تو تو بہ ضرور کر لینا اللہ تعالیٰ سے، میرے سامنے تو ہو سکتا ہے تجھے شرم آرہی ہو مگر یہ جو بات تو نے کہی یہ بڑی غلط بات ہے، نماز پڑھ کر توبہ کر۔ یہ کہہ کر میں گھر آ گیا۔

میرا بڑا بھانجا جو چھبیس سال کا تھا اس گفتگو میں نہیں بیٹھتا تھا، وہ کہتا تھا کہ ماموں غلط ہے اور مولویوں کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔ وہ مجھے مرتد، زندیق، کافر اور بڑی بڑی گالیاں نکالتا تھا۔ میں گھر آ گیا، ایک دو دن پریشان رہا، پھر زندگی معمول کے مطابق آگئی، مگر اللہ نے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ اپنے بھانجے کو اسلام کی دعوت دے حالانکہ میں اس کو دعوت نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں نے ایک دن دعا کی اللہ تعالیٰ سے کہ یا اللہ اس کو ہدایت دے، دعوت تو اب میں نے اس کو دینی ہے، پر اس نے آگے سے مجھے گالیاں دینی ہیں، یا اللہ میں کیا کروں، اللہ سے یہ باتیں کر کے میں نے دعا کی اور اسے فون کیا۔ اس کا نام تھا احمد شفیع، میں نے کہا: ”یار آج میرے گھر آ جاؤ۔“ کہنے لگا: ”ماموں کیوں؟ خیریت ہے؟“ جب اس نے یہ کہا تو مجھے تسلی ہو گئی کہ اس نے آگے سے گالی نہیں دی بلکہ ماموں کہہ دیا ہے تو اللہ نے میری دعا سن لی ہے، گالی نہ دینے کے ساتھ ہدایت کی دعا بھی مانگی تھی اس لئے مجھے یہ بھی یقین ہو گیا کہ اس کو اللہ ہدایت بھی دے دیں گے۔ وہ رات ساڑھے نو بجے میرے گھر آیا، ساڑھے بارہ بجے تک میں نے اس کو قادیانی

کتابوں سے کفر نکال کر دکھائے، آخر ساڑھے بارہ بجے کہتا ہے کہ ماموں بس کر دیں، آپ نے تو مجھے بڑی ہی گندی باتیں نکال کر دکھائی ہیں۔ اپنی کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دادیوں اور نانہیوں کو مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ وہ زانی عورتیں تھیں۔ اس پر ایک اور واقعہ بھی آپ کو بعد میں سناتا ہوں۔

بہر کیف اس نے کہا کہ ماموں یہ کتابیں بند کر دیں، میں نے بند کر دیں، جب قادیانی سننا نہ چاہے تو پھر نہیں سنائی چاہئے کیونکہ پھر وہ دھیان ہی نہیں دیتا۔ میں نے پوچھا: ”بیٹا اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے اس معاملے میں؟“ کہنے لگا: ”ماموں بہت زیادہ کفر لکھا ہے، بڑی گندی باتیں لکھی ہیں، مگر میں آپ کو سچی بات بتاؤں کہ جو کتابیں آپ نے مجھے دکھائی ہیں یہ مرزا صاحب کی نہیں ہیں، یہ کسی مولوی نے لکھی ہیں۔“

سارا غصہ پھر مولوی پر! کہنے لگا: ”ایسی گندی باتیں مولوی لکھ سکتا ہے، مرزا صاحب نہیں لکھ سکتے۔“ میں اٹھا، الماری کھولی، اس میں سے قرآن پاک نکالا اور لا کر اس سے کہا: ”اس کتاب کو جانتا ہے؟“ کہنے لگا: ”کون نہیں جانتا، یہ اللہ کا کلام ہے۔“ میں نے کہا: ”میں اس کلام پاک کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ یہ کتابیں مرزا غلام احمد قادیانی کی ہیں۔“ اس نے کہا: ”میں نہیں مانتا آپ کی بات۔“ یعنی میں قرآن کی گواہی دے رہا ہوں اور وہ بچہ نہیں مان رہا۔ اس کے ساتھ اس کے دو دوست بھی تھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ یا اللہ میرے پاس تو یہی طریقہ تھا کہ قرآن پاک کی قسم اٹھالی، اب اسے کیسے سمجھاؤں، اسی وقت اللہ نے رہنمائی فرمادی، میں نے کہا: ”ایک اور طریقہ ہے فیصلہ کرنے کا، تیری نظر میں مولوی سب سے برا انسان ہے اور تو کہتا ہے کہ یہ کتابیں بھی کسی مولوی کی ہیں، میری نظر میں یہ مرزا قادیانی کی ہیں، مجھے مرزے سے نفرت ہے، تجھے مولوی سے نفرت ہے، چل ایسا کرتے ہیں کہ تو بھی ان کتابوں کے لکھنے والے پر لعنت بھیج، میں بھی ان کتابوں کے لکھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں۔“ اب وہ خاموش ہو گیا، کہ اگر یہ کتابیں واقعی مرزا قادیانی کی ہوئیں تو پھر کیا ہوگا، وہ اب تک جو صوفیہ پر ٹیک لگا کر بیٹھا تھا تو سیدھا ہو گیا اور کہنے لگا: ”ماموں دیکھنا، مروا نہ دینا۔“ میں نے کہا: ”میں تجھے حقیقت بتا رہا ہوں۔“ کہنے لگا: ”ماموں اس بحث کو یہیں روک دیتے ہیں۔“ میں نے کہا ”روک دیتے ہیں، اگر تو مرزے پر لعنت نہیں بھیجتا چاہتا تو جس طرح چاہے اپنی تسلی کر لے۔“ پھر وہ چلا گیا۔

میں سوچتا رہا کہ اس نے مجھے جواب نہیں دیا کوئی، گھر جا کر وہ بچہ ساری رات سو نہیں سکا، اس کی بیوی نے بتایا کہ ساری رات جاگتا رہا، صبح اٹھا بیوی کو ساتھ لیا اور اپنے قادیانیوں کے ایک عالم کے

پاس چلا گیا۔۔۔ یہ لوگ اپنے عالم کو ”مربی“ کہتے ہیں پر میں انہیں ”ربی“ کہتا ہوں جیسے یہودی اپنے عالموں کو ”ربی“ کہتے ہیں۔۔۔ اس نے اپنے ”ربی“ کے گھر سے دو کتابیں لیں، مرزے کی نمبر وار کتابیں ہیں تقریباً سو کے قریب، ان میں سے یہ جلد نمبر ۲۱ اور ۲۲ لے کر شام کو میرے گھر آ گیا اور کہنے لگا: ”ماموں جی! اب پتا چلے گا آپ کی کتابوں کا، کہ یہ ایک نمبر ہیں یا دو نمبر ہیں۔“ میں نے اپنی الماری سے بھی ۲۱ اور ۲۲ نمبر جلدیں نکالیں، کہنے لگا یہ میری بیوی کو پکڑا دیں، اب ایک طرف اس کی بیوی صوفے پر بیٹھی ہے اور دوسری طرف وہ خود بیٹھا ہے اور اس سے کہتا ہے: ”کوئی صفحہ نکال اور مجھے بتا، میں بھی وہ صفحہ کھولوں گا اور تو وہاں سے پڑھے گی اور میں یہاں سے دیکھوں گا، پتا چل جائے گا کہ ماموں کی کتابوں میں کیا فرق ہے۔“ یوں وہ میاں بیوی پونہ گھنٹہ لگے رہے اور کھول کھول کر مختلف صفحے چیک کرتے رہے اور ایک دوسرے سے موازنہ کرتے رہے، بالآخر پونے گھنٹے بعد اس نے ساری کتابیں بند کیں، جو دو ساتھ لایا تھا وہ لفافے میں ڈالیں اور میری کتابیں مجھے واپس کیں تو میں نے کہا: ”کیا نتیجہ نکلا؟“ کہنے لگا: ”ماموں ایک نکتے کا فرق نہیں ہے۔“ میں نے کہا: ”میں نے تو رات کو ہی تجھے کہا تھا، پر تو نہیں مانا، تیری خاطر میں قرآن کی جھوٹی قسم تھوڑی کھا رہا تھا؟ اب تجھے اللہ نے ثبوت دے دیا ہے، بتا اب کیا ارادہ ہے؟“ کہنے لگا: ”رات کو تو میں ڈر رہا تھا کیونکہ میری امی نے کہا تھا کہ ماموں کے پاس کتابیں دو نمبر ہیں اور کسی مولوی کی لکھی ہوئی ہیں، میں چونکہ ماں کی بات کا یقین کرتا تھا اس لئے رات کو میں نے ان کتابوں کے لکھنے والے پر لعنت نہیں بھیجی، اب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ ساری کتابیں ہماری ہیں اور یہ تعلیمات مرزا غلام احمد قادیانی کی ہیں لہذا اب میں مرزے پر لعنت بھیجتا ہوں، آپ مجھے کلمہ پڑھائیں، میں مسلمان ہوتا ہوں۔“ الحمد للہ وہ لڑکا مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے اس کی بیوی کی طرف دیکھا اور پوچھا: ”کڑیے! تیرا“ کی ارادہ اے؟ اوہ تے ہو گیا۔“ (اے لڑکی! تمہارا کیا ارادہ ہے اب؟ تمہارا خاوند تو مسلمان ہو گیا ہے) کہنے لگی: ”ماموں یہ ساری رات نہیں سویا اس پریشانی میں کہ اگر واقعی یہ ساری کتابیں ہماری ہیں اور وہ گند ہماری کتابوں میں ہیں تو یہ ہم کس سمت میں جا رہے ہیں، وہ اب میں نے بھی دیکھ لیا، اب میں بھی مرزے کو چھوڑتی ہوں اور اسلام قبول کرتی ہوں۔“ یوں رات بھر میاں بیوی مسلمان ہو گئے۔ اب یہ لڑکا ہے کون؟ یہ اس عورت کا بیٹا ہے جو کہتی تھی کہ اگر اللہ میاں بھی میرے کان میں کہے تو میں نہیں مانتی۔ اللہ نے اسی کے گھر میں اس کے ہی بیٹے کو اسلام کی دولت دے دی۔ اللہ کو لڑکا رکنا کوئی آسان کام نہیں کہ ہر کوئی اسٹھے اور

کہے کہ اللہ ایسا تو میں نہیں مانتا نعوذ باللہ۔ تو پہلے اس کا بھائی مسلمان ہوا تھا، اب بیٹا مسلمان ہو گیا۔

اس کے ساتھ چھوٹا بھائی بھی آیا ہوا تھا، میں نے اس کی طرف دیکھا اور کہا: ”تیرا کیا ارادہ ہے؟“ کہنے لگا: ”ماموں! احمد تو آپ کی باتوں میں آ گیا پر میں نہیں آنے والا۔“ میں نے کہا: ”میں نے تجھے باتوں میں تھوڑی لے کر آنا ہے، میں نے تو تجھے دائرہ اسلام کے اندر لے کر آنا ہے، صرف باتوں میں نہیں پھنسانا۔ تو تصدیق کر!“ کہنے لگا: ”میں چناب نگر ربوہ جاؤں گا، وہاں سے کم از کم پچاس سال پرانی کتابیں نکالوں گا مرزا کی اور چیک کروں گا۔“ میں نے کہا: ”میں تجھے حوالے لکھ دوں گا، کتابوں کے نام اور صفحہ نمبر کے ساتھ، تو چیک کر لے۔“ کہنے لگا: ”نہیں مجھے حوالے نہ دیں بلکہ میں وہاں پہنچ کر آپ کو اطلاع کروں گا، آپ مجھے اپنے موبائل سے پیکیج پر فون کیجئے گا، پھر آپ کو جو کتاب اور صفحہ بتاؤں وہ کتاب آپ کھول کر مجھے سنائیں گے۔“ میں نے کہا: ”ٹھیک ہے۔“ وہ چناب نگر (ربوہ) گیا اور قادیانیوں کی بڑی لائبریری میں بیٹھ گیا اور مرزے کی ستر سال پرانی کتابیں نکالیں جن پر اب گتے بھی نہیں تھے، اب وہ مجھے کہے فلاں کتاب فلاں صفحہ کھولیں، گھر سے میں کھولوں اس کو پڑھ کر سناؤں، جہاں جہاں سے وہ کہتا گیا میں سناتا گیا، یوں میں نے اس کو تقریباً پونے دو گھنٹے سارے صفحے پڑھ کر سنائے، بالآخر وہ کہتا ہے ”ماموں بس کریں“ میں نے پوچھا: خیریت ہے؟ کہنے لگے: میں تھک گیا۔“ میں نے پوچھا: تو کس کا امتی ہے؟“ کہنے لگا: ”سمجھ نہیں آئی۔“ میں نے کہا: کس نبی کا امتی ہے تو؟“ کہنے لگا مرزا صاحب کا“ میں نے کہا تیرا ماما کس کا امتی ہے؟ کہتا ہے: حضور ﷺ کے“ میں نے کہا تو تھک گیا تیرا ماما نہیں تھکا، اگر تو کہے کہ تو دو گھنٹے اور تجھے پڑھ کر سناؤں۔“ کہنے لگا ماموں مجھے تسلی ہو گئی ہے میں لاہور آ کر اعلان کر دوں گا۔“ میں نے کہا لاہور آنے کے لئے تو نے چار گھنٹے کا سفر کرنا ہے جبکہ زندگی کے تو ایک پل کا بھی نہیں پتا کہ جو سانس اندر چلا گیا وہ واپس باہر آئے گا اور تو کہتا ہے کہ لاہور آ کر اعلان کروں گا! وہیں اعلان کر اور پھر سفر کر، تاکہ اگر اللہ نہ کرے تجھے کچھ ہو جائے تو تو دائرہ اسلام کے اندر ہو۔“ اب وہ بائیس سال کا لڑکا تھا، ڈر رہا تھا، کہنے لگا: ”ماموں یہاں تو سارے قادیانی بیٹھے ہیں ارد گرد۔“ میں نے کہا: ”بچے اسلام کا تو مزہ آتا ہے کفر میں بیٹھ کر اعلان کرنے کا، تو موبائل پر کہہ“ کہ میں مرزے پر لعنت بھیجتا ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہوں۔“ اس نے ہلکا سا کہا: ”ماموں مرزے پر لعنت ہے۔“ میں نے کہا اب کلمہ پڑھ زور سے، اس پر تو قادیانی نہیں ماریں گے نا۔“ اس نے کہا: ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔“ میں نے کہا: ”

اب سفر کرو۔“ تو یہ لڑکا کون ہے؟ یہ بھی اس عورت کا یعنی میری بہن کا دوسرا بیٹا ہے۔ اللہ نے اس کو دو بیٹے دئے تھے، اس نے اللہ کو لکارا اور کہا کہ اللہ کے نبی سے بڑھ کر مجھے مرزے سے محبت ہے تو اللہ نے اس کے دونوں بیٹوں کو اسلام میں داخل کر دیا۔ اب وہ دونوں ٹوپی پہن کر محلے میں مسلمانوں کی مسجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں اور جب بھی جاتے ہیں تو ان کی ماں مجھے جھولی اٹھا کر بد دعائیں دیتی ہے۔ مجھے بھانجا بتاتا رہتا تھا، ایک دن میں نے پوچھا کہ بد دعا کیا دیتی ہے مجھے، تو کہنے لگا کہ ماں کہتی ہے: ”اس کے بچے سکھ ہو جائیں، عیسائی ہو جائیں، کافر ہو جائیں۔“ ایک دن اتفاق سے بہن کے ساتھ آنا سامنا ہو گیا، میں نے کہا: یہ تو اپنے بھائی کو کیسی بد دعائیں دے رہی ہے، اسی طرح کر کہ تو ایک ہی بد دعا دے“ کہنے لگی: وہ کیا ”میں نے کہا: تو یہ بد دعا دے کہ یا اللہ اس نے جو میرے بیٹوں کو بنایا ہے تو اس کے بیٹے کو بھی وہی بنا، بدلہ تو یہی ہونا: اگر تو سمجھتی ہے کہ میں نے تیرے بیٹوں کو سکھ بنا دیا تب تو مجھے سکھ والی بد دعا دے۔“ کہنے لگی کہ یہ میں کیوں کہوں! میں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تیرے دل میں ہے کہ میں نے تیرے بچوں کے ساتھ اچھا کام کیا ہے۔

بہر حال اس طرح باتیں ہوتی رہتی ہیں، بے شمار قادیانیوں سے میری ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں، کتنے قادیانیوں کے کیا کیا واقعات سناؤں، الحمد للہ بڑا خوش ہوں کہ اللہ نے باقی زندگی کے لئے مجھے دین کے لئے جن لیا اور اچھے اور مخلص ساتھی عطا فرمادئے۔ گوجرانوالہ کا واقعہ ہے ایک بڑا کٹر قادیانی تھا مجھے انیس شاہ صاحب نے فون کیا کہ گوجرانوالہ میں ایک مرزائی ہے اس سے ملنا ہے اور ہم کہیں دور ہیں میں اس وقت سیالکوٹ سے واپس آ رہا تھا، میں نے کہا میں جا کر مل لیتا ہوں، میں وہی سے گوجرانوالہ مُر گیا۔ اس قادیانی کا اپنا کارخانہ تھا، وہاں بیٹھ گئے، دوست مجھے کہنے لگے کہ اس سے پہلے بھی اس سے بڑی ملاقاتیں ہوئی ہیں پر یہ باتوں میں آتا نہیں ہے، میں نے کہا ہم نے کونسا باتوں میں لانا ہے، ہم نے تو اسلام میں لانا ہے، کہنے لگے جی مقصد کہنے کا ہمارا بھی یہی ہے۔ بہر حال میں نے اس سے جا کر کہا: ”بھائی جان! میں نے آپ سے ایک ہی سوال کرنا ہے، مجھے اس کا جواب عطا فرمادیں۔“ کہنے لگا کہ جی کریں، میں نے اس سے پوچھا: عیسیٰ کے والد کا نام کیا تھا؟ وہ ہنسا اور کہنے لگا: یہ کیا سوال ہوا؟ میں نے کہا: کیوں؟ یہ سوال نہیں ہے کیا؟“ کہنے لگا: سوال تو ہے پر ان کے والد تو ہے ہی نہیں۔“ میں نے کہا: یہ جو بات آپ نے کہی اس کا ثبوت کیا ہے؟ کہنے لگا: قرآن پاک ثبوت ہے اس کا۔ میں نے کہا: دیکھ لیں۔ ہو سکتا ہے

ہے۔ میں نے کہا اسلامی کتب میں کہی دکھا دیں۔ کہنے لگا اسلامی کتب میں بھی کہی نہیں ہے، باپ ہوگا تو کہیں نام آئے گا نا! میں نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ آپ کو پکا یقین ہے کہ حضرت عیسیٰ کے والد نہیں تھے۔ کہنے لگا: قرآن سے بڑھ تو بات ہی کوئی نہیں۔ یہ تو حدیث اور اسلامی کتب کا بھی آپ نے پوچھا اور نہ اس میں تو زیادہ بات ہی نہیں۔ میں نے مرزے کی کتاب نکالی اور کہا: بھائی جان اس کی یہ آخری لائن ذرا مجھے زور سے پڑھ کر سنا دیں۔ اس نے کہا: لائیں۔ اور بڑی تیزی سے ہاتھ بڑھایا۔ کتاب پکڑی وہ صفحہ کھولا اور آخری لائن دیکھتے ہی اس کی ساری تیزی ختم ہو گئی۔ میں نے کہا بھائی جان! پڑھیں تو سہی کیا لکھا ہے! کہنے لگا پہلے مجھے تو ذرا پڑھنے دو تسلی سے: انہوں نے اسے پڑھا، پھر آگے پیچھے دیکھا تسلی سے: ساتھی خاموش بیٹھے تھے آخر بول پڑے کہ: حضرت عبارت تو پڑھیں کہ لکھا کیا ہے۔ میں نے کہا ان سے نہیں پڑھی جائے گی، میں پڑھ کر بتاتا ہوں، کتاب انہی کی ہاتھ میں تھی، میں نے سنایا کہ وہاں لکھا ہے: ”حضرت عیسیٰ اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کا کام کرتے رہے۔“ اب یہ عبارت اس کے لئے پڑھنا محال تھی، کیونکہ وہ یہ کہہ بیٹھا تھا کہ قرآن کے مطابق ان کے والد نہیں ہیں۔ میں نے کہا: ”میں نے تو صرف حضرت عیسیٰ کے والد کا نام پوچھا تھا۔“ مرزے نے کاروبار بھی بتا دیا کہ وہ بائیس سال تک اپنے والد کے ساتھ لکڑی کا کام کرتے رہے۔ ایک بات اس سے یہ پتا چلی کہ قادیانی کتب اسلامی کتب ہیں ہی نہیں کیونکہ ابھی میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ کہیں اسلامی کتب سے ان کے والد کا نام دکھا دیں: آپ نے کہا کسی میں نہیں ہے، اب جو اس میں حضرت عیسیٰ کے باپ کا نام آ گیا تو یہ اسلامی کتب سے نکل گئی، اسی وجہ سے میں نے یہ سوال کیا تھا۔ ”ابھی صرف ایک ہی سوال کیا تھا، اس نے کہا: بھائی یہیں بات روک دیں، مجھے سمجھ آ گئی“ میں نے پوچھا: ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ اس نے کہا: بیٹھیں چائے پیئیں کھانا کھائیں، میں پہلے اس کا جواب ڈھونڈونگا پھر بات کرونگا، میں نے کہ ٹھیک ہے: کچھ دن بعد اس سے پھر بات ہوئی تو اس نے کہا: میں نے وہ سوال اسی طرح جا کر اپنے بچوں سے کیا جس طرح آپ نے مجھ سے کیا تھا میری بیٹی، بی اے، میں پڑھ رہی ہے بیٹا ایف ایس سی، کر رہا ہے میں نے ان سے کہا کہ میں نے آپ کو اتنا، پڑھایا، لکھایا، ہر سہولت دی، مجھے اس کا جواب چاہئے۔ بچوں نے وہی جواب دیا جو میں نے آپ کو دیا تھا، پھر میں نے جب گھر سے مرزے کی کتاب نکال کر بچوں کو دکھائی تو

بچے بھی حیران ہو گئے۔ میں نے کہا ”پھر؟“ اس نے کہا ”کہ میں پھر آپ سے ملاقات کروں گا“ میں نے پوچھا ”آپ نے اپنے بچوں کو کیوں ایسا کہا؟“ کیونکہ قادیانی عام طور پر ایسا نہیں کرتے۔ اس نے کہا ”جی میں چاہتا ہوں کہ اگر مجھے قادیانیت چھوڑنی پڑے تو میرے بچے بھی میرے ساتھ ہی چھوڑ دیں“ ہمیں صرف محنت کرنی ہے اور دعا کرنی ہے۔ انہیں اپنی کتابوں کا علم نہیں ہے اپنے دین کا علم نہیں ہے ہمیں ان کو دکھانا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

میں قیام پور میں ایک جگہ جمعہ پڑھانے گیا، جمعے میں ایک کتاب سے حوالہ پڑھ کر سنار ہاتھا کہ مرزا قادیانی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دادایاں اور نانیاں زنا کار کسی عورتیں تھیں، استغفر اللہ۔ جب میں یہ حوالہ سنار ہاتھا تو وہاں کے قادیانی بھاگے بھاگے اس علاقے کے پادریوں کے پاس چلے گئے، جا کر اس کی کنڈی کھڑکائی اور کہا: ”وہ دیکھو مسجد میں جو مولوی بیان کر رہا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں نکال رہا ہے۔“ جس وقت انہوں نے پادری سے یہ کہا اسی وقت میں ادھر یہ عبارت پڑھ رہا تھا، اس نے اپنے کانوں سے وہ بات سن لی، اس نے اپنے ساتھ عیسائی اکٹھے کئے اور جمعے کے بعد آ گیا، کہنے لگا میں نے اس مولوی سے ملنا ہے جو بیان کر رہا تھا، ہم ایک ڈیرے پر بیٹھ گئے، پادری نے کہا: ”مجھے آپ یہ بتائیں کہ نبی کریم ﷺ نے کہاں آپ مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ آپ دوسرے انبیاء کے والدین کے بارے میں بُرا بھلا کہیں؟“ میں نے کہا: ”ہم تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتے،“ اس نے کہا: ”وہ جو عبارت آپ پڑھ کر سنار ہے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانیاں، دادایاں، وہ کیا تھا“ تب مجھے بات سمجھ آ گئی، میں نے قادیانیوں کی ساری کتابیں کھولیں اور اس پادری کو دکھائیں کہ یہاں اس نے عیسائیوں کو دجال کہا، یہاں یہ کہا، وہاں وہ کہا، پادری نے جو کتابیں دیکھیں تو اسے سمجھ آ گئی کہ یہ شمس الدین کا اپنا بیان نہیں، یہ مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے، جب پادری نے سب کچھ دیکھ لیا تو اس نے جا کر اپنے علاقے میں عیسائیوں کو اکٹھا کیا، ایک میٹنگ کی اور کہا کہ ان قادیانیوں سے ہم سارے عیسائی بائیکاٹ کرتے ہیں۔ میں تو جمعہ پڑھا کر واپس آ گیا تھا، مجھے تین دن بعد ساتھی نے فون کر کے کہا: ”بارک ہو“ میں نے کہا: ”خیر مبارک پر ہوا کیا؟“ کہنے لگا: ”ہم اس گاؤں میں بڑے عرصے سے کوشش کر رہے تھے کہ کسی طرح قادیانیوں سے مسلمان بائیکاٹ کر لیں مگر ہو نہیں رہا تھا، اب الحمد للہ، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ سب سے پہلے عیسائیوں نے قادیانیوں کا بائیکاٹ کر دیا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گستاخ

ہو لہذا تمہارے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں، ہم نے تمہاری دکانوں سے چیزیں نہیں خریدیں۔“ میں نے بڑے افسوس سے پوچھا کہ وہاں کے مسلمانوں کی اب کیا حالت ہے تو کہنے لگا: ”عیسائیوں کی دیکھا دیکھی اب مسلمانوں نے بھی ان کا بائیکاٹ شروع کر دیا ہے۔“ انہوں نے تو اپنی طرف سے شرارت کی کہ جھگڑا کھڑا ہو جائے، پر اللہ نے ہمیں بچا لیا، ان کا داران پر ہی الٹا دیا۔ دُعا کریں کہ اول اللہ تعالیٰ ساری قادیانی دنیا کو اسلام کی دولت عطا فرمائے اور میرے والدین کو اسلام کی دولت عطا فرمائے۔ آمین

عصر جدید کے درپیش اہم مسائل کے

اسلامی حل کیلئے

دلچسپ علمی تحقیقات پر مشتمل

سہ ماہی مجلہ ”تحقیقات اسلامیہ العالمیہ“

- ☆ جدید سائنس و ٹیکنالوجی کے تحقیقات و ایجادات سے پیش آنے والے مسائل کا فقہی حل
- ☆ امت مسلمہ کو درپیش چیلنجوں کا بروقت جواب، شعور و بیداری
- ☆ میڈیکل سائنس کے تحقیق و تخلیق سے پیش آمدہ مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ
- ☆ اسلامی نظام و قوانین کی امتیازی خصوصیات اور دیگر نظاموں پر اس کی برتری
- ☆ عصر جدید کے فتنوں کا بہترین تعاقب اور دفاع اسلام کی ایک تحریک
- ☆ اسلامی فکر و نظر کے مختلف ضروری جہات پر علمی مضامین کی اشاعت
- ☆ سود کے آلائشوں سے پاک اسلامی معیشت اور اسلامی بینکاری سے متعلق بہترین تحریریں
- ☆ عالمی معیار کا اولین جامع علمی و تحقیقی اسلامی مجلہ باقاعدہ حوالہ کے ساتھ

قیمت فی شمارہ 100 روپے، سالانہ 400 روپے

بانی و نگران: مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بنوں)

برائے رابطہ: مولانا عبدالحمید

ناظم جامعہ عظیمۃ المدارس العربیہ جدید ہنجل امیر خان نزد ترنگ قبرستان بنوں ٹی

فون نمبر: 0311-6471010 / 0300-9060101-501

سراب کا سحر ٹوٹتا ہے !

عبداللہ رینول

میرا نام عبداللہ رینول (Rinol) ہے۔ میں البانوی النسل، مقدونیہ کا باشندہ ہوں اور اس وقت بلجیم میں زیر تعلیم ہوں۔ بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی قادیانیت کے دجالی جال میں پھنس گیا تھا دراصل لوگوں کی ایک قلیل تعداد کو ہی قادیانیت کے جھوٹے ہونے کا علم ہے، کیونکہ مشرقی یورپ میں بسنے والے مسلمان کیونسٹ حکومتوں کے زمانے میں مذہبی آزادی سے قطعاً محروم تھے اور ان کیلئے مذہبی تعلیم کا حصول ممکن نہ تھا، اس لئے وہ اپنی کم علمی کی بنا پر قادیانیت کا آسان ہدف ہیں۔ یہ سب بتانے کا مقصد یہ ہے کہ میں بنیادی طور پر مشرقی یورپ کا باشندہ ہونے کی بنا پر قادیانیت کے جھوٹا ہونے سے لاعلمی کے سبب قادیانیت کے خلاف مزاحم نہ ہو سکا۔

2000ء میں ایک قادیانی نے فتنہ قادیانیت کو اسلام کا ایک فرقہ کہتے ہوئے مجھے متعارف کرایا۔ اس قادیانی طالب علم نے مجھے بتایا کہ قادیانی مشن ہاؤس میں قادیانیت کے بارے میں البانوی زبان میں کئی کتب موجود ہیں۔ چونکہ میں نے اپنے بلجیم میں ہونے کی بناء پر ایک طویل عرصے سے اپنی زبان (البانوی) میں کتب نہیں پڑھی تھیں اس لئے زیادہ تر اپنی مادری زبان کو پڑھنے کے مواقع دستیاب ہونے کی فطری دلچسپی کی بنا پر میں البانوی زبان میں قادیانی لٹریچر کی طرف راغب ہوا۔ فی الواقع اس طور پر نوجوانوں کو قادیانی ڈاکٹروں سے رابطہ کیلئے آمادہ کیا جاتا تھا۔ ان ڈاکٹروں کو اپنے مشرقی یورپ کے مسلمان نوجوانوں کی مذہبی حالت سے خصوصی واقفیت کی بنا پر مشرقی یورپ کے مسلمان نوجوانوں کی برین واشنگ کی خصوصی مہارت حاصل تھی۔ یہاں میں یہ وضاحت کرتا چلوں کہ قادیانی مشن کے ساتھ منسلک افراد اپنی مذکورہ بالا تمام تر مہارت کے باوجود مغربی یورپ میں مقیم مشرقی یورپ کے مسلمانوں میں اپنے مذہب کی اشاعت میں قطعاً ناکام رہے۔ ابتداء میں قادیانی مذہب کو اسلام کا فرقہ سمجھ کر اسے قبول کرنے والے مسلمان بھی اس کے علیحدہ اور جھوٹا مذہب ہونے کی آگاہی پر اسے ترک کر دیتے حتیٰ کہ میں بھی صرف 5 ماہ ان میں شامل رہا۔

اس تفصیل میں جائے بغیر کہ مجھے کیسے پھنسا یا گیا، میں یہ ضرور بتانا چاہوں گا کہ میں ان کے

جال سے نکلا کیسے؟ مجھے یہ احساس ہونے لگا تھا کہ میں کسی خطرناک قسم کے جال میں پھنس چکا ہوں۔ قادیانیت کی اصطلاحوں سے تدریجاً واقفیت کی بنا پر قادیانیت کے بارے میں میری معلومات میں اضافہ ہونے سے مجھ پر واضح ہونا شروع ہو گیا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ نہ ہی مجھے قادیانیوں میں ان کے بانی کی موت کے فوراً بعد تفریق کے بارے میں کچھ علم تھا اور نہ میں یہ جانتا تھا کہ قادیانی مسلمانوں کے ازلی دشمن یہودیوں کے ساتھ بھائی چارہ رکھتے ہیں۔ مجھے بعد میں علم ہوا کہ قادیانیوں کے نزدیک یہودی ”غیر قادیانی مسلمانوں“ کی نسبت بہتر لوگ ہیں، جبکہ وہ ”غیر قادیانی مسلمانوں“ کو کافر گردانتے ہیں۔ قادیانیوں کے نزدیک ایک ”غیر قادیانی مسلمان“ کی اقتداء میں نماز بھی ادا نہیں کی جاسکتی۔

میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہلاک کرنے کی کوشش کرنے والے اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے والے (یہودی) اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والے کسی گروہ کیلئے پسندیدہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ خصوصاً جب قرآن میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر قرار دیا ہے کہ یہودی اسلام کے دشمن ہیں۔

قادیانی لٹریچر کے مطالعہ سے یہ بات بھی میرے علم میں آئی کہ قادیانیوں کے انگریزوں سے ہمیشہ بہت اچھے تعلقات رہے ہیں۔ قادیانیت کے بانی آنجنہانی مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے نے اپنی کتاب ”دعوت الامیر“ میں اس بات کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے کہ اس کے باپ (مرزا قادیانی ملعون) نے پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں کی فتح کی دعا کی تھی۔ انگریز برصغیر پاک و ہند میں بطور استعماری قوت کے داخل ہوئے تھے۔ اس طور پر اپنے وطن کو استعماریت کا نشانہ بنانے والوں کی شکست کی دعا کرنا زیادہ منطقی بات تھی لیکن مرزا قادیانی کے اس کے برعکس عمل سے ثابت ہے کہ برطانوی استعمار اور قادیانیوں میں باہم تعلق تھا۔ بعد ازاں مجھے ایک تصنیف

Ahmadiyya Movement:

British-Jewish Connections by Bashir Ahmad پڑھنے کا اتفاق ہوا جس کے مصنف نے ناقابل تردید دلائل سے یہ ثابت کیا کہ قادیانیت فی الحقیقت انگریزوں کے مفادات کے تحفظ کیلئے قائم کی گئی ایک تحریک ہے اور اس کا یہودیوں کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہے۔ ان تمام معلومات نے مجھے قادیانیت کو ایک اسلامی گروہ سمجھنے کی پر فریب حالت سے نکلنے میں بہت مدد دی۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: ”اے ایمان والو! نہ بناؤ یہود اور نصاریٰ کو (اپنا) دوست (و مددگار) وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جس نے دوست بنایا انہیں تم میں سے، سو وہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔“ (المائدہ: 51)

قادیانی بننے سے 6 ماہ قبل میں نے ایک واضح خواب دیکھا۔ اس خواب میں میں نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی۔ ان کے بتلائے بغیر ہی مجھے یقین تھا کہ وہ پیغمبر اسلام ﷺ ہی ہیں۔ میں خود کو بڑا خوش نصیب محسوس کر رہا تھا۔ مجھے یقین سا تھا کہ مجھے کوئی اچھی خبر دی جائے گی۔ میں نے اس سے قبل ایسا واضح خواب نہیں دیکھا تھا۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے چند عمودی سرمئی لائنوں والا خوبصورت سفید لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ ان کے گیسو دراز اور چہرہ انور بہت پیارا تھا۔ انہوں نے میری مادری زبان البانوی میں مجھے بشارت دی۔ اس کیلئے آپ ﷺ نے لفظ گارتھ (grath) استعمال کیا۔ میں نے اس سے پہلے یہ لفظ کبھی نہیں سنا تھا۔ میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے انکل سے جو اپنے کام پر جا رہے تھے، اس لفظ (گارتھ) کے معنی دریافت کیا، انہوں نے بتایا کہ یہ لفظ گھریا بھٹروں اور دوسرے جانوروں کے باڑے کے گرد لگائی جانے والی باڑ ہے۔ میرے بڑے بھائی نے بھی اس لفظ کا یہی مطلب بتایا تاہم اس نے اضافہ کیا کہ یہ اپنے اندر حفاظت کا مفہوم بھی رکھتا ہے۔ قادیانیت میں شمولیت کے وقت یہ خواب میرے ذہن میں نہیں تھا۔ بعد ازاں جب میں نے اس خواب کے بارے میں مشن کے لیڈر اور واعظ کو بتایا تو انہوں نے بار بار یہ کہا کہ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی یا ان کے ۴ خلفاء میں سے کسی ایک کو دیکھا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میرا کامل یقین ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ تھے۔ جب میں نے یہ خواب دیکھا تھا۔ اس سے بیشتر میں اپنے ساتھی طالب علم کی وجہ سے تقریباً قادیانی ہو چکا تھا۔ اس نے حضرت امام مہدی کے ظہور کے بارے میں میرے ذہن میں کچھ شکوک و شبہات بھی ڈال دیئے تھے۔ جب میں نے اس سے اس خواب کے حوالے سے قادیانیت کے بارے میں اپنے شکوک و شبہات کا اظہار کیا اور اسے یہ بھی بتلایا کہ میرے شبہات کی بنیاد میرا خواب ہے، تو اس نے مجھے لکھا کہ دراصل وہ خواب تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قادیانیت کی جانب راہنمائی کی غرض سے تھا۔ یعنی وہ خواب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس لئے دکھایا کہ تم قادیانیت کے دائرہ میں داخل ہو جاؤ اب اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس خواب کی یہ تعبیر درست نہیں تھی تو پھر تمہیں ہماری بجائے اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) مورد الزام ٹھہرانا چاہئے۔

میں نے قادیانی طالب علم کی متذکرہ بالا تحریر کے جواب میں لکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ مجھے یہ خواب دکھائے اور حضرت محمد ﷺ کو خواب میں دیکھنا ایک بڑی سعادت ہے۔ یہ درست ہے کہ میں نے قبل ازیں اسلام سے انحراف کیا لیکن یہ قطعاً عارضی تھا اور اس عارضی انحراف سے مجھے قادیانیت کا چہرہ دیکھنے کا اتفاق ہوا اور مجھے پتہ چل گیا کہ قادیانیت سراسر گمراہی ہے۔ اس طور پر یہ میرا مقدر تھا کہ میں تمہارے حلقہ میں شامل ہو جاؤں اور مجھے یقینی طور پر یہ پتہ چل جائے کہ قادیانیت مطلقاً غلط ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک کتاب بعنوان ”اسلامی اصولوں کی فلاسفی“ لکھی تھی۔ جب میں نے قادیانی مبلغوں سے قادیانی مذہب کے بانی کی لکھی ہوئی کچھ کتب فراہم کرنے کی درخواست کی، شوریٰ کے صدر نے مذکورہ بالا کتاب پڑھنے کی تجویز دی۔ اللہ کی رحمت سے اس چھوٹی سی کتاب اسلامی اصولوں کو توڑ مڑ کر پیش کرنے والے کذاب کی نشاندہی کیلئے کافی مواد فراہم کیا۔ اس کتاب کے انگریزی ترجمے میں سورۃ التکاثر کی 8 آیات ہیں۔ مرزا غلام احمد نے جان بوجھ کر اپنی ذاتی تشریح تقویت پہنچانے کیلئے آیات قرآنی کا غلط ترجمہ کیا ہے۔ بلکہ آخر میں انہوں نے ”تم اپنے اعمال سے جہنم جان جاؤ گے“ کا اضافہ کیا ہے۔ ایسا کرنا ایک خوفناک جرم ہے۔ قرآن پاک میں تحریف کرنے کا جرم کو بہت ہی ظالم شخص کر سکتا ہے۔ مجھ پر یہ ثابت ہو گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایک دجال تھا اور ان جماعت اسلام دشمن ہے۔ یہ وہ مرحلہ تھا جب میں قادیانی شکنجے سے نکل گیا۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....

الہامی

ادارہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ عظیمۃ المدارس العربیہ بنوں

کیلئے قدیم تعمیر نہ کافی ہونے کی وجہ سے ادارہ ہذا کے انتظامیہ نے جامعہ کیلئے 10 کنال زمین خریدنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جس میں شعبہ درس نظامی تا دورہ حدیث، شعبہ تخصص فی الفقہ، شعبہ دارالحمیۃ للایتام، شعبہ تحفیظ القرآن الکریم، شعبہ تجوید القرآن، شعبہ کمپیوٹر و فنی کورسز، شعبہ لائبریری، شعبہ دستکاری سنٹر وغیرہ ہونگے۔ جس پر تقریباً 3 کروڑ 50 لاکھ کی لاگت آئے گی۔ اہل خیر سے تعاون کی استدعا ہے۔

(ادارہ) بینک برائے قرضے (برائے) 82018 0101586351

0311-6471010 / Ufone: 0300-9060101 / 0300-9060501

اسلام قبول کرنے کی پاماش میں صحراءِ محکمہ

اس کے باپ اور چچا نے زور دیا

جرانے جلتی آگ میں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور چیخی ”میرے اللہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں نا! میرے اللہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں نا! اپنی حرا سے محبت کرتے ہیں نا! ہاں میرے اللہ! آپ غایر حرا سے بھی محبت کرتے ہیں اور گھرے میں جلتی حرا سے بھی محبت کرتے ہیں نا! آپ کی محبت کے بعد مجھے کسی کی محبت کی ضرورت نہیں“

یہ انٹرویو مولانا احمد اواہ ندوی نے اس کے چچا سے اس کے اسلام لانے کے بعد لیا ہے بہت دل سوز واقعہ ہے آج کے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ کے کچھ بندیاں ایسی بھی ہیں جو ایمان کے راستے میں حائل ہر مصیبت اور تکلیف کو تو سہہ سکتی ہیں پر ایمان کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیتی۔

احمد اواہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عبداللہ: علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

سوال: عبداللہ بھائی آپ کے علم میں ہوگا کہ ہمارے یہاں پمھلت سے ایک میگزین ارمغان کے نام سے نکلتی ہے اس میں کچھ عرصے سے دسترخوان اسلام پر آنے والے نئے خوش قسمت لوگوں کے انٹرویو کا سلسلہ چل رہا ہے، اس کے لئے میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

جواب: احمد بھائی (آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے کہا) مجھ جیسے ظالم اور کینے آدمی کی باتیں اس مبارک میگزین میں دیکر کیوں اسے گندہ کرتے ہیں؟ سوال: نہیں عبداللہ بھائی! ابی (میرے ابا جان حضرت مولانا محمد کلیم صاحب صدیقی مدظلہ) کہہ رہے تھے آپ کی زندگی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک عجیب نشانی ہے، ان کی خواہش ہے کہ آپ کا انٹرویو ضرور شائع کیا جائے۔

جواب: آپ کے ابی (والد) اللہ تعالیٰ ان کو لمبی عمر دے، میں اپنے کو ان کا غلام مانتا ہوں، ان کا حکم ہے تو میں سر جھکا تا ہوں، آپ جو سوال کریں میں جواب دینے کو تیار ہوں۔

سوال: پہلے آپ اپنا تعارف کرائیے؟

جواب: اگر میں یہ کہوں کہ جب سے دنیا قائم ہوئی ہے آج تک میں دنیا کا سب سے ظالم ترین، بدترین اور خوش قسمت انسان ہوں، بلکہ درندہ ہوں، تو یہ میرا بالکل سچا تعارف ہوگا۔

سوال: یہ تو آپ کا جذباتی تعارف ہے آپ اپنے گھر اور خاندان کے بارے میں بتائیے؟

جواب: میں مظفر نگر کے بڑھانہ تحصیل کے ایک مسلم راج پوت اکثریت کے ایک گاؤں کے اہیر (گڈریہ) کے گھراب سے بیالیس یا تینتالیس سال قبل پیدا ہوا، میرا گھرانہ بہت مذہبی ہندو اور جرائم پیشہ تھا والد اور چچا ایک گروہ کے سرکردہ لوگوں میں تھے، لوٹ مار، ظلم خاندانی طور پر گھٹی میں پڑا تھا 1987ء میں میرٹھ کے فسادات کے موقع پر اپنے باپ کے ساتھ رشتہ داروں کی مدد کے لئے میرٹھ رہا ہم دونوں نے کم از کم پچیس مسلمانوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا، اس کے بعد مسلم نفرت کے جذبہ سے متاثر ہو کر بجرنگ دل میں شامل ہوا، بابری مسجد کی شہادت کے سلسلہ میں 1990ء میں شاملی میں کتنے ہی مسلمانوں کو قتل کیا، 1992ء میں بڑھانہ میں بہت سے مسلمانوں کو شہید کیا، بڑھانہ میں ایک بہت مشہور نام کا بدمعاش، مگر سچا مسلمان تھا، جس سے پورے علاقے کے غیر مسلم تھراتے تھے، میں نے اپنے ساتھی کے ساتھ اس کو گولی ماری، اس مسلم دشمنی میں مجھ درندے نے ایک ایسی ظالمانہ حرکت بھی کی،،، (دیر تک روتے ہوئے) کہ شاید ایسی بربریت اور ظالمانہ حرکت آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کسی نے نہ دیکھی ہوگی اور نہ سنی ہوگی اور نہ خیال کیا ہوگا۔۔۔ (پھر دیر تک روتے رہے)

سوال: آپ اپنا قبول اسلام کے بارے میں سنائیے؟

جواب: قرآن شریف کے تیسویں پارے میں ایک سورۃ ”البروج“ ہے نا! اس میں آگ کی کھائی والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ وہ برباد ہوئے اور ہلاک کئے گئے یہ سورۃ شاید میرے بارے میں اتری ہے۔ بس اتنا ہے کہ وہ آگ والے ہوئے، قرآن شریف میں یہ کہا گیا، واہ! قربان ہو جاؤں! کیا آیت ہے۔

احمد بھائی اس آیت کو ذرا عربی میں سنائیے؟ یعنی ہلاک کر دیئے گئے اور برباد ہوئے آگ کی خندق والے

سوال: اَعُوذُ بِاللّٰهِ ۔۔۔ بسم اللہ ۔۔۔ قتل اصحاب الاخدود النار

ذات الوقود اذہم علیہا قعود

جواب: اگر یہ کہیں،،، رحم کیا گیا آگ والوں پر تو عربی میں کیا ہوگا؟

سوال: رحم اصحاب الاخدود النار ذات الوقود۔

جواب: ہاں اگر میرے بارے میں یہ آیت اترتی تو یہ ہوتا کہ، رحم اصحاب الاخدود

النار ذات الوقود۔

سوال: آپ اپنا واقعہ بتائیے؟

جواب: ہاں میرے بھائی بتا رہا ہوں، مگر کس منہ سے بتاؤں اور کس دل سے بتاؤں میرا پتھر دل بھی

اس واقعہ کو سنانے کی ہمت نہیں رکھتا۔

سوال: پھر بھی بتائیے، شاید ایسا واقعہ تو اور زیادہ لوگوں کیلئے عبرت کا ذریعہ ہو،

جواب: ہاں بھئی، واقعی میرے قبول اسلام کا واقعہ ہر مایوس کے لئے امید دلانے والا ہے کہ وہ

کرپاوان اور دیالو (ارحم الراحمین) خدا جب میرے ساتھ ایسا کرم کر سکتا ہے تو کسی کو مایوس

ہونے کی کہاں گنجائش ہے، تو سنو احمد بھائی، میرے ایک بڑے بھائی ہے اتنے ظلم اور جرائم کے باوجود ہم

دونوں بھائیوں میں حد درجہ محبت ہے میرے بھائی کی دو لڑکیاں اور دو لڑکے تھے اور میرے کوئی اولاد نہیں

ہیں، ان کی بڑی لڑکی کا نام ہیرا تھا وہ عجیب دیوانی لڑکی تھی بہت ہی بھاؤک (جذباتی) جس سے ملتی بس

دیوانوں کی طرح اور جس سے نفرت کرتی بس پاگلوں کی طرح کبھی کبھی ہمیں یہ خیال ہوتا کہ شاید اس پر

اوپری (جنات کا) اثر ہے، کئی سیانوں وغیرہ کو بھی دکھایا مگر اس کا حال جوں کا توں رہا اس نے آٹھویں

کلاس تک سکول میں پڑھا، بڑی ہو گئی اس کو گھر کے کام کاج میں لگا دیا، مگر اس کو آگے پڑھنے کا بہت شوق

تھا اور اس نے گھر والوں کی مرضی کے بغیر ہائی سکول کا فارم بھر دیا۔ آٹھ دن تک کھیتوں میں مزدوری کی

تاکہ فیس بھرے اور کتابیں بھی لے جب کتابیں اس کی خود سمجھ میں نہیں آئی تو وہ برابر میں ایک با من

(برہمن) کے گھر اس کی لڑکی سے پڑھنے جانے لگی، برہمن کا ایک لڑکا بد معاش ڈاکو تھا، نہ جانے کس طرح

میری بھتیجی ہیرا کو اس نے بہکایا اور اس کو لیکر رات کو فرار ہو گیا وہ اس کو لیکر بڑوت کے پاس ایک جنگل میں

جہاں اس کا گروہ رہتا تھا، پہنچا، وہ اس کے ساتھ چلی تو گئی مگر وہاں جا کر اس کو اپنے ماں، باپ کی عزت

جانے اور ان کی بدنامی اور اپنی غلطی کا احساس ہوا وہ چپکے چپکے روتی رہتی تھی۔ اس گینگ میں ایک اور لیس

پور کا مسلمان لڑکا بھی رہتا تھا ایک روز اس نے روتے ہوئے دیکھ لیا اس نے رونے کی وجہ معلوم کی اس

نے بتایا کہ میں کم عمری اور کم سمجھی میں اس کے ساتھ آتو گئی، مگر مجھے تو اپنی عزت خطرے میں لگ رہی ہے

اور میرے ماں باپ کی پریشانی مجھے بہت یاد آرہی ہے۔ اس کو ہیرا پر ترس آ گیا اور اس نے بتایا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمان اپنے عہد کے سچے کو کہتے ہیں۔ میں تجھے اپنی بہن بناتا ہوں، میں تیری عزت کی حفاظت کروں گا اور تجھے اس جنگل سے نکال کر صحیح سلامت تیرے گھر پہنچانے کی کوشش کروں گا اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ لڑکی تو بہت بہادر اور اپنے ارادے کی پکی معلوم ہوتی ہے، ہمیں اپنے گروہ میں ایک دولڑکیوں کو ضرور شامل کرنا چاہئے اکثر ہمیں اس کی ضرورت ہوتی ہے، اب جنگل میں اس کو ساتھ رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو لڑکوں کے کپڑے پہناؤ، اس کی بات سب ساتھیوں کی سمجھ میں آگئی، ہیرا کو لڑکوں کے کپڑے پہنا کر لڑکا بنایا گیا اور وہ ساتھ لیکر پھرتے تھے، ہیرا نے دیکھا کہ دس بارہ لوگوں میں اس مسلمان کا حال سب سے الگ تھا، وہ بات کا پکا تھا، اچھی رائے دیتا تھا جب مال بٹاتا تھا تو اس میں کچھ غریبوں کا حصہ رکھتا تھا، ہیرا کو الگ کمرے میں سلاتا تھا اور رات کو بار بار اٹھ کر دیکھتا تھا کہ کوئی ساتھی ادھر تو نہیں آیا۔ جب کچھ روز ہیرا کو ان کے ساتھ ہو گئے اور ان (گروہ والوں) کو اطمینان ہو گیا کہ وہ ان کے گنگ کی ممبر بن گئی ہے تو اس سے چوکی (اس پر نظر رکھنے کو) کم کر دی گئی۔

اب اس نے ایک روز ہیرا کو ایک بہانے سے بڑوت بھیجا اور ہیرا سے کہا کہ تو وہاں تانگے میں بیٹھ کر ہمارے گھر اور لیس پور چلی جانا اور وہاں جا کر میرے چھوٹے بھائی سے سارا حال سنانا اور کہنا کہ تیرے بھائی نے بلایا ہے اور اس کو بتا دینا کہ وہ یہاں آ کر یہ کہے کہ وہ لڑکی بڑوت والوں نے شک کی بنا میں پولیس والوں کو دے دی ہے ہیرا نے ایسا ہی کیا اس کا بھائی جنگل میں گیا اور اپنے بھائی سے جا کر کہا کہ اس لڑکی کو بڑوت والوں نے پولیس کو شک میں دے دیا ہے، اس نے بھائی سے کہا کہ ہیرا کو تھانے میں بھیج دو اور وہ جا کر تھانے میں کہے کہ ایک گروہ مجھے گاؤں سے اٹھالایا کسی طرح میں چھوٹ کر آگئی ہوں مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ ہیرا نے ایسا ہی کیا، بڑوت تھانے والوں نے بڑھانہ تھانہ سے رابطہ کیا، وہاں پر اس لڑکی کے اغوا کرنے رپورٹ پہلے ہی لکھی ہوئی تھی لیڈیز پولیس لیکر بڑھانہ تھانہ کے لوگ بڑوت آئے اور تھانہ سے اس ہیرا کو لے گئے ہیرا کو لیکر ہمارے گاؤں آئے ہم نے اسے گھر رکھ تو لیا مگر ایسی بدچلن لڑکی کو گھر میں کس طرح رکھیں، ہیرا نے بتایا کہ مجھے تو گروہ اٹھالے گیا، میں نے اپنی عزت کی حفاظت کی ہے کسی کو یقین نہ آیا ایک پڑھے لکھے رشتہ دار بھی آگئے انہوں نے کہا کہ ڈاکٹری کراؤ۔

ہم دونوں بھائی ڈاکٹری کیلئے بڑھانہ اسپتال اس کو لے کر گئے اور خیال یہ تھا کہ اگر اس کی

عزت سلامت ہے تو واپس لائیں گے، ورنہ مار کر بڑھانہ کی ندی میں ڈال آئیں گے، اللہ کا کرم ہوا کہ ڈاکٹر نے رپورٹ دی کہ اس کی عزت محفوظ ہے، خوشی خوشی اس کو لے کر گھر آئے مگر وہ اب مسلمانوں کا بہت ذکر کرتی تھی اور بار بار ایک مسلمان لڑکے کی شرافت کی وجہ سے اپنے بیچ جانے کا ذکر کرتی تھی، وہ مسلمانوں کے گھر جانے لگی وہاں ایک لڑکی نے اس کو ”دوزخ کا کھٹکا اور جنت کی کنجی“ نام کی کتاب دے دی، مسلمانوں کی کتاب میں نے گھر میں رکھی دیکھی تو میں نے اس کو بہت مارا اور خبردار کیا کہ اگر اس طرح کی کتاب میں نے گھر میں دیکھی تو تجھے کاٹ کے ڈال دوں گا، مگر اس کے دل میں اسلام گھر کر گیا تھا اور اسلام نے اس کے دل کی اندھیری کو ٹھری کو اپنے پرکاش (نور) سے پرکاشت (منور) کر دیا تھا، اس نے مدرسہ میں ایک مسلمان لڑکی کے ساتھ جا کر ایک مولانا صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور چپکے چپکے نماز سیکھنے لگی اور وہ سسے سے پر (وقتاً فوقتاً) نماز پڑھنے لگی مسلمان ہونے کے بعد وہ شرک کے اندھیرے گھرانے میں گھٹن محسوس کرنے لگی، وہ بالکل اداس اداس سی رہتی، ہر وقت ہنسنے والی لڑکی وہ ایسی ہی ہو گئی جیسے اس کا سب کچھ بدل گیا ہو، نہ جانے کس طرح اس نے پروگرام بنایا اور وہ پھر گھر سے چلی گئی، ایک مولانا صاحب اس کو اپنی بیوی کے ساتھ پھلت چھوڑ آئے، پھلت کچھ روز احمد بھائی آپ کے یہاں رہی، شاید آپ کو یاد ہوگا۔

سوال: ہاں ہاں جراباجی! ارے وہ حرا کہاں ہے ہمارے گھر والے تو ان کی طرف سے بہت فکر مند ہیں وہ بڑی نیک انسان تھی۔ خیرت ہے کہ آپ حراباجی کے چچا ہے۔

جواب: ہاں احمد بھئی! اس کا نام آپ کے ابی (والد) نے حرا رکھا تھا اور اس نیک بخت بچی کا ظالم اور قاتل چچا میں ہی ہوں (روتے ہوئے)

سوال: پہلے تو یہ سنائیے کہ حراباجی کہاں ہے؟

جواب: بتا رہا ہوں! میرے بھائی بتا رہا ہوں! اپنے ظلم اور درندگی کی داستان! جیسا کہ آپ کے علم میں ہوگا کہ مولانا صاحب نے اس کو احتیاط کے طور پر دہلی اپنی بہن کے یہاں بھیج دیا وہ وہاں رہی۔ وہاں اس کو بہت ہی مناسب ماحول ملا وہ مولانا صاحب کی بہن کے یہاں رہی وہ ان کو (مولانا صاحب کی بہن کو) رانی پھوپھی کہتی تھی۔ آپ کی امی نے بھی اس کو بہت پیار دیا اور رانی پھوپھی نے اس کی بہت تربیت کی شاید ایک ڈیڑھ سال وہ دہلی رہی۔ پھلت اور دہلی کی قیام نے اس کو ایسا مسلمان بنا دیا کہ اب اگر قرآن

کریم نازل ہوتا تو احمد بھائی شاید نام لیکر اس ایمان والی شہید بچی کا ضرور ذکر ہوتا اسے اپنے گھر والوں سے بہت محبت تھی خصوصاً اپنی ماں سے بہت محبت تھی اس کی ماں بہت بیمار رہتی تھی ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ میری ماں مر گئی ہے آنکھ کھلی تو اس کو ماں کی بہت یاد آئی اگر ایمان کے بغیر اس کی ماں مر گئی تو کیا ہوگا یہ سوچ کر وہ رونے لگی اور اس کی چینے لگ گئی گھر کے سبھی لوگ اٹھ گئے اس کو سمجھایا، تسلی دی وقتی طور پر وہ چھپ ہو گئی مگر بار بار اس کو خواب کو یاد کر کے رونا آتا تھا اور آپ کے ابی (والد) کو ابی جی کہتی تھی بار بار وہ اپنی ماں کو یاد کرتی اور گھر جانے کی اجازت مانگتی مگر آپ کے ابی اس کو سمجھاتے کہ تمہارے گھر والے تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے اور مار دیں گے اور اس سے زیادہ یہ کہ تمہیں پھر ہندو بنالیں گے ایمان کے خطرے سے وہ رک جاتی مگر پھر اس کو گھر یاد آتا تو گھر جانے کی ضد کرتی بہت مجبور ہو کر مولانا نے اس کو اجازت دی مگر سمجھایا کہ تم صرف اپنی گھر والوں کو اسلام کی دعوت دینے کی نیت سے گھر جاؤ اور واقعی اگر تمہیں اپنے گھر والوں سے محبت ہے تو محبت کا سب سے ضروری حق یہ ہے کہ تم ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی فکر کرو۔ حرا نے کہا کہ وہ تو اسلام کے نام سے بھی چڑھتے ہیں وہ ہرگز اسلام نہیں قبول کر سکتے اس نے گھر میں بتایا تھا کہ مولانا صاحب نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ ان کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیں گے تو پھر وہ کفر اور شرک سے بھی اسی طرح چڑھنے لگیں گے جس طرح اسلام سے چڑھتے ہیں۔ مولانا صاحب نے اس سے کہا کہ تم بھی تو اسلام سے اسی طرح چڑھتی تھی جس طرح اب شرک سے نفرت کرتی ہو، اللہ سے دعا کرو اور مجھ سے عہد کرو کہ میں گھر اپنی ماں اور گھر والوں کو دوزخ سے بچانے کی فکر میں جا رہی ہوں اگر تم اس نیت سے جاؤ گی تو اول تو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کریں گے اور اگر تم کو تکلیف بھی ہوئی تو وہ تکلیف ہوگی جو ہمارے نبی ﷺ کی اصل سنت ہے اور اگر تمہارے گھر والوں نے تمہیں مار بھی دیا تو تم شہید ہوگی اور شہادت جنت کا مختصر ترین راستہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ تمہاری شہادت خود ان کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہوگی اگر تم گھر والوں کو دوزخ سے بچانے کے لئے اپنی جان بھی دے دو گی وہ ہدایت پا جائیگے تو تمہارے لئے سستا سودا ہوگا۔ مولانا صاحب بتاتے ہیں کہ انہوں نے اس کو دو رکعت نماز پڑھا کر اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا کرنے اور دعوت کی نیت سے اپنے گھر جانے کا عہد کرنے کو کہا۔ وہ دہلی سے پھلت اور پھر گھر آ گئی ہم لوگ اس کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئے میں نے اس کو جوتوں اور لاتوں سے مارا اس نے یہ تو نہیں بتایا کہ میں کہاں رہی البتہ یہ بتا دیا کہ میں مسلمان

ہو گئی ہوں اور اب مجھے اسلام سے کوئی ہٹا نہیں سکتا ہم اس پر سختی کرتے تو وہ رورو کرالٹا ہمیں مسلمان ہونے کو کہتی۔ اس کی ماں بہت بیمار تھی دو مہینے کے بعد وہ مر گئی تو اس کو دفن کے لئے مسلمانوں کو دینے کو کہتی رہی کہ میری ماں نے میرے سامنے کلمہ پڑھا ہے وہ مسلمان مری ہے اس کو جلانا بڑا ظلم ہے مگر ہم لوگ کس طرح اس کو دفن کرتے اس کو جلادیا روز ہمارے گھر میں ایک فساد ہوتا، کبھی وہ بھائیوں کو مسلمان ہونے کے لئے کہتی کبھی وہ باپ کو۔ ہم لوگوں نے اس کو میرٹھ اس کی نانیاں میں پہنچا دیا اس کی ماموں اس کی مسلمانی سے عاجز آ گئے اور انہوں نے مجھے اور میرے بھائی کو بلایا کہ اس ادھر (بے مذہب) کو ہمارے یہاں سے لیجاؤ ہم لوگ روز روز کے جھگڑوں سے عاجز آ گئے ہیں۔ میں نے بجرنگ دل کے ذمہ داروں سے مشورہ کیا سب نے اسے مار ڈالنے کا مشورہ دیا۔ میں اسے گاؤں لے آیا ایک دن جا کر ندی کے کنارے پانچ فٹ گہرا گھڑا کودا، میں اور بڑے بھائی دونوں اس کو گاؤں لے جانے کے بہانے لیکر چلے کہ تیری بوا (نانی) کے یہاں جا رہے ہیں اس کو شاید سپنے (خواب) میں معلوم ہو گیا تھا، وہ نہائی اور نئے کپڑے پہنے اور ہم سے کہا کہ چچا آخری نماز تو پڑھنے دو، جلدی سے نماز پڑھی اور خوشی خوشی دلہن سی بن کر ہمارے ساتھ چل دی آبادی سے دور راستے سے الگ جانے کے باوجود اس نے ہم سے بالکل نہیں پوچھا کہ بوا کا گھر ادھر کہاں؟ ندی کے بالکل پاس جا کر اس نے ہنس کر اپنے باپ سے پوچھا کہ آپ مجھے بوا کے گھر لے جا رہے ہیں یا پیا کے گھر! (دیر تک روتے ہوئے)

سوال: (پانی منگا کر پلاتے ہوئے) ہاں بات پوری کر دیجئے؟

جواب: کس دل سے پوری کروں! ہاں بھائی پوری تو کرنی ہی ہے! میرے تھیلے میں پانچ لیٹر پٹرول تھا، حرا کا حقیقی باپ اور میں ظالم چچا دونوں کے ساتھ وہ سچی مؤمنہ، عاشقہ اور شہیدہ، ہم اس کو لیکر گھر کے پاس پہنچے جو ایک روز پہلے پروگرام کے تحت کودا تھا، اس درندہ چچا نے یہ کہہ کر اس پھول سی بچی کو اس گھرے میں دھکا دے دیا کہ تو ہمیں نرک (دوزخ) کی آگ سے کیا بچائے گی لے خود مزہ چک نرک (دوزخ) کا، گھرے میں دھکا دیکر میں نے اس کے اوپر وہ سارا پٹرول ڈال دیا اور ماچس جلائی، میرے بڑے بھائی بس روتے ہوئے اس کو گھرے دیکھتے رہے، جلی ہوئی ماچس کی تیلی اس (حرا) پر لگی کہ آگ اس کے نئے کپڑوں میں بھڑک گئی، وہ گھرے میں کھڑی ہوئی اور جلتی آگ میں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا اور چیخی!

میرے اللہ! آپ مجھے دیکھ رہے ہیں نا!

میرے اللہ! آپ مجھے دیکھ رہے ہیں نا!

میرے اللہ! آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں نا!

اپنی حرا سے بہت محبت کرتے ہیں نا!

ہاں میرے اللہ! آپ غایر حرا سے بھی محبت کرتے ہیں نا!

اور گھرے میں جلتی حرا سے بھی محبت کرتے ہیں نا!

آپ کی محبت کے بعد مجھے کسی کی محبت کی ضرورت نہیں!

اس کے بعد اس نے زور زور سے کہنا شروع کیا!

پتاجی (ابوجی) اسلام ضرور قبول کر لینا۔

چچا! مسلمان ضرور ہو جانا، چچا مسلمان ضرور ہو جانا،

(ہچکیوں سے روتے ہوئے عبد اللہ نے کہا کہ) اس پر مجھے غصہ آ گیا اور میں بھائی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر چلا

آیا، بھائی صاحب مجھ سے کہتے رہے کہ ایک بار اور سمجھا کر دیکھ لیتے مگر مجھے ان پر غصہ آیا، بعد میں واپس

آتے ہوئے ہم نے گھرے کے اندر سے زور زور سے لا الہ الا اللہ کی آوازیں آتی سنی اور ہم اپنے فریضہ کو

ادا کرنا سمجھ کر چلے تو آئے مگر اس شہیدہ کی محبت بھرا یہ آخری جملہ مجھ درندہ اور سفاک کے پتھر دل کو ٹکڑے

کر گیا، میرے بھائی گھر آ کر بیمار پڑ گئے ان کے دل میں صدمہ سا بیٹھ گیا اور یہ بیماری ان کے لئے جان

لیوا ثابت ہوئی، مرنے کے دو دن پہلے انہوں نے مجھے بلایا اور کہا کہ ہم نے زندگی میں جو کچھ کیا وہ کیا، مگر

اب میری موت حرا کے دھرم (مذہب) پر جائے بغیر نہیں ہو سکتی، تم کسی مولانا صاحب کو بلا لاؤ، میں بھی

بھائی صاحب کی حال کی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا، ہمارے یہاں مسجد کے امام صاحب مل گئے، ان کو لیکر آیا

، انہوں نے ان سے کلمہ پڑھانے کو کہا، کلمہ پڑھا، اپنا اسلامی نام عبدالرحمن رکھا، اور مجھ سے کہا کہ مجھے

مسلمانوں کے طریقے پر مٹی دینا (دفن کر دینا)، میرے لئے یہ بہت مشکل بات تھی مگر میں نے بھائی کی اتم

اچھا (آخری خواہش) پوری کرنے کے لئے یہ کیا،

علاج کے بہانے دہلی لے گیا، وہاں پر ہسپتال میں داخل کیا وہیں ان کی موت ہوئی وہ بہت

اطمینان سے مرے، پھر ہمدرد کے ایک ڈاکٹر سے میں نے یہ حال سنایا تو انہوں نے وہاں سنگم دھار (ایک

جگہ کا نام) کے کچھ مسلمانوں کو بلا کر ان کے دفن وغیرہ کا انتظام کیا۔

سوال: عجیب واقعہ ہے، آپ نے اپنے اسلام قبول کرنے کا حال نہیں بتایا۔

جواب: وہی بتا رہا ہوں! اسلام سے میری دشمنی کچھ تو کم ہو گئی تھی مگر بھائی کے مسلمان ہو کر مرنے کا بھی مجھے دکھ تھا، بھائی صاحب کے مسلمان مرنے سے مجھے یہ یقین آ گیا کہ میری بھابھی بھی ضرور مسلمان ہو گئی ہوگی، مجھے ایسا لگا کہ کسی مسلمان نے ہمارے گھر پر جادو کر دیا ہے اور وہ دلوں کو بند رہا ہے، ایک ایک کر کے سب اپنے دھرم کو چھوڑ رہے ہیں، تو میں نے بہت سے سیانوں سے بات کی، میں ایک تانترک کی تلاش میں شاملی سے اون جا رہا تھا، بس میں سوار ہوا تو بس کسی مسلمان کی تھی، ڈرائیور بھی مسلمان تھا، اس نے ٹیپ میں قوالی چلا رکھی تھی، بڑھیا نام کی قوالی تھی، اس نے ہمارے نبی ﷺ کے ایک بڑھیا کی خدمت اور بڑھیا کے ان کو سمجھانا اور پھر بڑھیا کے مسلمان ہونے کا قصہ تھا، اسپیکر میرے سر پر تھا۔ بس جھنجھانہ رکی اس قوالی نے میری سوچ کو بدل دیا، مجھے خیال ہوا کہ جس نبی کا یہ قصہ ہے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا، میں اون کی بجائے جھنجھانہ اتر گیا اور خیال ہوا کہ مجھے اسلام کے بارے میں پڑھنا چاہئے، اس کے بعد شاملی بس میں بیٹھ گیا اس میں بھی ٹیپ بج رہا تھا، پاکستان کے مولانا قاری حنیف صاحب کی تقریر تھی، مرنے اور مرنے کے بعد کے حالات پر ان کی تقریر تھی، مجھے شاملی اترنا تھا مگر وہ تقریر پوری نہیں ہوئی تھی، شاملی اڈے پر پہنچ کر ڈرائیور نے ٹیپ بند کر دیا، مجھے تقریر سننے کی بے چینی تھی، بس مظفر نگر جانی تھی میں نے تقریر سننے کے لئے مظفر نگر کا ٹکٹ لیا، بگھرا پہنچ کر وہ تقریر ختم ہو گئی، اس تقریر نے اسلام سے میرے فاصلہ کو بہت کم کر دیا، میں بڑھانہ روڈ پر اتر ا اور گھر جانے کے لئے بڑھانہ کی بس میں سوار ہوا، میرے قریب ایک مولانا صاحب بیٹھ گئے، ان سے میں نے کہا کہ میں اسلام کے بارے میں کچھ پڑھنا چاہتا ہوں یا معلومات کرنا چاہتا ہوں، آپ میری اس سلسلے میں مدد کریں، انہوں نے کہا کہ آپ پھلت چلے جائے اور مولانا کلیم صاحب سے ملے، ان سے زیادہ مناسب آدمی ہمارے علاقے میں آپ کو نہیں ملے گا، میں نے پھلت کا پتہ معلوم کیا اور گھر جانے کے بجائے پھلت پہنچا، مولانا صاحب وہاں نہیں تھے، اگلے روز صبح کو آنے والے تھے، رات کو ایک ماسٹر صاحب نے مجھے مولانا صاحب کی کتاب ”آپ کی امانت آپ کی سیوا میں“ دی یہ کتاب اس کی زبان اور دل کو چھونے والی باتوں نے مجھے شکار کر لیا، مولانا صاحب صبح سویرے کے بجائے اگلے روز شام کو پھلت آئے، میں نے مغرب کے بعد ان سے مسلمان ہونے کی خواہش کا

اظہار کیا اور بتایا کہ میں معلومات کرنے آیا تھا مگر آپ کی امانت نے مجھے شکار کر لیا، مولانا صاحب بہت خوش ہوئے، 13 جنوری 2000ء کو مجھے کلمہ پڑھایا، میرا نام عبداللہ رکھا، رات کو میں وہیں رکا، میں نے مولانا صاحب سے ایک گھنٹہ کا وقت مانگا، اور اپنی ظلم و بربریت کے ننگے ناچ کی کہانی سنائی، مولانا صاحب میری بھتیجی حرا کی کہانی سن کر دیر تک روتے رہے اور بتایا کہ حرا ہمارے یہاں ہی رہی اور میری بہن کے پاس دہلی رہی، مولانا صاحب نے مجھے تسلی دی کہ اسلام پچھلے سارے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے، مگر میرے دل کو اس کا اطمینان نہ ہوا، اس درجہ سفاکی بربریت کو کس طرح معاف کیا جاسکتا ہے۔

مولانا صاحب مجھ سے کہتے تھے، اسلام سے سارے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اپنے دل کے اطمینان کے لئے آپ نے اتنے مسلمانوں کو قتل کیا، اب آپ کچھ مسلمانوں کی جان بچانے کی کوشش کریں، قرآن نے کہا ہے کہ نیکیاں گناہوں کو زائل کر دیتی ہیں،

(ان الحسنة يذهب السيئات) میں اپنے دل کی تسلی کے لئے اور اپنے ظلم کی قسمت جگانے کے لئے کوشش کرتا ہوں کہ کسی حادثہ میں کسی بیماری میں کوئی مسلمان مرنے جا رہا ہو تو میں اس کو بچانے کی کوشش کروں، یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ مرنے والوں کو میں بچانے والا کون ہوں؟ مگر کوشش کرنے والا بھی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے اس لئے کوشش کرتا ہوں،

گجرات میں دنگے ہوئے تو میں موقع نے غنیمت جانا، میرے اللہ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے خوب موقع دیا، میں نے وہاں پر ہندو بن کر بہت سے مسلمانوں کو محفوظ جگہ پر پہنچایا، یا پہلے سے خطرے سے ہوشیار کیا، پہلے جا کر ہندو کے مشورہ میں شامل ہوا اور دس گیارہ بھیڑ کے حملوں کی میں نے مسلمانوں کو اطلاع دیکر اپنے گاؤں سے حملے سے پہلے ہی بھگا دیا، ایک کام تو میرے اللہ نے مجھ سے ایسا کرایا کہ جس سے ضرور مجھے بڑی تسلی ہوتی ہے، آپ نے سنا ہوگا کہ بہاول نگر میں ایک مدرسہ میں چار سو بچوں کو مدرسہ کے اندر جلانے کا پروگرام تھا، میں نے وہاں تھا نہ انچارج شرما کو اطلاع دی اور ان کو تیار کیا، بھیڑ کے آنے کے دس منٹ پہلے پیچھے کی دیوار میں نے اپنے ہاتھ سے تھوڑی اور اللہ نے چار سو معصوموں کی جان بچانے کا مجھے ذریعہ بنایا، میں تین مہینے تک گجرات جا کر پڑ گیا پھر بھی میرے ظلم اتنے زیادہ ہیں کہ یہ سب کچھ اس کے برابر نہیں ہو سکتے، بس ایک بار مولانا صاحب نے مجھے تسلی دی کہ اللہ کی رحمت کے لئے کیا مشکل ہے کہ موت کا وقت اور بہانہ تو اس نے خود طے کیا ہے جس اللہ نے آپ کو ہدایت سے نوازا دیا وہ اللہ آپ کو

معاف کرنے پر کیوں قادر نہیں، اس سے دل مطمئن ہوا، مولانا صاحب نے مجھے اسلام سیکھنے کے لئے جماعت (تبلیغی جماعت) میں جانے کا مشورہ دیا، میں نے دو ماہ کا وقت مانگا، گاؤں سے مکانات اور زمینیں سستے داموں میں فروخت کیں اور وہلی جا کر مکان لیا، بیوی اور دو بھتیجیوں اور حرا کے بہن کو تیا کیا اور پھلت لے جا کر کلمہ پڑھوایا، اس میں مجھے دو ماہ کے بجائے ایک سال لگا، پھر جماعت میں وقت لگا، میرا دل ہر وقت اس غم میں ڈوب رہتا ہے کہ اتنے مسلمانوں اور پھول سی پنچی کا اس سفاکی سے قتل کرنے والا کس طرح معافی کا مستحق ہے، مولانا صاحب نے مجھے قرآن شریف پڑھنے کو کہا، اور خاص طور پر بروج سورۃ کو بار بار پڑھنے کو کہا اب وہ مجھے زیادہ یاد ہے اور اس کا ترجمہ بھی 1400 سال پہلے کیسی سچی بات میرے اللہ نے کہی تھی، مجھے ایسا لگتا ہے کہ عیب کے جاننے والے خدا نے ہمارا ہی نقشہ کھینچا ہے ”قتل

اصحاب الاخدود النار ذات الوقود، اذ هم علیہا قعود،۔۔۔۔ آخر تک۔

ترجمہ) خندقوں والے ہلاک کر دیئے گئے، یعنی آگ کی خندقیں جن میں ایندھن جھونک رکھا تھا، جب کہ وہ ان کے کناروں پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو سختیاں وہ اہل ایمان پر کر رہے تھے ان کو سامنے دیکھ رہے تھے، ان کو مومنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے جو غالب اور قابل تعریف ہے، وہی جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔“

احمد بھائی اس سورۃ کو آپ پڑھیں اور حرا کی تڑپا دینے والی آخری صدائوں پر غور کریں:
میرے اللہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں نا!

اے میرے اللہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں!

ہاں! میرے اللہ آپ غار حرا سے بھی محبت کرتے ہیں اپنی حرا سے پیار کرتے ہیں نا!

آپ کی محبت کے بعد مجھے کسی کی محبت کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔ پتا جی (ابو جی) اسلام ضرور قبول کر لینا
”چاچا مسلمان ضرور ہو جانا، چاچا مسلمان ضرور ہو جانا، (ہچکیوں سے روتے ہوئے)

سوال: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ نے اس کا کہنا مان لیا آپ بہت خوش قسمت ہیں اس ظلم کے اندھیروں کو رحمت اور اسلام کے نور کا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے بنا دیا۔

جواب: میں نے کہاں اس کا کہنا مان لیا؟! ہدایت کا فیصلہ کرنے والے، اس سے محبت کرنے والے اللہ تعالیٰ نے اس کا کہنا مانا، مجھ جیسے درندہ کب اس کے کرم کا قابل تھا؟۔

سوال: بہت بہت شکریہ عبداللہ بھائی!

جواب: احمد بھائی آپ دعا کریں ”اللہ تعالیٰ مجھ سے کوئی ایسا کام ضرور کرا دے جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے کہ میرے مظالم کی تلافی ہوگئی، واقعی قرآن کے اس فرمان میں مجھ جیسے لاعلاج مریض کے لئے بڑا علاج ہے کہ اچھائیاں برائیوں کو زائل کر دیتی ہیں، اس لئے گجرات فسادات میں کچھ معصوم مسلمانوں کی مدد اور جان بچانے کی کوششوں سے میرے دل کو بڑی تسلی ہوتی ہے۔ (خدا حافظ)

(مستفاد از ماہنامہ ارمغان، فروری ۲۰۰۵ء)

دینی و عصری طلباء و طالبات اور عوام الناس کیلئے

ختم نبوت پر ایک شاندار تصنیف

”پیغام ختم نبوت“

جس میں عقیدہ ختم نبوت کی تشریح و اہمیت، خیر القرون سے عصر حاضر تک

تحفظ ختم نبوت، منکرین ختم نبوت کا بدترین انجام اور ان کی شرعی سزا،

فتنہ مرزائیت و قادیانیت سے بچاؤ کی تدابیر، قادیانیوں سے معاشی،

معاشرتی و سوشل بائیکاٹ کی شرعی تاکید اور اس کے علاوہ ختم نبوت پر

کافی ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔

مؤلف: مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی

(امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بنوں)

برائے رابطہ: مولانا عبدالحسیب (ناظم دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بنوں)

0333-3509970, 0300-9060101

جناب سیٹھ محمد عمر (رام جی لال گپتا) سے ایک ملاقات

احمد اذہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

محمد عمر: مولوی صاحب وعلیکم السلام

سوال: سیٹھ صاحب، دو تین مہینے سے ابو آپ کا بہت ذکر کر رہے ہیں، اپنی تقریروں میں آپ کا ذکر کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ڈراتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے ہر چیز سے کام پر قادر ہیں۔

جواب: مولوی صاحب! حضرت صاحب بالکل سچ کہتے ہیں، میری زندگی خود اللہ کی دیا و کرم کی کھلی نشانی ہے، کہاں مجھ جیسا خدا اور خدا کے گھر کا دشمن اور کہاں میرے مالک کا مجھ پر کرم، کاش پہلے میری حضرت صاحب یا حضرت صاحب کے کسی آدمی سے ملاقات ہو جاتی تو میرا لاڈلا بیٹا ایمان کے بغیر نہ مرتا، (رونے لگتے ہیں اور بہت دیر تک روتے رہتے ہیں، روتے ہوئے) مجھے کتنا سمجھاتا تھا اور مسلمانوں سے کیسا تعلق رکھتا تھا وہ اور ایمان کے بغیر مجھے بڑھاپے میں اپنی موت کا غم دے کر چلا گیا۔

سوال: سیٹھ صاحب، پہلے آپ اپنا خاندانی پرستے (تعارف) کرایئے؟

جواب: میں لکھنؤ کے قریب ایک قصبے کے تاجر خاندان میں پہلی بار اب سے 69 سال پہلے 6 دسمبر 1939 میں پیدا ہوا، گپتا ہماری گوت ہے، میری پتاجی (اباجی) کرانہ کی تھوک کی دکان کرتے تھے، ہماری چھٹی پڑھی سے ہر ایک کے یہاں ایک ہی اولاد ہوتی آئی ہے، میں اپنے پتاجی (اباجی) کا اکیلا بیٹا تھا، نویں کلاس تک پڑھ کر دکان پر لگ گیا، میرا نام رام جی لال گپتا میرے پتاجی (اباجی) نے رکھا۔

سوال: پہلی مرتبہ 6 دسمبر کو پیدا تو کیا مطلب ہے؟

جواب: اب دوبارہ اصل میں اسی سال 22 جنوری کو چند مہینے پہلے میں نے دوبارہ جنم لیا اور سچی بات یہ ہے کہ پیدا تو میں ابھی ہوا، پہلے جیون کو اگر گنیں ہی نہیں تو اچھا ہے، وہ تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

سوال: جی! تو آپ خاندانی تعارف کر رہے تھے؟

جواب: گھر کا ماحول بہت دھارمک (مذہبی) تھا، ہمارے پتاجی (اباجی) ضلع کے بی جے بی، جو پہلے جن سنگھ تھی، کے ذمہ دار تھے، اس کی وجہ سے اسلام اور مسلم دشمنی ہمارے گھر کی پہچان تھی اور یہ مسلم دشمنی جیسے گھٹی میں پڑی تھی، 1986ء میں بابر مسجد کا تالا کھولنے سے لے کر بابر مسجد کی شہادت کے گھناؤنے جرم تک میں اس پوری تحریک میں آخری درجہ کے جنون کے ساتھ شریک رہا، میری شادی ایک بہت بھلے اور سیکولر خاندان میں ہوئی، میری بیوی کا مزاج بھی اسی طرح کا تھا اور مسلمانوں سے ان کے گھر والوں کے بالکل گھریلو

تعلقات تھے، میری بارات گئی، تو سارے کھانے اور شادی کا انتظام ہمارے سر کے ایک دوست خاں صاحب نے کیا تھا اور میں نے ایک بار تو کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا کہ کھانے میں ان مسلمانوں کا ہاتھ لگایا ہے، ہم نہیں کھائیں گے مگر بعد میں میرے پتاجی (اباجی) کے ایک دوست تھے پنڈت جی، انہوں نے سمجھایا کہ ہندو دھرم میں کہاں آیا ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ لگا کھانا نہیں کھانا چاہئے، بڑی کراہیت کے ساتھ بات نہ بڑھانے کیلئے میں نے کھانا کھالیا، 1952ء میں میری شادی ہوئی تھی، نو سال تک ہمارے کوئی اولاد نہیں ہوئی، نو سال کے بعد مالک نے 1961ء میں ایک بیٹا دیا، اس کا نام میں نے یوگیش رکھا، اس کو میں نے پڑھایا اور اچھے سے اسکول میں داخل کرایا اور اس خیال سے کہ پارٹی اور قوم کے نام اس کی اسہت (وقف) کروں گا، اس کو سماج شاستر میں پی ایچ ڈی کرایا، شروع سے آخر تک وہ ٹاپ رہا، مگر اس کا مزاج اپنی ماں کے اثر میں رہا اور ہمیشہ ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کی طرف مائل رہتا، فرقہ وارانہ مزاج سے اس کو الگ جی تھی، مجھ سے بہت ادب کرنے کے باوجود اس سلسلہ میں بحث کر لیتا تھا، دوبارہ ایک ہفتہ کے لئے میرے رام مندر تحریک میں جڑنے اور اس پر خرچ کرنے سے ناراض ہو کر گھر چھوڑ کر چلا گیا، اس کی ماں نے فون پر رورو کر اس کو بلایا۔

سوال: اپنے قبول اسلام کے بارے میں ذرا تفصیل سے بتائیے؟

جواب: مسلمانوں کو میں اس ملک پر آ کر من (قبضہ) کرنے والا مانتا تھا، یا پھر مجھے رام جنم بھومی مندر کو گرا کر مسجد بنانے کی وجہ سے بہت جڑھ تھی اور میں ہر قیمت پر یہاں رام مندر بنانا چاہتا تھا، اس کیلئے میں نے تن، من، دھن سب کچھ لگایا، 1987ء سے لے کر 2005ء تک رام مندر آندولن اور باری مسجد گرانے والے کارسیو کوں پر وشو ہندو پریشد کو چندہ میں کل ملا کر 25 لاکھ روپے اپنی ذاتی کمائی سے خرچ کئے، میری بیوی اور یوگیش اس پر ناراض بھی ہوئے تھے، یوگیش کہتا تھا کہ دیش پر تین طرح کے لوگ آ کر باہر سے راج کرتے آئے، ایک تو آریں آئے انہوں نے اس دیش میں آ کر ظلم کیا، یہاں کے شودروں کو داس بنایا اور اپنی ساکھ بنائی، دیش کیلئے کوئی کام نہیں کیا، آخری درجہ میں اتیا چار (ظلم) کئے، کتنے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا، تیسرے انگریز آئے انہوں نے بھی یہاں کے لوگوں کو غلام بنایا، یہاں کا سونا، چاندی، ہیرے انگلینڈ لے گئے، حد درجہ اتیا چار کئے، کتنے لوگوں کو مارا قتل کیا، کتنے لوگوں کو پھانسی لگائی۔

دوسرے نمبر پر مسلمان آئے، انہوں نے اس دیش کو اپنا دیش سمجھ کر یہاں لال قلعے بنائے، تاج محل جیسا دیش کے گورو کا پاتر (قابل فخر عمارت) بنائی، یہاں کے لوگوں کو کپڑا پہننا سکھایا، بولنا سکھایا، یہاں پر سڑکیں بنوائیں، سرائیں بنوائیں، خسرہ کھتونی ڈاک کا نظام اور آب پاشی کا نظام بنایا، نہریں نکالیں اور دیش میں چھوٹی چھوٹی ریاست کو ایک کر کے ایک بڑا بھارت بنایا، ایک ہزار سال الپ سکھیا (اقلیت) میں رہ کر

اکثریت پر حکومت کی اور ان کی مذہب کی آزادی دی، وہ مجھے تاریخ کے حوالوں سے مسلمان بادشاہوں کے انصاف کے قصے دکھاتا، مگر میری گھٹی میں اسلام دشمنی تھی وہ نہ بدلی۔

30 دسمبر 1990ء میں بھی میں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور 6 دسمبر 1992ء میں تو میں خود ایودھیا گیا، میرے ذمہ ایک پوری ٹیم کی کمان تھی، بابر مسجد شہید ہوئی تو میں نے گھر آ کر ایک بڑی دعوت کی، میرا بیٹا یوگیش گھر سے ناراض ہو کر چلا گیا، میں نے خوب دھوم دھام سے جیت کی تقریب منائی، رام مندر کے بنانے کیلئے دل کھول کر خرچ کیا، مگر اندر سے ایک عجیب سا ڈر میرے دل میں بیٹھ گیا اور بار بار ایسا خیال ہوتا تھا کوئی آسمانی آفت مجھ پر آنے والی ہے، 6 دسمبر 1993ء آیا، تو صبح صبح میری دکان اور گودام میں جو فاصلے پر تھے بجلی کا تار شارٹ ہونے سے دونوں میں آگ لگ گئی اور تقریباً دس لاکھ روپے سے زیادہ کا مال جل گیا اس کے بعد سے تو اور بھی زیادہ دل سہم گیا، ہر 6 دسمبر کو ہمارا پورا پورا سہا سار ہتا تھا اور کچھ نہ کچھ ہو بھی جاتا تھا، 6 دسمبر 2005ء کو یوگیش ایک کام کیلئے لکھنوجار ہا تھا اس کی گاڑی ایک ٹرک سے ٹکرائی اور میرا بیٹا اور ڈرائیور موقع پر انتقال کر گئے اس کا نو سال کا ننھا بچہ اور چھ سال کی ایک بیٹی ہے، یہ حادثہ میرے لئے ناقابل برداشت تھا اور میرا داغی توازن خراب ہو گیا، کاروبار چھوڑ کر در بدر مارا پھرا، میری بیوی مجھے بہت سے مولانا لوگوں کو دکھانے لے گئی، ہر دوئی میں بڑے حضرت صاحب کے مدرسے میں لے گئی، وہاں پر بہار کے ایک قاری صاحب ہیں، تو کچھ ہوش تو ٹھیک ہوئے، مگر میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ میں غلط راستہ پر ہوں، مجھے اسلام کو پڑھنا چاہئے اسلام پڑھنا شروع کیا۔

سوال: اسلام کیلئے آپ نے کیا پڑھا؟

جواب: میں نے سب سے پہلے حضرت محمد ﷺ کی ایک چھوٹی سیرت پڑھی، اس کے ”اسلام کیا ہے؟“ پڑھی ”اسلام ایک پرستے“ مولانا علی میاں جی کی پڑھی، 5 دسمبر 2006ء کو مجھے حضرت صاحب کی چھوٹی سی کتاب ”آپ کی امانت اور آپ کی سیوا میں“ ایک لڑکے نے لا کر دی، 6 دسمبر اگلے روز تھی، میں ڈر رہا تھا کہ اب کل کو کیا حادثہ ہوگا، اس کتاب نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ مسلمان ہو کر اس خطرہ سے جان بچ سکتی ہے۔ اور میں 5 دسمبر کی شام کو پانچ چھ لوگوں کے پاس گیا مجھے مسلمان کر لو، مگر لوگ ڈرتے رہے، کوئی آدمی مجھے مسلمان کرنے کو تیار نہ ہوا۔

سوال: آپ 6 دسمبر 2006ء کو مسلمان ہو گئے تھے، آپ تو ابھی فرما رہے تھے کہ چند مہینے 22 جنوری 2009ء کو آپ مسلمان ہوئے۔

جواب: میں نے 5 دسمبر 2006ء کو مسلمان ہونے کا پکا ارادہ کر لیا تھا، مگر 22 جنوری کو اس سال تک مجھے

کوئی مسلمان کرنے کو تیار نہیں تھا، حضرت صاحب کو ایک لڑکے نے جو ہمارے یہاں سے جا کر مہلت مسلمان ہوا تھا، بتایا کہ ایک لالہ جی جو بابر مسجد کی شہادت میں بہت خرچ کرتے تھے مسلمان ہونا چاہتے ہیں، تو حضرت نے ایک ماسٹر صاحب کو (جو خود بابر مسجد کی شہادت میں سب سے پہلے کدال چلانے والے تھے) بھیجا، وہ پتہ ٹھیک نہ معلوم ہونے کی وجہ سے تین دن تک دھکے کھاتے رہے، تین دن کے بعد 22 جنوری کو وہ مجھے ملے اور انہوں نے مجھے کلمہ پڑھوایا اور حضرت صاحب کا سلام بھی پہنچایا، صبح سے شام تک وہ حضرت صاحب سے فون پر بات کرانے کی کوشش کرتے رہے مگر حضرت مہاراشٹر کے سفر پر تھے، شام کو کسی ساتھی کے فون پر بڑی مشکل سے بات ہوئی ماسٹر صاحب نے بتایا کہ سیٹھ جی سے ملاقات ہوگئی ہے اور الحمد للہ انہوں نے کلمہ پڑھ لیا ہے، آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں اور آپ انہیں دوبارہ کلمہ پڑھوادیں، حضرت صاحب نے مجھے دوبارہ کلمہ پڑھوایا اور ہندی میں بھی عہد کروایا۔

میں نے جب حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضرت صاحب، مجھ ظلم نے اپنے پیارے مالک کے گھر کو اڑھانے اور اس کی جگہ شرک کا گھر بنانے میں اپنی کمائی سے 25 لاکھ روپے خرچ کئے ہیں، اب میں نے اس گناہ کی معافی کیلئے ارادہ کیا ہے کہ 25 لاکھ روپے سے ایک مسجد اور مدرسہ بنواؤں گا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ جب اس کریم مالک نے اپنے گھر کو گرانے اور شہید کرنے کو میرے لئے ہدایت کا ذریعہ بنا دیا ہے تو مالک میرا نا بھی اپنا گھر ڈھانے والوں کی فہرست سے نکال کر اپنا گھر بنانے والوں مبارک باردی اور بھی کی اور میرا نام محمد عمر رکھا، میرے مالک کا مجھ پر کیسا احسان ہوا، مولوی صاحب اگر میرا رواں رواں، میری جان میرا مال سب کچھ مالک کے نام پر قربان ہو جائے تو بھی اس مالک کا شکر کیسے ادا ہو سکتا ہے کہ میرے مالک نے میرے اتنے بڑے ظلم اور پاپ کو ہدایت کا ذریعہ بنا دیا۔

سوال: آگے اسلام کو پڑھنے وغیرہ کیلئے آپ نے کیا کیا؟

جواب: میں نے الحمد للہ گھر پر ٹیوشن لگایا ہے، ایک بڑے نیک مولانا صاحب مجھے مل گئے ہیں وہ مجھے قرآن بھی پڑھا رہے ہیں سمجھا بھی رہے ہیں۔

سوال: آپ کی بیوی اور پوتے پوتی کا کیا ہوا؟

جواب: میرے مالک کا کرم ہے کہ میری بیوی، یوگیش کی بیوی اور دونوں بچے مسلمان ہو گئے ہیں اور ہم سبھی ساتھ میں پڑھتے ہیں۔

سوال: آپ یہاں دہلی کسی کام سے آئے تھے؟

جواب: نہیں! صرف مولانا نے بلایا تھا، ایک صاحب مجھے لینے کے لئے گئے تھے، حضرت صاحب سے

ملنے کا بہت شوق تھا بار بار فون کرتا تھا مگر معلوم ہوتا تھا کہ سفر پر ہیں اللہ نے ملاقات کرا دی بہت ہی تسلی ہوئی۔

سوال: ابی سے اور کیا باتیں ہوئیں؟

جواب: حضرت صاحب نے مجھے توجہ دلائی کہ آپ کی طرح کتنے ہمارے خونی رشتہ کے بھائی بابر مسجد کی شہادت میں غلط فہمی میں شریک رہے، آپ کو چاہئے کہ ان پر کام کریں، ان تک سچائی کو پہنچانے کا ارادہ تو کریں، میں نے اپنے ذہن سے ایک فہرست بنائی ہے، اب میری صحت اس لائق نہیں کہ میں کوئی بھاگ دوڑ کروں مگر جتنا دم ہے وہ تو اللہ کا اس کے رسول ﷺ کا کلمہ اس کے بندوں تک پہنچانے میں لگنا چاہئے۔

سوال: مسلمانوں کے لئے کوئی پیغام آپ دیں گے؟

جواب: میرے یوگیش کا غم مجھے ہر لمحہ ستاتا ہے، مرنا تو ہر ایک کو ہے، مولوی صاحب! موت تو وقت پر آتی ہے اور بہانہ بھی پہلے سے طئے ہے، مگر ایمان کے بغیر میرا ایسا پیارا بچہ جو مجھ جیسے ظالم اور اسلام دشمن بلکہ خدا دشمن کے گھر پیدا ہو کر صرف مسلمانوں کا دم بھرتا ہو وہ اسلام کے بغیر مر گیا، اس میں مسلمانوں کے حق ادا نہ کرنے کا احساس میرے دل کا ایسا زخم ہے جو مجھے کھائے جا رہا ہے، ایسے نہ جانے کتنے جوان، بوڑھے موت کی طرف جا رہے ہیں ان کی خبر لیں۔

سوال: بہت بہت شکریہ سیٹھ عمر صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کو بہت بہت مبارک فرمائے، یوگیش کے سلسلہ میں تو ابویسے لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ فطرت اسلامی پر رہنے والے لوگوں کو مرتے وقت فرشتے کلمہ پڑھوا دیتے ہیں، ایسے واقعات ظاہر بھی ہوئے ہیں، آپ اللہ کی رحمت سے یہی امید رکھیں یوگیش مسلمان ہو کر ہی مرے ہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کرے، مولوی احمد صاحب اللہ کرے ایسا ہی ہو، میرا پھول سا بچہ مجھے جنت میں مل جائے۔

سوال: آمین! ثم آمین انشاء اللہ ضرور ملے گا، السلام علیکم!

جواب: وعلیکم السلام

(مستفاد از نامہ ارمغان، جون 2009ء)

مدینہ منورہ کی مکین ایک خوش قسمت خاتون

محترمہ شہناز صاحبہ (نومسلمہ) سے ایک ملاقات

میری سب مسلمانوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنا منصب پہچانیں اور غیر مسلموں سے رابطہ قائم کریں اور ساتھ ہی اپنے کردار کو اسلام سے آراستہ کریں اور اپنے آپ کو مجسم دعوت بنائیں اور اپنے عمل سے حضور اقدس ﷺ کا تعارف کرائیں، اگر ہمارے نبی ﷺ کا اسوہ لوگوں کے سامنے آجائے تو لوگ ایکٹروں، لیڈروں، کھلاڑیوں کو آئیڈیل بنانے کے بجائے صرف اور صرف ہمارے نبی ﷺ کو آئیڈیل بنائیں گے، اس سے زیادہ پرکشش کوئی اور کردار ہو ہی نہیں سکتا دوسرے یہ کہ ریڈیو، ٹی وی اور میڈیا کے واسطے سے (حدود شریعت میں رہ کر) اسلام لوگوں تک پہنچایا جائے اور اس کے لئے تحریک چلائی جائے۔ (اسماء ذات الفوزین)

اسماء: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شہناز: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: شہناز پھوپھو! الحمد للہ ہماری حاضری پیارے نبی ﷺ کے شہر میں ہوئی ہے، اس محسن شہر مقدس کا حق ہے کہ یہاں نبوی درد اور دعوت دین کا جذبہ حاصل کیا جائے، آپ ہمارے ارمغان سے واقف ہیں، کچھ زمانہ سے دعوتی جذبہ پیدا کرنے کیلئے اس میں خوش قسمت نومسلموں کے انٹرویو شائع کئے جا رہے ہیں، ابو کی خواہش ہے کہ میں آپ سے کچھ باتیں کروں تاکہ وہ باتیں آئندہ کسی شمارے میں شائع ہو جائیں مدینہ منورہ سے آپ کی باتیں ارمغان میں شائع ہونا بڑی برکت کی بات ہوگی۔

جواب: مجھ سے فون پر بھائی کہہ رہے تھے، ضرور میرے لئے بھی خوشی کی بات ہوگی، تاکہ اس عظیم اور مبارک کار دعوت میں میرا بھی حصہ ہو جائے۔

سوال: آپ اپنا خاندانی تعارف کرائیے؟

جواب: میں جموں شہر کے ایک پڑھے لکھے مہوٹر ا خاندان میں پیدا ہوئی میری پیدائش ۲ مئی ۱۹۷۵ء کو ہوئی میرے والد کل دیپ مہوٹر اکامرس کے لیکچرر تھے، میری والدہ بہت شریف اور مصیبت زدہ خاتون تھیں کم عمری ہی سے بیمار ہو گئی تھیں اور قسمت کی بات یہ ہے کہ شادی کے بعد بھی ان کو سکھ چھین نہیں مل سکا میری عمر ۵ یا ۶ سال کی ہوگی کہ ان کا انتقال ہو گیا میرے ایک بڑے بھائی تھے سندھ دیپ مہوٹر ان کی عمر ۱۰ سال تھی،

ایک مرتبہ میری والدہ مجھے دریا میں ڈالنے کے لئے لے گئیں، ایک آدمی نے ان کو دریا کے پل پر کھڑا دیکھا تو وجہ معلوم کی وہ بولیں میں اپنی اس بچی کو دریا میں ڈالنے آئی ہوں انہوں نے کہا کہ اگر میری طرح اس کا بھی مقدر خراب ہوا تو ساری زندگی مصیبت بھرے گی، اس سے تو اچھا ہے ابھی مرجائے اس آدمی نے ان کی خوشامد کی اور سمجھایا کہ اس بچی کی تقدیر تو بہت اچھی ہوگی تم اس کی فکر نہ کرو اور اس کو دریا نہ ڈالو اس نے نہ جانے کس ہمدردی میں اس نے یہ الفاظ کہے تھے کہ میری والدہ نے مجھے دریا میں ڈالنے کا ارادہ ملتوی کر دیا، مجھے گھر لے آئی اور ایک سال بعد ان کا انتقال ہو گیا میری والدہ کے انتقال کے ۶ ماہ بعد میرے والد نے دوسری شادی کر لی سوتیلی ماں (اللہ تعالیٰ ان کے احسان کا بدلہ عطا فرمائے) ان کا برتاؤ میرے ساتھ بڑا سخت تھا مجھ پر کام کا بہت بوجھ رہتا تھا، سخت حالات میں میں نے میٹرک پاس کیا، میرا گھر میرے لئے جیل بلکہ جہنم کی طرح تھا، میں گھر کے مظالم سے اس قدر تنگ آ گئی کہ کئی بار خودکشی کی ناکام کوشش کی ایک بار نیند کی بہت ساری گولیاں کھالیں، کئی بار پہاڑ پر چڑھ کر گرنے کی کوشش کی مگر میرے کریم اللہ کو مجھے نوازنا تھا اس لئے خودکشی کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوئی میری سوتیلی والدہ ہمارے والد کو میرے خلاف شکایت لگا کر بھڑکاتی رہتیں وہ مجھ پر ترس کھانے کے بجائے مجھے ڈانٹا کرتے، میں مندروں میں جاتی، مزاروں پر جاتی اور بجائے پوجا کے میں یہ سوال کرتی کہ مجھے بتاؤ میری اندھیری رات کی صبح کب ہوگی، ہوگی بھی یا نہیں؟ مگر وہ بے جان میرے سوال کا جواب کیا دیتے، کاش میں قرآن کی اس صدا کو جانتی تو ان بیجان چیزوں سے منہ نہ مارتی، میں آج قرآن حکیم پڑھتی ہوں تو خیال آتا ہے کہ قرآن کی یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی تھی۔

إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بَشْرِكُكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ . (سورة فاطر: ۱۴)

اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے اور اگر سنتے تو تم کو جواب نہیں دیتے اور قیامت کے دن منکر ہوں گے تمہارے شریک ٹھرانے کے اور کوئی خبر رکھنے والے کی طرح نہیں بتلائے گا۔

ایک روز میں نے ایک قبر میں مردے کو دفن ہوتے دیکھا تو میں نے اپنی سہیلی سے کہا کہ میری قبر ہی بتانا مجھے جلانا نہیں، میری سوتیلی ماں روز مجھے ڈانٹنے اور والد صاحب سے ڈنٹوانے کے لئے نئی نئی باتیں نکالتی تھیں، انہوں نے ایک روز مجھ پر پرس سے پانچ سو روپے نکالنے کا الزام لگایا، میری برداشت کی حد

طرف کو لڑھک گئی، ہم سبھی لوگ گھبرا گئے، اس کو لٹایا، بھائی صاحب ڈاکٹر کو بلانے چلے گئے، ڈاکٹر صاحب آئے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو مر چکی ہے، مگر وہ جیسے ہنستے ہوئے سو گئی ہو، گھر میں کہرام مچ گیا، گھر میں مشورہ ہوا کہ یہ مسلمان ہو کر مری ہے، اگر ہم لوگوں نے اس کو اپنے مذہب کے مطابق جلایا تو کبھی ہم پر کوئی بلا آجائے، صبح کو جیجا (بہن کے شوہر) نے مالیر کوٹلہ کے باجی کو فون کیا کہ آشا کا رات میں انتقال ہو گیا ہے، ہمارے یہاں تو مسلمان نہیں ہیں ان کے کریا کرم (تجہیز و تکفین) کیلئے مالیر کوٹلہ سے کچھ لوگ آجائیں، دس بجے تک ایک گاڑی بھر کے مالیر کوٹلہ سے مرد اور عورتیں آگئیں اور ان کو دفن کیا، 1947ء کے بعد پہلی مرتبہ اس شہر میں کوئی آدمی دفن ہوا تھا قبرستان ابھی تک موجود تھا۔

سوال: یہ تو آپ نے اپنی بہن کے مسلمان ہونے کی بات بتائی، بات تو واقعی حیرت ناک ہے، موت بھی کس قدر قابل رشک، زندگی میں نہ کوئی نماز پڑھی نہ کوئی روزہ رکھا، نہ کوئی اسلامی عمل کیا اور کیسی پاک صاف، گناہوں سے پاک ہو کر اس دنیا سے گئی، کیسا قابل رشک انتقال ہوا، مگر آپ سے میں نے اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ ذکر کرنے کی درخواست کی تھی، وہ سنائیے؟

جواب: اصل میں میرا اسلام عائشہ کے اسلام سے جڑا ہوا ہے، آشا اور مجھ میں حد درجہ کی محبت تھی، اس کی اچانک موت نے مجھے توڑ کر رکھ دیا تھا مگر اس کی موت اور اسلام قبول کرنے کے بعد ایک دن کی زندگی مجھے بار بار سوچنے پر مجبور کرتی تھی کہ اس دنیا کی جیل سے وہ جنت کے محل کی طرف صرف ایک کلمہ کی برکت سے پہنچ گئی وہ کس طرح ہنستی ہوئی دنیا سے گئی، میں نے اپنے میکے اور سسرال میں کئی لوگوں کو مرتے دیکھا، کس طرح تڑپ تڑپ کر کتنی مشکل سے جان نکلی، میں سوچتی کہ آشا کو کیا مل گیا جس کی وجہ سے اتنا مشکل مرحلہ آسان ہو گیا، ایک رات میں نے خواب دیکھا آشا بہت خوبصورت ہیرے اور موتی ٹن کے کپڑے پہنے تخت پر خوبصورت تکیہ لگائے بیٹھی ہے، تاج سر پر لگا ہے، جیسے کوئی رانی یا شہزادی ہو، میں

نے اس سے سوال کیا کہ آشا تجھے اتنی آسان موت کیوں کر مل گئی؟ بولی ایمان کی وجہ سے اور دیدی (بڑی بہن) میں تجھے سچ بتاتی ہوں کہ مجھے ایمان کے ساتھ صرف ایک دن ہی تو ملا ہے، ایمان کے ساتھ ایک دن جینے میں جو مزہ ہے سینکڑوں سال بغیر ایمان رہ کر جینے میں وہ مزہ نہیں، یقین نہ آئے تو کچھ وقت کیلئے مسلمان بن کر دیکھ لے، میری آنکھ کھل گئی اور میرے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ کچھ روز کیلئے مجھے بھی مسلمان ہو کر دیکھنا چاہئے، میں نے اپنے شوہر سے اپنی خواہش کا ذکر کیا کہ میں ہفتہ دو ہفتہ کیلئے مسلمان

ہونا چاہتی ہوں اور دیکھنا چاہتی ہوں کہ ایمان کیا چیز ہے؟۔ آشا کی موت کے بعد میں چونکہ ہر وقت غمگین رہتی اور چپکے چپکے کمرہ بند کر کے روتی رہتی، تو میرے شوہر نے مجھے اجازت دیدی کہ تجھے تسلی ہو جائے گی، تو کر کے دیکھ لے مگر یہ سوچ لے کہ کبھی تو بھی آشا کی طرح ایک دن بعد مر جائے، میں نے کہا، اگر میں مر گئی تو شاید میں بھی جنت میں چلی جاؤں اور آپ کوئی اچھی دوسری بیوی سے شادی کر لیجئے، مگر دیکھئے میرے بچوں کو وہ نہ ستائے۔

دور روز بعد میں نے اپنے بہنوئی سے مالیر کوٹلہ والی باجی کا فون نمبر لیا اور ان سے حضرت صاحب (مولانا کلیم صاحب) کا فون نمبر لیا اور میں نے ان سے فون پر کہا کہ میں حضرت صاحب کے پاس جانا چاہتی ہوں اور مقصد یہ ہے کہ میں ایک ہفتہ کے لئے مسلمان ہونا چاہتی ہوں، وہ بہت ہنسی کہ مسلمان ہونا کوئی نالک (مذاق) یا ڈرامہ تو نہیں ہے کہ تھوڑی دیر کیلئے اپنا روپ بدل لیں، پھر بھی انہوں نے خوشی کا اظہار کیا آپ ہمارے حضرت صاحب کے پاس جائیں گی تو وہ آپ کو بہت اچھی طرح سمجھا دیں گے، میں نے فون حضرت صاحب کو ملایا، کئی روز کی کوشش کے بعد ان سے بات ہو پائی، میں نے ان سے ملنے آنے کی خواہش کا ذکر کیا، وہ مجھ سے ملنے آنے کی وجہ معلوم کرتے رہے اور بولے آپ مجھے خدمت بتائیے، کیا معلوم فون پر ہی وہ مسئلہ حل ہو جائے مجھے خیال آیا کہ کہیں مجھے بھی فون پر ہی کلمہ پڑھوادیں اور مسلمان ہونے کو کہیں، اس لئے میں نے بتانا نہیں چاہا، مولانا صاحب نے مجھ سے کہا، بہن میں بالکل بیکار آدمی ہوں اگر آپ ہاتھ دکھانا چاہتی ہیں یا جادو وغیرہ کا علاج کرانا چاہتی ہیں یا کوئی تعویذ گنڈہ وغیرہ بنوانا چاہتی ہیں تو ہمارے باپ داداؤں کو بھی یہ کام نہیں آتا، آپ مجھے ملنے کا مقصد بتائیں اگر وہ مقصد یہاں آکر حل ہو سکتا ہے تو سفر کرنا مناسب ہے ورنہ اتنا لمبا سفر کر کے پریشان ہونے سے کیا فائدہ ہوگا، مولانا صاحب نے جب بہت زور دیا تو مجھے بتانا پڑا کہ میں ایک ہفتہ کیلئے مسلمان ہونا چاہتی ہوں اور میں اس آشا کی بڑی بہن ہوں جس کو آپ نے فون پر کلمہ پڑھوایا تھا اور اس کا اسی رات میں انتقال ہو گیا تھا، آشا کا نام سن کر مولانا صاحب نے بڑی محبت سے کہا، اچھا اچھا آپ ضرور آئیے اور جب آپ کو سہولت ہو آپ آجائیے، مجھے آج بتا دیجئے، میں آپ کیلئے اپنا سفر ملتوی کر دوں گا مولانا صاحب نے مجھے جالندھر سے آنے کا راستہ بتایا کہ شالیمار ایکسپریس سے سیدھے کھتولی اتریں اور اسٹیشن سے آپ کو کوئی لینے آجائے گا، سفر کی تاریخ طے ہو گئی کوئی مناسب آدمی میرے ساتھ جانے والا نہیں تھا، میں نے اپنی نن

سُس (شوہر کے رشتے کی نانی) کو تیار کیا، گھر میں کام کرنے والی بھی اور نانی بھی تینوں ہم لوگ 14 نومبر کی صبح کو نو بجے کھتولی پہنچے، کھتولی میں حضرت صاحب کی گاڑی لینے کیلئے آگئی تھی، مہلت آرام سے پہنچ گئے مولانا صاحب مہلت میں موجود نہیں تھے، مگر آپ کی امی نے مجھے بتایا کہ حضرت صاحب ابھی دوپہر تک مہلت پہنچ جائیں گے انشاء اللہ، ہم لوگوں نے نہا کر ناشتہ کیا اور تھوڑی دیر آرام کیا اور اس کے بعد گھر کی عورتوں سے ملاقات ہوگئی اور میں نے اپنے آنے کی غرض بتائی، منیرہ دیدی (بہن) اور امی جان (مولانا صاحب کی والدہ) نے مجھے سمجھایا کہ ایک ہفتہ کیلئے کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا یہ تو موت تک کے لئے فیصلہ کرنا ہوتا ہے میں پریشان ہوگئی کہ مجھے اپنا مذہب اور سب کچھ بالکل چھوڑنا ہوگا یہ کس طرح ہو سکتا ہے، دوپہر دو بجے مولانا صاحب آگئے، باہر بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے، مولانا صاحب دو منٹ کیلئے ہمارے پاس آئے، ہمیں تسلی دی، اور کہا کہ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ آگئی، عائشہ مرحومہ کی وجہ سے آپ کے پورے خاندان سے مجھے بہت تعلق ہو گیا ہے میرا واپسی کا نظام معلوم کیا جب میں نے بتایا کہ میں تین روز کیلئے آئی ہوں تو کہا اصل میں باہر بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں جن میں کئی ایسے ہیں جو دو تین روز سے پڑے ہوئے ہیں، رات کو انشاء اللہ اطمینان سے آپ سے ملیں گے، اسماء بہن آپ کو یاد ہوگا آپ نے مجھے حضرت صاحب کی کتاب ”آپ کی امانت“ آپ کی سیوا میں“ لا کر دی، میں نے شام تک اس کو تین دفعہ پڑھا میرا دل ایمان کو ہمیشہ کیلئے قبول کرنے کے سلسلہ میں صاف ہو گیا، مغرب کی نماز پڑھ کر مولانا صاحب ہمارے پاس آئے، مجھے ایمان کی ضرورت کے بارے میں بتایا مرنے کے بعد کی زندگی میں جنت دوزخ اور اپنے پیدا کر نیوالے کو راضی کرنے کے بارے میں بتایا آپ کی امانت پڑھ کر میرے ذہن سے ایک ہفتہ کیلئے اسلام قبول کرنے کا خیال ختم ہو گیا تھا، میں نے اپنے اسلام قبول کرنے کے سلسلہ میں آمادگی کا اظہار کیا تو مجھے اسلام کا کلمہ پڑھوایا، گھر کی سب عورتیں جمع تھیں، میں نے کہ آپ میرا نام، جو آشا کا نام رکھا تھا رکھ سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں، آپ کا نام بھی عائشہ ہی رکھتے ہیں اور عائشہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی بہت ہی لاڈلی اہلیہ محترمہ ہیں۔

اسماء تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے مولانا صاحب سے دو سوال کئے تھے، میں نے دیکھا مولانا صاحب بات تو ہم سے کر رہے تھے، مگر رُخ ان کا آپ کے گھر والوں کی طرف تھا، میں نے سوال کیا کہ آپ ہم سے منہ پھیر کر کیوں بات کر رہے ہیں، تو مولانا صاحب نے کہا، اسلام عورتوں اور مردوں کے

درمیان پردہ کا حکم دیتا ہے، وہ سب عورتیں جن سے اسلام کے قاعدہ کے مطابق مسلمان کی شادی ہو سکتی ہو، سب عورتیں ایک مرد کیلئے نامحرم ہیں ان سے پردہ کرنے کا اسلام حکم دیتا ہے، سچی بات یہ ہے کہ مجھے پردہ کے پیچھے سے آپ سے بات کرنی چاہئے تھی مگر مجھے خیال ہوا کہ آپ کو بڑی اجنبیت سی لگے گی اس لئے میں نے سامنے آکر اپنے رخ کو دوسری طرف کر کے نامحرم پر نگاہ نہ ڈالنے کے اسلام کے حکم پر عمل کیا، ایمان کی دعوت جیسی سب سے محبوب عبادت میں، کسی نامحرم پر نگاہ پڑنے کے گناہ کے ساتھ اثر نہیں رہتا، میں نے کہا: میری بہن آشنا نے جب آپ سے ایمان لے آنے کی بات کہی تو اتنا انکار کرنے پر بھی آپ نے ان کو فون پر کلمہ پڑھوایا، میں اس لئے آپ سے آنے کی غرض نہیں بتا رہی تھی کہ کہیں آپ مجھے بھی فون پر کلمہ پڑھوا کر ٹال دیں، مگر آپ نے مجھے فون پر کلمہ پڑھنے کیلئے نہیں کہا اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ فون پر کلمہ پڑھوانا ٹالنا نہیں ہے، بلکہ ناپائیدار، پانی کے بلبلے کی طرح کی فانی زندگی کا خیال اور سچی ہمدردی ہے، واقعی نہ جانے مجھے کیوں خیال نہیں آیا، میں نے غلطی کی، خدا نہ کریں آپ کا راستہ میں یا اس دوران انتقال ہو جاتا تو کیا ہوتا یا میرا انتقال ہو جاتا تو خود میرے لئے بڑی محرومی تھی، نہ جانے کس خیال میں مجھ سے بھول ہوئی اور پھر آپ چار پانچ روز اسلام سے محروم رہ گئیں اور اتنی بڑی ضرورت اور خیر میں تاخیر ہو گئی، اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے، واقعی میں نے بڑی غلطی کی، اصل میں اللہ تعالیٰ کام کرنے والوں کے دلوں میں خود ہی تقاضے ڈالتے ہیں، آپ ایک ہفتے کیلئے اسلام قبول کرنا چاہتی تھیں، ظاہر ہے یہ کوئی کھیل تھوڑی ہے، اقبال ایک شاعر ہیں انہوں نے کہا ہے۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

اسلام قبول کرنا تو اپنی چاہت کو، اپنی انا کو قربان کر دینا ہے، اس کیلئے آپ کے ساتھ فون پر بات کرنا کافی نہیں تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے دل میں فون پر کلمہ پڑھوانے کی بات نہیں ڈالی، آشنا سے بات کر کے تو مجھے خود اندر سے لگ رہا تھا کہ اگر اس نے اسی وقت کلمہ نہ پڑھا تو شاید اس کی موت ایک دو روز میں ہو جائے، حضرت صاحب نے سمجھایا کہ اب ہر قربانی دے کر اس ایمان کو قبر تک ساتھ لے جانا ہے، اس کیلئے آپ پر مشکلیں بھی پڑ سکتی ہیں، قربانیاں دینی پڑ سکتی ہیں، ایک مٹی کا برتن بھی کبھار سے کوئی خریدتا ہے تو ٹھونک ٹھونک کر دیکھتا ہے، اتنا قیمتی ایمان لانے والے کو آزمایا بھی جاسکتا ہے، اگر آپ ایمان

پر جی رہیں تو موت کے بعد کی زندگی میں یہ محسوس ہوگا کہ کتنے سستے داموں میں یہ نعمت ملی ہے، حضرت صاحب نے گھر کے لوگوں کو مجھے نماز اور کھانے وغیرہ کے طریقے سکھانے کو کہا، میری نانی اور کام کرنے والی کے بارے میں معلوم کیا، امی جان (مولانا صاحب کی والدہ) اور منیرہ دیدی ان لوگوں کو سمجھاتی رہیں، اگلے روز حضرت صاحب سفر پر چلے گئے، ہماری واپسی سے دو گھنٹہ پہلے لوٹے، ہماری بوا اور نانی کو سمجھایا، کہ آپ اس دولت سے محروم کیوں جا رہی ہیں، کافی حد تک تو وہ پہلے سے ہی تیار ہو گئی تھیں، حضرت صاحب کے سمجھانے سے وہ کلمہ پڑھنے پر تیار ہو گئیں، ان کو کلمہ پڑھوایا اور بوا کا نام حضرت نے ماریہ اور نانی کا نام حضرت نے آمنہ رکھا، خوشی خوشی ہم بامراد ہو کر رخصت ہوئے، گھر کے سبھی لوگوں نے ہمیں ایسی محبت سے رخصت کیا جیسے میں اسی گھر میں پیدا ہوئی ہوں، اسی گھر کی ایک فرد ہوں نہ جانے کیوں آج تک میں جب بھلت یا دہلی آتی ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں اپنے میکے آتی ہوں۔

سوال: گھر جانے کے بعد آپ کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا اس وقت آپ کو کیا لگا؟ انتقال کس طرح ہوا ذرا بتائیں؟

جواب: حضرت صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ اب اپنے رشتہ داروں سے محبت کا حق یہ ہے کہ آپ سب کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی فکر کریں اور اپنے شوہر کو بھی اسلام کی طرف لائیں، بچوں کو بھی مسلمان کریں، مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ اسلام کیلئے تمہیں آزمائشیں سہنی پڑیں گی، مجھے ایسا لگا جیسے حضرت صاحب دیکھ کر کہہ رہے تھے، مجھے سخت امتحان سے گزرنا پڑا، میں نے جا کر اپنے شوہر سے اپنا پورا حال بتایا کہ اب میں ہمیشہ کیلئے مسلمان ہو گئی ہوں اور ان پر زور دیا کہ آپ بھی مسلمان بن جائیں، وہ مجھ سے بہت والہانہ محبت کرتے تھے، پہلے تو سرسری طور پر لیتے رہے، جب میں نے زور دینا شروع کیا تو انہوں نے مخالفت کرنا شروع کی اور مجھے اسلام پر رہنے سے روکا، میں اپنے اللہ سے دعا کرتی، میں نے حضرت صاحب سے فون پر بات کی ایک مسلمان اور ایک سکھ میاں بیوی کس طرح رہ سکتے ہیں؟ تو حضرت صاحب نے بتایا کہ سچی بات یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد آپ سے ان کا شوہر بیوی کا رشتہ نہیں رہا اور شادی (نکاح) ٹوٹ گیا مگر اس اُمید پر آپ احتیاط کے ساتھ ان کے ساتھ رہئے کہ ان کو ایمان نصیب ہو جائے اور بچوں کی زندگی اور ایمان اور مستقبل کا مسئلہ بھی حل ہو جائے، یہ معلوم کر کے مجھے ان کے ساتھ رہنے میں بڑی گھٹن محسوس ہونے لگی، روز رات کو ہم میں لڑائی ہوتی، آدھی آدھی رات گزر جاتی مجھے حضرت صاحب

نے اللہ سے دعا کیلئے کہا اور بتایا کہ تہجد کی نماز میں دعا کروں، ایک رات ساری رات ہی نماز پڑھتی رہی اور روتی رہی، میرے اللہ آپ کے خزانے میں کس چیز کی کمی ہے آپ میرے شوہر کو ہدایت کیوں نہیں دے سکتے، میرے اللہ نے میری دعا سن لی، اگلی رات جب میں نے ان سے مسلمان ہونے کو زور ڈالا تو انہوں نے مخالفت نہیں کی اور بولے روز روز کے جھگڑوں سے میں بھی عاجز آ گیا ہوں اگر تو اس میں خوش ہے تو چل میں بھی مسلمان ہو جاتا ہوں، کر لے مجھے مسلمان، میں نے کہا میری خوشی کیلئے مسلمان ہونا کوئی مسلمان ہونا نہیں، بلکہ پیدا کرنے والے، دلوں کا بھید جاننے والے مالک کو راضی کرنے کیلئے مسلمان ہونا ہے، میں نے ان کو حضرت صاحب کی کتاب ”آپ کی امانت آپ کی سیوا میں“ دی، پہلے بھی میں نے ان کو یہ کتاب پڑھوانا چاہی تو وہ پھینک دیتے مگر اس روز انہوں نے وہ کتاب لے لی اور پڑھنا شروع کی، پوری کتاب بڑے غور سے پڑھی جیسے جیسے وہ کتاب پڑھتے رہے میں نے محسوس کیا ان کا چہرہ بدل رہا ہے اور پھر اس کتاب میں سے زور زور سے تین بار کلمہ شہادت پڑھا، بولے یہ کلمہ اب میں تیری خوشی کیلئے نہیں بلکہ اپنی خوشی اور اپنے رب کی خوشی کیلئے پڑھ رہا ہوں، میں بے اختیار ان سے چٹ گئی میں بیان نہیں کر سکتی دو مہینے کے مسلسل کھرام کے بعد میرے گھر میں کتنی خوشی آئی تھی، اگلے روز معلوم ہوا کہ ان کا روپڑ ٹرانسفر ہو گیا ہے وہاں گئے ایک ہفتہ گزرا تھا کہ وہاں ”چیف منسٹر“ کا دورہ ہوا، ان کے پروگرام میں وہ مصروف تھے ایک جگہ سیکورٹی کا معائنہ کرنے کیلئے وہ گئے اور کالج کی باؤنڈری کے نیچے کھڑے تھے تیز ہوا چلی اور ہوا کا ایک بگولہ ایسا آیا کہ باؤنڈری کا وہ حصہ جس کے نیچے وہ کھڑے تھے ان کے اوپر گر گیا اور اس دیوار کے نیچے دب کر اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا۔

www.kitabosunnat.com

اسماء بہن میں بیان نہیں کر سکتی کہ یہ حادثہ میرے لئے کتنا سخت تھا مگر میرے اللہ کا کرم ہے اس نے مجھے ہمت دی، ایمان پر اس کا الٹا اثر نہیں ہوا، مجھے اندر سے اس بات کا احساس دل کو تھامے رہا کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ جنت میں چلے گئے، جہاں چند دن کے بعد مجھے بھی انشاء اللہ جانا ہے، ان کے گھر ان کے کرایا کرم (تجہیز و تدفین) پر بڑا ہنگامہ ہوا میں نے کہا میں ہر گز ان کو جلنے نہیں دوں گا میں اس لاش کی وارث ہوں، مجھے اس کا قانونی حق ہے مگر گھر کے سب لوگ ضد کر رہے تھے کہ یہ ہمارے خاندان کا فر ہے، ڈی جی پی، اے ڈی جی پی، آئی جی، ڈی آئی جی، سب موجود تھے بہت محنت کے بعد یہ طے ہوا کہ ان کی سادھی (قبر) بنادی جائے، ان کی سادھی (قبر) بنادی گئی اور میں نے ایک مولانا صاحب

کو بلا کر ان کی جنازہ کی نماز سادھی (قبر) بنانے کے بعد پڑھوائی۔

سوال: اس کے بعد آپ پھر جالندھر آ گئیں؟

جواب: روپڑ چھوڑ کر میں جالندھر آ گئی حضرت صاحب کے بتانے کے بعد میں نے اپنی عدت پوری کی، میرے بھائی لندن میں رہتے ہیں انہوں نے مجھ سے کہا آپ انگلینڈ آ جائیں، میں نے پاسپورٹ بنوایا، ایک روز میں نے کعبہ کو خواب میں دیکھا، اٹھ کر میں نے فون پر حضرت صاحب کو بتایا، حضرت صاحب نے بتایا کہ آپ پر حج فرض ہوگا، مگر کوئی محرم ہونا ضروری ہے اور آپ کا کوئی محرم نہیں ہے، اس کیلئے آپ کسی سے شادی کریں میں اپنے بچوں کے مستقبل کے وجہ سے لاکھ کوشش کے باوجود اپنے کو راضی نہیں کر پائی، مگر نہ جانے کیوں مجھے حج کو جانے کی جنون کی حد تک دھن لگ گئی، اس کیلئے بار بار، پھلت اور وہلی کا سفر کیا، مگر ایجنٹوں کے پاس بار بار کوشش کے باوجود کوئی صورت نہ بن سکی، آپ اور گھر کے سب لوگ حج کو چلے گئے اور میں تڑپتی رہ گئی، یہ حج سے محرومی خود میرے لئے بڑا امتحان تھا، میں بہت رویا کرتی تھی، اپنے اللہ سے فریاد کیا کرتی تھی، مجھے ایسا لگتا تھا کہ شاید اب بھی میں حج کو چلی جاؤں بقرہ عید سے تین دن پہلے جب مجھے خیال آیا کہ اب حج کے تین دن باقی ہیں، اسلئے کہ مجھے یہ معلوم تھا کہ حج بقرہ عید کے دنوں میں ہوتا ہے، میں صبح تہجد میں روتی روتی بے ہوش ہو گئی، میں نے نیم بیداری میں دیکھا میرے سر پر احرام کا اسکاف بندھا ہے اور میں ہوں اور پھر منیٰ کیلئے چلی، غرض مکمل حج کیا، میری آنکھ کھلی اور ہوش آیا تو میں بیان نہیں کر سکتی کہ مجھے کتنی خوشی تھی، میں نے کسی طرح حضرت صاحب کا مکہ مکرمہ کا فون لیا اور خوشی خوشی تقریباً پچیس منٹ تک پورے حج کی یہ تفصیل بتائی، حضرت صاحب خود حیرت میں رہ گئے۔

سوال: ابی (والد) بتا رہے تھے کہ پچھلے سال آپ حج کو گئی تھیں، امسال (اس سال) تو ہم حج میں بار بار آپ کا ذکر اور افسوس کرتے رہے۔

جواب: میں اپنے اللہ کے قربان جاؤں کہ اس نے میری حج کی دعا سن لی، پہلے سال تو مجھے بغیر جائے حج کرادیا، اگلے سال میں اپنے ایک بھائی پر کوشش کی اور اس کو باہر کا سفر کرانے یعنی حج کا لالچ کے دے کر مسلمان ہونے پر زور دیا اور بتایا کہ گروناٹک جی (سکھوں کا گروں یعنی بڑا) بھی حج کو گئے تھے، کوشش کے بعد وہ مسلمان ہو گئے اور ہم دونوں کو پچھلے سال حج کی سعادت نصیب ہو گئی۔

سوال: ارمغان کے حوالے سے آپ مسلمانوں کو کوئی پیغام دینا چاہیں گی؟

جواب: بس میں اپنی بہن عائشہ کی بات دہراتی ہوں کہ ایمان کی نعمت کی قدر کریں اور ایمان کے ساتھ ایک دن سینکڑوں سال کے بغیر ایمان کی زندگی سے افضل ہے اور پھر سارے جہانوں کیلئے رحمت والا نبی ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے سارے انسانوں کو اس دنیا کی قید سے جنت میں لے جانے کی فکر کریں، میرے اور میرے گھر والوں کیلئے دعا کریں کہ سب کا خاتمہ ایمان پر ہو۔ آمین بہت بہت شکریہ

(مستفادہ از ماہ نامہ ارمغان، ستمبر 2002ء)

دینی مدارس اور سکول و کالج کے طلباء و طالبات کیلئے ختم نبوت کورس پر مشتمل بہترین تحفہ

”ختم نبوت کورس سوال و جواب“

جس میں بنیادی عقائد و اصول، عقیدہ ختم نبوت، فتنہ منکرین ختم نبوت، فتنہ قادیانیت و مرزائیت کو سوال و جواباً مختصر اور سلیس اردو زبان میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی کی ایماء پر طلباء و طالبات کے افادہ کیلئے شائع کی جارہی ہے۔

مؤلف: مولانا عبدالحسب

(ناظم دفتر ختم نبوت ضلع بنوں)

خبر بخبری

اب آپ لوگ گھر بیٹھے بیٹھے بذریعہ ڈاک منگوا سکتے ہیں

کتب درس نظامی، کتب تفسیر، کتب حدیث و اصول حدیث، کتب سیر و تاریخ، کتب ختم نبوت اور ہر قسم کی دینی کتابیں۔

کتابوں کو حاصل کرنے کیلئے اپنا ایڈریس، موبائل نمبر SMS کریں

ہدیہ قیمت بذریعہ ایڈمی پیسہ پہلے بھیجا ضروری ہے

ادارہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ عظیمۃ المدارس العربیہ بنوں

0300-9060101, 0333-3509970

25580

تشنگانِ علم و تحقیق کیلئے عظیم خوشخبری

حضرت مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بنوں) کی نئی تصنیف
”سیر و سیاحت و فنون لطیفہ سیرت طیبہ کے روشنی میں“



کے نام سے شائع ہو کر منظرِ عام پر آگئی ہے، جس میں دُنیا بھر میں رائج کھیلوں کا شرعی جائزہ لیا گیا ہے۔ محدود تعداد میں دستیاب ہیں شائقین جلد از جلد رابطہ فرمائیں:

رابطہ: مولانا عبدالحسب

(ناظم دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بنوں)

(ناظم جامعہ عظمۃ المدارس العربیہ جدید ہنجل نزد ترنگ قبرستان بنوں ٹی)

0311-6471010 Ufone: 0300-9060101 / Mobillink: 0300-9060501

E-mail: muftisadee@yahoo.com

ادارہ تحقیقات اسلامیہ کا ایک اور عظیم انقلابی اقدام

ادارہ تحقیقات اسلامیہ نے حضرت مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی

(امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بنوں) کی نئی تصنیف

”جدید فتاویٰ خواتین“

جو کہ 10 جلدوں میں ہے، پہلی جلد شائع کر کے منظرِ عام پر لائی گئی ہے جس میں خواتین کے زندگی سے

جوڑے ہر لمحے کے مسائل کو کتاب و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

رابطہ: مولانا عبدالحسب

(ناظم دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بنوں)

(ناظم جامعہ عظمۃ المدارس العربیہ جدید ہنجل نزد ترنگ قبرستان بنوں ٹی)

0311-6471010 Ufone: 0300-9060101 / Mobillink: 0300-9060501

E-mail: muftisadee@yahoo.com

قرآن کریم اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار
اسلامی فکر و نظر کے مختلف ضروری جہتوں مضامین و مقالات کی اشاعت
عقیدہ ختم نبوت کی سر بلندی، ناموس رسالت کے تحفظ کیلئے قلمی جہاد
جدید سائنسی تحقیقات و تخلیقات سے ظاہر ہونے والے جدید مسائل کا حل و تحقیق
امت مسلمہ کو درپیش چیلنجوں کا بروقت جواب، شعور و بیداری
دین اسلام کی خالص فکری و نظری تبلیغ و ترویج
صوبہ خیبر پختونخواہ کے مدارس دینیہ کی ترجمانی
دینی، تحقیقی اور اصلاحی مضامین کی اشاعت

جامعہ کے اخراجات مسلمان مخیر حضرات کے عطیات، زکوٰۃ اور صدقات سے پورے کئے جاتے ہیں۔

زکوٰۃ، صدقات، خیرات وغیرہ کو اس کے صحیح مصرف میں فقہ و فتاویٰ کی روشنی میں صرف کئے جاتے ہیں۔
تعاون کرنے کی صورت میں فون کر کے جامعہ کے نمائندہ کو بھی بلا یا جاسکتا ہے جس سے بالمشافہ ملاقات کر کے آپ
اپنی رقم جمع کروا سکتے ہیں یا بذریعہ بینک اکاؤنٹ بھیج سکتے ہیں۔

(اکاؤنٹ میزان بینک بنوں مین برانچ) کوڈ: 8201، اکاؤنٹ نمبر: 0101586351



سہ ماہی مجلہ تحقیقات اسلامیہ انٹرنیشنل بنوں فی شمارہ 100 روپے سالانہ زر خریداری 400 روپے

رکنین: ادارہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ عظمۃ المدارس

جدید منجمل بنوں، خیبر پختونخواہ پاکستان

0311-6471010 / 0333-3509970

muftisadee@yahoo.com / Fb: Haseeb Khan

مرتب

مولانا عظیم اللہ مدظلہ